وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

(ترجمہ)

بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے (القمر)

کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

درسِ قرآنِ مجید

(چوتھا سالانہ مجموعہ)

از

قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب

مرتّبہ

محمد عثمان غنی۔ بی، اے

شائع کردہ

دار الارشاد ○ کیمبلپور ○ پاکستان

ضروری اطلاع برائے قارئینِ کرام

یہ درس جو آپ کی خدمت میں بذریعہ تحریر پیش کیا جاتا ہے ہر انگریزی مہینے کے آخری اتوار صبح دس بجے بنگلہ ۱۵ عے چامن روڈ، سینٹرل پارک واہ کینٹ میں منعقد ہوتا ہے۔ درسِ قرآن کے بعد حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ، درسِ حدیث بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

العارض
محمد عثمان غنی
منتظم درسِ قرآن وحدیث

مقدمہ

از محمد عثمان غنی بی اے

ناظرین کرام کی خدمت میں درس قرآن مجید کا چوتھا سالانہ مجموعہ پیش کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق عطا فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

نہ تو قرآنی تفاسیر کی کمی ہے اور نہ ہی دیدہ زیب طباعت سے مزین تراجم کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے جب علمائے سلف اور مفسرین کرام کے کام پر نظر پڑتی ہے تو علوم و معارف کے ایک سے ایک بڑھ کر بیش بہا خزانے ملتے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے ہر طبقہ کی استعداد کے مطابق قرآن حکیم کی شرحیں لکھ کر ملت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

ہمارے درس قرآن میں نہ تو کوئی انوکھی بات ہے اور نہ ہی کوئی جدت۔ بلکہ یہ کابرہی کی عطا کردہ امانت اپنے انداز میں احباب کی خدمت میں پیش کر دی جاتی ہے۔

جو سیکھو کسی کو سکھاتے چلو
دیئے سے دیا یوں جلاتے چلو

راقم الحروف کو حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی کی یہ عادت بہت پسند ہے کہ وہ علوم قرآن و حدیث کی عبارات کو نہ تو دقیق گرامر میں الجھاتے ہیں اور نہ ہی ثقیل قسم کے الفاظ بولتے ہیں بلکہ نہایت ہی بے تکلفی سے بلا تصنع آسان سے آسان الفاظ میں مطلب بتا دیتے ہیں جس سے سننے والے کو فی الفور حدیث یا آیت قرآنیہ کا مفہوم ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اکثر و بیشتر حضرت قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں جامعہ مدنیہ کیمبلپور میں بھی حاضری کا موقع ملتا رہتا ہے وہاں معمول ہے

کہ نمازِ فجر کے بعد روزانہ قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت کیا جاتا ہے۔ تمام حاضرین حلقہ کی شکل میں قرآن کھولے بیٹھے ہوتے ہیں اور حضرت قاضی صاحب ایک ایک آیت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں سب سے سبقاً سبقاً کہلواتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی اردو میں ترجمہ بھی کرتے جاتے ہیں۔ ترجمہ کے الفاظ تمام حاضرین بھی قاضی صاحب کے پیچھے پیچھے دہراتے جاتے ہیں جب ایک آیت ختم ہو جاتی ہے تو پھر اس پر مقامی زبان میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تقریباً ۱۵ منٹ میں پورا رکوع ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرز پر مکمل قرآن حکیم درس کی شکل میں کیمبل پور کے خوش نصیب شہری حضرت قاضی صاحب سے بارہا سن اور پڑھ چکے ہیں۔ شرکائے درس شہر کے کاروباری اور ملازمت پیشہ لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح عشاء کے وقت مقامی بولی میں حدیث کا درس ہوتا ہے۔ کلام اللہ اور حدیث نبویہ دو نور ہیں۔ ان کی نورانی محفلوں میں بیٹھ کر بڑا الٰہی کیف محسوس ہوتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب کی مجلس میں "آمد" اور "آورد" کا فرق بخوبی معلوم ہوتا ہے۔

واہ کینٹ کے درس قرآن میں حضرت موصوف کا بیان گذشتہ تین سال تک صرف ایک گھنٹہ ہوتا رہا۔ سال بھر میں فقط بارہ گھنٹوں کی تقاریر کتابی شکل میں ترتیب دی گئیں تو ضخیم کتابیں بن گئیں جو آپ حضرات سالانہ مجموعوں کی شکل میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ ہمارے روحانی مربی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو اخلاص اور استقامت کے دو پر لگ جائیں وہ آسمان پر اڑنے لگتا ہے لہٰذا میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ سب حضرت قاضی صاحب موصوف کے اخلاص و تقویٰ

کے ثمرات ہیں۔

درسوں کی اشاعت یا مجالس کے انعقاد سے نہ تو سستی شہرت مطلوب ہے نہ ہی جلبِ زر، بلکہ قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ اصل مقصد کی آئینہ دار ہے

مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء آیت ۱۸۰)

ترجمہ: میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

ہم نے نومبر ۱۹۶۴ء میں اس پاکیزہ مجلس کا آغاز کیا اور اب تک خدا کے فضل و کرم سے ہر ماہ کے آخری اتوار صبح دس بجے ۱۵ جامن روڈ سینٹرل پارک واہ کینٹ میں یہ درس منعقد ہو رہا ہے۔ پابندیٔ وقت کا جلسوں اور اجتماعات میں عام طور پر خیال نہیں رکھا جاتا مگر ہمیں خداوند قدوس نے توفیق عطا فرمائی کہ پابندیٔ وقت ہمارا اصول بن چکی ہے۔

۲۶ نومبر ۱۹۶۷ء کو یہ درس مقدس تین سال پورے کر کے چوتھے سال میں داخل ہوا۔ سالانہ تقریب پر لاہور سے ہمارے عالی مقام سرپرست جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی تشریف لائے اور درس حدیث کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ آئندہ سے درس قرآن حکیم کا وقت ایک گھنٹہ کی بجائے ۴۵ منٹ کر دیا گیا ہے اور درس قرآن کے فوراً بعد حضرت قاضی صاحب موصوف درس حدیث بھی دیا کریں گے جو تیس منٹ ہوا کرے گا۔ مجموعی وقت میں صرف پندرہ منٹ کا اضافہ ہوا اور اس طرح اب واہ کینٹ کے احباب قرآن اور حدیث دونوں کے درس

سُنا کریں گے۔ حضرت مدظلہ کے علاوہ حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب (جہلم) مدظلہما العالی خلفاء مجاز حضرت شیخ التفسیرؒ بھی تشریف لائے اور اِس طرح مجلس میں روحانی برکات جمع ہو گئیں۔

راقم الحروف کو اپنی بے بضاعتی کا پُوری طرح احساس ہے۔ اِس کتاب کے محاسن کا تمام تر کریڈٹ (CREDIT) حضرت قاضی صاحب موصوف کا حق ہے۔ اگر ناظرین کرام (خصوصاً علماء حضرات) عبارات میں کوئی سُقم یا غلطی دیکھیں تو اُس کو اِس ناچیز کی طرف منسوب کر دیں۔

دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت محض اپنی رحمت سے قرآن وحدیث کی اِس پاکیزہ مجلس کو روز افزوں عروج نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے کہ اُنہی کے فیضان سے یہ پُر انوار محفلیں قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ مسند حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی کی صحت اور علم میں مزید برکت عطا فرمائے اور ہم سب کو بھی اُن کے ارشاداتِ عالیہ سے مستفید ہو کر اپنی زندگی کے لیل و نہار قرآن وحدیث کے مطابق گذارنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

خادم درسِ قرآن وحدیث

احقر محمد عثمان غنی بی اے

$\frac{19E}{100}$ واہ کینٹ

۶ر شوال ۱۳۸۷ھ ۱۷ر جنوری ۱۹۶۸ء

کلماتِ دعا و برکت

از مخدوم مکرم حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی امیر انجمن خدام الدین لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے اِس اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام پر جو عظیم احسانات ہیں اُن میں سے قرآنِ حکیم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت تک زندہ و تابندہ معجزہ رہتی دنیا تک انسانوں کی ہدایت کے لئے کافی وافی شافی ہے۔ اور یہ پہلی اور آخری آسمانی کتاب ہے جو جُوں کی تُوں جس دن سے نازل ہوئی ہے آج تک ہمارے درمیان موجود ہے جیسا کہ لوحِ محفوظ میں اُس کی اصل موجود ہے اور اُس کے نقوش ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اور یہ وہ فخر ہے جو کسی سابقہ کتاب کے لئے دعوے سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فخر صرف قرآنِ حکیم کے لئے مخصوص ہے۔ اور ہر مسلمان فخر سے سر بلند کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے کہ جس دن سے نازل ہوئی ہے آج تک ایک زیر زبر بھی کسی کو بدلنے کی طاقت نہ ہوئی اور نہ قیامت تک اس کا ایک نقطہ بھی کوئی بدلنے کی جسارت کر سکتا ہے۔

مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ جب قرآن نازل ہوا تو اُس وقت صرف ایک علاقے کی زبان عربی تھی اور آج قرآنِ حکیم کی بدولت ایک درجن کے قریب مسلم ممالک کی علمی و ادبی، سرکاری اور مادری زبان عربی ہے۔ اور

واقعہ یہ ہے کہ آج ساری دُنیا قرآنِ حکیم کے اصول و نظریات پر چل رہی ہے وہ اُس پر ایمان کا دعوٰی رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں کسی نہ کسی حد تک اس پر عمل پیرا ضرور ہیں۔ اور قرآنِ حکیم کو چھوڑ کر نہ مسلمان حکومتیں زندہ رہ سکتی ہیں اور نہ مسلمان افراد۔ نقاشِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو کیا اچھی طرح بیان کیا ہے۔

گر تو میخواہی مسلماں زیستن　　　نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

درسِ قرآنِ حکیم کے چوتھے سالانہ مجموعے کی ابتداء پر میں اپنے محترم بزرگ حضرت مولانا قاضی محمد زاھد الحسینی صاحب مدظلہ العالی اور برادرِ محترم جناب محمد عثمان غنی سلمہ اللہ تعالیٰ اور اُن کے معزز و محترم ساتھیوں کے لئے دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے عزائم اور عمروں میں برکت عطا فرمائیں۔ اور خدمتِ قرآن کی بڑھ چڑھ کر تا زیست توفیق عطا فرمائیں اور اسے اُن سب کی نجات کا ذریعہ بنائیں جس نیت کے ساتھ درسِ قرآن کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ یہ اُنہی کا حصہ ہے ؏

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری اور قرآنِ حکیم کی تعلیم کی نشر و اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ یا الہ العالمین۔ آمین

دستخط (حضرت مولانا) عبید اللہ انور (مدظلہ العالی)

شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور

مورخہ ۴ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۶۷ء

پہلا درس قرآن مجید

منعقدہ ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ - ۲۶ر نومبر ۱۹۶۷ء

اس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آئے ہیں۔

عبادت بندہ کے لئے بلند ترین مقام ہے۔

عبادت کا اثر انسانی زندگی کے ہر پہلو میں۔

قرآنی آیات اور حکمت قرآنی شفاء بدن بھی ہیں۔

استغفار کا حکم اور اس کی برکات۔

رزق حسن کی تشریح۔

زندگی اور عبادت کا تقابل۔

واللہ الموفق

سورۃ ھود

مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار مطابق ۲۳ر شعبان المعظم درس قرآن مجید کی تیسری سالانہ تقریب منائی گئی۔ اس موقع پر جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم لاہور سے تشریف لائے اور درس حدیث کا افتتاح فرمایا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مدظلہ جہلم اور حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب مدظلہ ڈیرہ اسمٰعیل خان (خلفائے حضرت شیخ التفسیر) نے بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائی۔ بیرونی اور مقامی حاضرین نے بھی مجلس کو رونق بخشی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝ لا اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ط اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ ۝ لا وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ ط وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ۝ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ج وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ط (ھود ع۱ تا ۴)

محترم المقام حضرت دامت برکاتہم ، علمائے عظام اور برادرانِ گرامی و میری بہنو!
حسبِ معمول، پروگرام کے مطابق آج ماہوار درسِ قرآن مجید کا یہ حصہ شروع ہے
پچھلے درس میں سورتِ ہُود کی ابتدائی آیات تلاوت کی گئی تھیں اور ان میں سے
وقت کی تنگی کی وجہ سے صرف پہلی آیت شریفہ کی تھوڑی سی تفسیر جو اللہ عزّ اسمہٗ
نے اس سیاہ کار کو سکھائی تھی وہ آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ آج انہی آیات
کو پھر تلاوت کیا گیا ہے اور انہی کی تھوڑی سی تشریح اللہ تعالیٰ کی توفیق کے
ساتھ پیش کی جائے گی۔ اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
جیسا کہ پہلے درس میں عرض کیا جا چکا ہے اس سورتِ ہُود کی ایک
خاصیت ہے جس کے متعلق رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا
شَيَّبَتْنِي تِلَاوَةُ هُودٍ مجھے سورتِ ہُود کی تلاوت نے بوڑھا کر دیا۔
جہاں تک میرا ناقص مطالعہ ہے، اور کسی سورت کے متعلق امام الانبیاء،
فخرِ رسل جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں فرمایا۔ صرف
سورتِ ہُود کے متعلق آپؐ نے فرمایا صدیق اکبرؓ کے جواب میں کہ اے صدّیق!
تلاوتِ ہُود نے مجھے قبل از وقت بوڑھا کر دیا ہے۔ جس سورت کو سن کر
جس سورت کو پڑھ کر، جس کے نزول سے رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم
اتنے متاثر ہوئے ہوں کہ آپ پر قبل از وقت بڑھاپے کے آثار طاری
ہو گئے، میرے بھائیو! امّت کے لئے اس سورت کا سمجھنا اور اس
میں غور و فکر کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ قرآن مجید سارا واجب عمل
ہے لیکن جس سورت کے متعلق صاحبِ وحی محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم

یہ فرمادیں کہ مجھے اس سورت نے بوڑھا کر دیا تو بتایئے پھر اُمّت کے لئے کس قدر غور و فکر کی دعوت ہے کہ اُمّت اس سورت کے متعلق کس قدر غور و فکر سے کام لے اُس کے احکام کو سمجھے، اس کی حکمت کو سمجھے، ربّ العالمین کے ارشادات پر غور و فکر کرے۔

تو سورت ہُود میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کی تباہیوں اور بربادیوں کے متعلق اجمالی اشارہ فرمایا یہ تباہی اور بربادی اقوام عالم پر کیوں آئی؟ اور کیوں آتی ہے؟ اور کیوں آتی رہے گی؟ اس کے متعلق شروع ہی کی آیات میں اشارہ کر دیا کہ جس وقت انسان اپنے رب سے باغی ہو کر، اپنی طرف سے کوئی نظام اختراع کر لیتا ہے اور اس نظام کو اللہ کے نظام کے مقابلے میں لے آتا ہے تو پھر ربّ العالمین اور اس کی مخلوق کے درمیان جس کو اللہ تعالیٰ نے کل اپنا خلیفہ بنایا تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات پر اپنی طرف سے وہ مقام عظیم عطا فرمایا جس کے متعلق قرآن ہی ارشاد فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ؀ (بنی اسرائیل ع ۷) تو جس انسان کو اللہ نے اپنی خلافت سے نوازا، وہی انسان جب خصیمٌ مّبین بن کر اللہ کے مقابلے میں آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سب سے بڑے رحمان بھی ہیں، سب سے بڑے رحیم بھی ہیں اور سب سے بڑے غیور بھی ہیں، جب اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے تو پھر قومیں دنیا سے ملیا میٹ کر دی جاتی ہیں۔ پھر وہی اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتے ہیں۔ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ (الحاقہ ع ۱) پہلی اقوام کے نشان دُنیا سے مٹ گئے، اُن کی نسلیں ختم کر دی گئیں، اُن کے انساب منقطع کر دئیے گئے۔

تو اس سورت مقدسہ میں ربّ العالمین نے وہ نظام ارشاد فرمایا جس نظام پر چل کر بندہ ربّ العالمین سے قریب ہوتا ہے، ربّ العالمین کا باغی نہیں بنتا، جب وہ ربّ العالمین کے قریب ہوگا تو اس کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ وہ نظام کیا ہے میرے بزرگو! اسی سورت کی دوسری آیت میں ارشاد فرمایا أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۚ إِنَّنِى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝ ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! اے میری مخلوق کے ایک عظیم رکن انسان! تیرے لئے میرا ایک حکم ہے اور یہ حکم سب انبیاء علیہم السّلام نے اپنی اپنی اقوام اور اُمتوں تک پہنچایا۔ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۚ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھو، اللہ کے سوا کسی کے بندے نہ بنو، تمہاری جو بھی کیفیت ہو، کسی بھی حال میں تم ہو، تم اپنے آپ کو مقام عبدیت سے خارج مت سمجھو اور اپنے لئے صرف ایک معبود مانو اور وہ معبود کیا ہے؟ ربّ العالمین عزّ اسمہٗ۔

عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ میرے بزرگو اور بھائیو! بعض اقوام نے اپنے انبیاء علیہم السّلام کی تعلیم سے ہٹ کر جو کچھ نظام اختراع کیا ہے اُس میں عبادت میں بھی کچھ تھوڑی سی ترمیمیں کر دی گئیں بلکہ

تحریف کر دی گئی۔ عبادت عربی زبان کا لفظ ہے، عبد کہتے ہیں بندے کو، عبد کہتے ہیں غلام کو، عبد کہتے ہیں گولے کو۔ غلام کا کام کیا ہے؟ جو حکم مولا کی جانب سے صادر ہو اس کو بسر و چشم تسلیم کرے، اس میں کسی قسم کی تنقید، تنقیح، یا اپنی رائے کو دخل نہ دے۔ عبد کہتے ہی اسی کو ہیں۔ عبد اپنے کسی مال کا مالک نہیں ہوتا، عبد اپنی جان کا مالک نہیں ہوتا۔ غلام جو ہوتا ہے (گولا) وہ اپنی جان کا خود مالک نہیں۔ گولا اپنے مال کا مالک نہیں، غلام کا مالک اس کا مولی ہوتا ہے چنانچہ اسی کی طرف اشارہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ (التوبہ ۱۱۱)

اللہ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! تم تو میرے بندے ہو۔ ویسے بھی تم میرے بندے ہو، پھر تمہارے ساتھ میں نے ایک سودا کیا ہے، تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو میں نے خرید لیا ہے بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ اس کے بدلے میں تمہیں جنت دی جائے گی۔ ہمارے مال کے خالق، ہماری جان کے خالق، ہماری اولاد کے خالق، ہماری ہر چیز کے خالق ربّ العالمین ہیں اس لئے اس اعتبار سے بھی ہم اللہ کے بندے ہیں، اللہ ہمارا معبود ہے، اللہ ہمارا مالک ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ ہماری ساری اس محنت کے بدلے میں جو اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے، اس کے بدلے میں ربّ العالمین نے ہمارے ساتھ

جنّت کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میں نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو خرید لیا ہے جنت کے بدلے میں۔

تو عبادت کا مفہوم میں عرض کرتا ہوں۔ میرے بزرگو! عبادت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہفتے میں ایک دن چلا جائے اپنی عبادت گاہ میں، عبادت گھر جا کر گھنٹہ دو گھنٹہ کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی طرف سے کچھ حمد و ثنا کہہ کر چلا آئے، اس کو صرف عبادت نہیں کہتے، عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی وقت، کسی بھی آن، کسی بھی حیثیت میں، کسی بھی مقام پر پہنچ کر اپنے آپ کو ربّ العالمین کی مخلوقیت سے، ربّ العالمین کی عبدیّت سے آزاد نہ سمجھے — اور یہ مقام عبدیت بہت بلند اور بالا مقام ہے۔ مقام عبدیّت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے تقرّب اور قرب کا اور کوئی مقام نہیں (جن دوستوں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی یہ ذوق نصیب فرمائے تاکہ ہم اللہ کے کلام سے فیض وافر حاصل کر سکیں) وہ جانتے ہیں کہ مقام عبدیت کس حد تک عظیم ہے۔ سب سے بڑے عبد، عبدِ کامل کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — دیکھئے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پہلے ہی ربّ العالمین نے کیا فرمایا؟ وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (البقرہ ع ۲۳) پھر دیکھئے شبِ معراج، معراج کی وہ رحمت، معراج کی وہ عظمت، معراج کی وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی اس کے متعلق کیا ارشاد فرمایا؟
شب معراج کے دو حصے ہیں ایک اسراء ہے اور ایک معراج ہے اسریٰ
کے متعلق کیا فرمایا؟ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ (بنی اسرائیل ع۱) یعنی بیت اللہ سے اٹھایا اور بیت المقدس تک پہنچایا
پھر بھی کیا فرمایا؟ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (مقام عبدیت کا گویا
اللہ تعالیٰ نے یہ ایک مظہر بیان فرمایا) پھر شب معراج حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے پہنچے، وہاں کیا ارشاد فرمایا؟ فَاَوْحٰٓی
اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ۝ (النجم ع۱) وہاں بھی امام الانبیاء کو عبدیت کا تاج
پہنایا اور اللہ تعالیٰ جتنے بھی کمالات انسان کو عطا فرماتے ہیں یہ سارے
کے سارے کمالات عبدیت کے ضمن میں آتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم تکوینیات
عطا فرمائے ہیں، علوم کی دو قسمیں ہیں، ایک ہیں علوم تشریعہ، ایک ہیں
علوم تکوینیہ ــ (علوم تکوینیات) کائنات میں جو ردوبدل ہوتا ہے
اس کی حکمت اور اس کی حقیقی مصلحت کو سمجھنے کے لئے جس علم کی ضرورت
ہے اسے کہتے ہیں علوم تکوینیہ ــ چنانچہ علوم تکوینیہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
خضر کو عطا فرمائے (ہمارے عقیدے کے مطابق) ۔ قرآن مجید میں کیا آتا ہے؟
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ نے حکم دیا کہ آپ جائیں جہاں پر دو دریا
ملتے ہیں وہاں پر آپ کو ایک بندہ ملے گا۔ تو اس بندے کی ملاقات کا
ذکر قرآن مجید نے یوں فرمایا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ (الکھف ع۶۵)

حضرت خضرؑ ہمارے عبد تھے، ہمارے عبدوں میں سے، ہمارے بندوں میں سے

عبادت کا مفہوم قرآنی اصطلاح میں صرف یہ نہیں ہے میرے بھائیو کہ کسی وقت دو چار رکعتیں پڑھ لیں، جمعے کی نماز پڑھ لی یا عید کی نماز پڑھ لی۔ اس میں شک نہیں یہ عبادات کا ایک حصّہ ہے، عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ چلتے، پھرتے، لیٹے، جاگتے، سوتے، کھاتے، پیتے ہر حیثیت میں بندہ مالک کی مرضی کے مطابق رہے۔ اسے کہتے ہیں عبادت۔ چنانچہ سورۃ الفرقان میں عباد الرحمان فرمایا۔ رحمان کے بندے۔ وہاں پہ بندوں کی کیا تعریف فرمائی؟ وہ بندے کیسے ہیں؟

اگر آپ قرآن مجید میں غور فرمائیں تو سورۃ الفرقان میں جہاں اللہ تعالیٰ نے عباد الرّحمان کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں وہ علامتیں وہ ہیں جو ہماری روزمرّہ کی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ مثلاً ارشاد فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ (الفرقان ۲۵: ۶۳-۶۴) آپ دیکھئے کون سا وہ بندہ ہے جو چلتا نہیں؟ کون سا وہ بندہ ہے جو دوسروں کے ساتھ بولتا نہیں؟ کون سا وہ بندہ ہے جو نیند نہیں کرتا؟ قرآن مجید نے فرمایا کہ عباد الرّحمان کا چلنا الگ، عبادُ الرّحمان کی نیند الگ، عبادُ الرحمان کی بول چال الگ۔ یعنی وہ اُمور جو بتقاضائے بشرّیت، انسانی حیثیت سے ہم سے صادر ہوتے ہیں اُن امور میں ہم مکلّف ہیں اس بات کے کہ ہم اُس بات پر چلیں، اُس عمل پہ چلیں جو خداوند قدّوس نے بوساطت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچائے ہیں۔ چنانچہ قرآن نے فرمایا عِبَادُ الرَّحْمٰن، یعنی رحمٰن کے بندے۔

عبد ہے اُن عبدوں کی کیا نشانی ہے؟ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وہ زمین پر چلتے ہیں، هَوْنًا، بڑے وقار کے ساتھ، اُن کی چال سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا باغی نہیں جا رہا بلکہ اللہ کا بندہ جا رہا ہے۔ دیکھئے یہاں نماز کا ذکر نہیں ہے، روزے کا ذکر نہیں ہے، زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے، چلنے پھرنے کا، میں بھی چلتا ہوں، آپ بھی چلتے ہیں، چھوٹے بھی بڑے بھی، سارے چلتے ہیں۔ تو فرمایا کہ عِبَادُ الرَّحْمٰن وہ ہیں جن کی چال سے پتہ چلے کہ یہ عبد جا رہا ہے، باغی نہیں ہے بلکہ یہ عبد ہے۔ عباد الرحمان کون ہیں؟ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا، جو چلتے ہیں زمین پر بڑے وقار کے ساتھ۔ وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ اور جب کسی نادان سے بات کرنے کا موقع آ جائے تو لڑتے جھگڑتے نہیں، بلکہ نادان کے ساتھ جب لڑیں گے جھگڑیں گے تو وہاں بھی مقام عبدیت ظاہر کرے گا دیکھئے کتنا پیارا ارشاد ہے قرآن مجید کا۔ عباد الرحمان کیا ہیں؟ وہ چلتے ہیں زمین پر بڑے وقار کے ساتھ، اور کیا ہے؟ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ مفسرین کرام نے یہاں پر ایک نکتہ لکھا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اثرات ہیں، اللہ اُن حضرات کی قبروں کو پُرنور فرمائے جنہوں نے ہم جیسے گنہگاروں کو قرآن کی طرف راغب کیا اور آج ایسی قرآن کی محافل ہو رہی ہیں، اللہ ان کی محنتوں میں برکت پیدا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ تو مفسرین کرام نے یہاں پر ایک نکتہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمان کی جو ایک علامت بیان فرمائی وہ کیا ہے؟ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ جب کبھی اُن کو جاہل آ کے

ساتھ کلام کرنے کا موقع ملتا ہے، نادانوں کے ساتھ، جو بات کا وزن نہیں کر سکتے، بات کو سمجھ نہیں سکتے، متکلّم کی حیثیت کو نہیں سمجھ سکتے تو ان کے ساتھ بھی ان کا جو رویّہ ہے وہ کیا ہے؟ قَالُوا سَلٰمًا ○ یعنی عقل مندوں کے ساتھ تو بھائی سب اپنا عبدیّت کا مقام ظاہر کرتے ہیں، عقل مندوں کے ساتھ، لکھے پڑھے دوستوں کے ساتھ، ہر ایک آدمی وہی بات کرتا ہے جو بات مناسب ہو۔ عبدیت کا مقام وہاں بھی ہاتھ سے نہ جائے جہاں پر آپ کے مخاطب جاہل ہوں۔ وہاں بھی اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھو، وہاں بھی اس چیز کو غور سے دیکھو کہ اگرچہ مجھے اس نادان کے ساتھ بات کرنے کا موقع حاصل ہوا، اگرچہ یہ نادان میری جان پر میرے مال پر، میرے اخلاق پر حملہ آور ہو رہا ہے لیکن مجھے یہاں بھی سوچنا چاہئے کہ میں جس کا بندہ ہوں، میرے مالک کا مجھے کہنے کا کیا حکم ہے؟ تو وہاں پر بھی کیا فرمایا؟ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ اور اسی طرح فرمایا کہ عبادُ الرحمان کی نیند دیکھنی ہو، وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ○ عباد الرحمان کی راتیں الگ، عبادُ الرحمان کے دن الگ، عبادُ الرحمان کی خلوت الگ، عبادُ الرحمان کی جلوت الگ، (یہ عبدیّت میں عرض کر رہا ہوں) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اللّٰہَ اس کا مفہوم کیا ہے؟ عباد الرّحمان جب رات کو سوتے ہیں تو کیسے سوتے ہیں؟ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ○ اُن کی رات یوں کٹتی ہے، کبھی رب کے سامنے سجدے کی حالت میں اور کبھی رب کے سامنے کھڑا ہونے کی حالت میں۔ اب رات اُن کی بھی کٹ رہی ہے جو اللہ کے سامنے سجدے کریں اور رات اُن کی بھی کٹ رہی ہے جو کلبوں میں ناچیں، اللہ کی نافرمانیاں

کمرے میں، لیکن فرمایا اگر میرے بندے دیکھے ہوں، بندہ ہونے میں دونوں برابر ہیں، اُن کی بھی ٹانگیں، ان کی بھی ٹانگیں، اُن کے بھی کان، ان کے بھی کان، اُن کے بھی ہاتھ ان کے بھی ہاتھ، لیکن ایک خلیفہ باغی ہے جس باغی خلیفے نے اُس آرام کے وقت کو بجائے اس کے کہ آرام میں صرف کرتا اللہ نے جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (النبأ ۹) اپنی رحمت کے ساتھ رات بھیجی، اللہ تعالیٰ نے رحمت سے نیند کا جذبہ اور ملکہ عطا کیا اس نے رات کو اللہ کی نافرمانی میں صرف کیا اور ایک عباد الرحمان ہیں، اللہ کے عبد، اللہ کے بندے، اللہ کی عبادت کرنے والے اُن کی رات یوں کٹتی ہے کبھی وہ اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہیں، کبھی وہ اللہ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ عبادت کا مفہوم بڑا وسیع ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہر نبی علیہ السلام نے انسانوں کو جو حکم دیا وہ عبادت کا حکم ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ (الانبیاء ع۲۵) ہم نے ہر نبی کو یہ حکم دیا کہ اپنی اپنی قوم تک، اپنی اپنی امت تک توحید کا اور عبدیت کا حکم پہنچا دیجئے۔ میرے بزرگو! آج کل ہم میں کچھ بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو ان بیماریوں سے محفوظ رکھے اور جو ہمارے بھائی مبتلا ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو بھی ان بیماریوں سے شفا بخشے۔ آج ہم میں یہ بات پیدا ہو چکی ہے کہ ہم ہر بات کو اس نقطۂ نظر سے سوچتے اور دیکھتے ہیں کہ اس کا ہماری زندگی پر اثر کیا ہے؟ حالانکہ میں پچھلے درس میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ

حکیم ہیں اور حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں، حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔

ہمارے حضرت دامت برکاتہم نے سُنایا پچھلے دنوں، آپ نے شاید پہلے بھی کہیں سنا ہو گا ہمارے بڑے شیخ التفسیر امام الاولیاء، اُستاذ العلماء حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ علیل تھے، آپ کو دردِ ریح کی شکایت تھی، ٹانگوں میں درد تھا تو آپ نے اپنے شیخ اور استاد حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے امام انقلاب گذرے ہیں، ان کی قدر تو بعد میں کہیں پتہ چلے گی کہ عبید اللہ سندھی کون تھے، اُن کی خدمت میں عرض کیا تو آپؒ نے مکہ مکرمہ سے خط لکھا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ جہاں تک قرآن مجید کا میں نے مطالعہ کیا ہے، پہلی شریعتوں میں یوں ہوا کرتا تھا جیسے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درد تھا، جوڑوں کا درد تھا، وجع المفاصل تھا، تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اونٹ کا گوشت کھانا حرام کر دیا تھا، آپ اپنی خوراک میں سے جو چیز اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہے اُس میں سے کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیں، نہ کھایا کریں کہ میں نہ کھایا کروں گا، اپنی زندگی میں اُس کا کھانا چھوڑ دیں آپ کو اللہ شفا دے دیں گے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اب مجھے یہ نہیں پتہ آپ نے کون سی چیز کھانا چھوڑ دی مگر ایک چیز کھانی چھوڑ دی، اللہ نے اُس بیماری سے آپ کو شفا دے دی ——— عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں سے اس حکمت کو نکالا؟ قرآن مجید کی تلاوت سے۔ قرآن مجید میں ہماری ساری بیماریوں کے علاج، ہماری

روحانی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری بدنی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری سماجی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری اخلاقی بیماریوں کے لئے شفا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل)

تو میں عرض کر رہا تھا کہ آج ہم میں یہ چیز پیدا ہو چکی ہے کہ قرآن مجید کے ہر حکم کے متعلق ہم یہ سوچتے ہیں کہ اس کا اثر ہماری معاشرتی زندگی پر کیا پڑے گا؟ ہماری روزمرہ کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا؟ تو عبادت کے متعلق بھی یہ کچھ سوچا جاسکتا ہے، بلکہ لوگ سوچتے ہیں کہ جی نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو ایسے اوہام سے بچائے، آج یہ عام بیماری ہے۔ کسی سے کہہ دو کہ بھائی بیٹے کو قرآن مجید کا حافظ بناؤ۔" جی حافظ تو بنا دیں گے لیکن کھائے گا کیا؟" پہلا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ ہم مولویوں کے بیٹے بھی قرآن چھوڑ بیٹھے، مشائخ کے بیٹے قرآن چھوڑ بیٹھے (الا ماشاء اللہ) وہاں مسئلہ کیا تھا؟ صرف پیٹ کا مسئلہ کہ اگر ہم نے قرآن پڑھ لیا، اسلامی تعلیم حاصل کرلی، اللہ کا قرب حاصل کر لیا، حرام سے بچ گئے، رشوت سے بچ گئے، سود کھانے سے بچ گئے، ناجائز رزق سے بچ گئے، تو ہم گذارہ کیسے کریں گے؟ "یہ کیسے" کا سوال ہمارے دماغ میں ایسا ڈال دیا گیا کہ ہم ہر مسئلے کو اس پر تولتے ہیں۔ تو یہاں بھی یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب انسان اللہ کی عبادت کرے اور عبادت کا مفہوم یہ لے لیا جائے کہ انسان ہر وقت ہر کام میں اس بات کا منتظر ہو، اس بات کو اپنا مشعلِ راہ بنائے جو رب العالمین نے اس کے لئے فرمائی اور جس کی تشریح جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تو پھر آیا انسان اپنی زندگی میں کبھی کچھ کامیابی حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو میں کیا عرض کروں میرے بزرگو۔ قرآن کا ہر فعل، امام الانبیاء کا ہر حکم، قرآن مجید کا ہر حکم یہ حکمت ہے اور فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتی۔ اللہ تعالیٰ کی ہر بات حکمت کی ہے۔ خداوند قدوس نے جو قرآن مجید نازل فرمایا اس میں صرف قبر کے مسئلے نہیں ہیں، اس میں صرف قیامت کے مسئلے نہیں ہیں، قرآن مجید تو ہماری دنیاوی زندگی کو بھی سدھارنے والا ہے۔ زندگی سدھاری نہیں صحابہ کرام کی؟ عربوں نے حکومت نہیں کی دنیا پر؟ آدھی دنیا پر حکومت کی ہے عربوں نے۔ ان کی زندگیاں نہیں سدھاریں قرآن مجید نے؟ قرآن مجید میرے بزرگو! ہماری دنیاوی زندگی کا بھی رہنما، ہماری قبر کی زندگی کا بھی رہنما، ہماری قیامت کی زندگی کا بھی رہنما۔

عبادت کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ اگر انسان صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بن جائے تو اس کا اثر ہماری روزمرہ کی زندگی پر کیا پڑے گا؟ ہماری معاشرتی زندگی پر کیا پڑے گا؟ ہماری اخلاقی زندگی پر کیا پڑے گا؟ تو اس کے لئے آپ صحابہ کا نمونہ دیکھ لیں۔ صحابہ کرام نے کس سے شفا حاصل کی؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفا حاصل کی۔ ابھی جو میں سورۃ الفرقان کی آیت پڑھی یہ انہی لوگوں کے متعلق ہے میرے بزرگو جو پہلے راتوں کو ڈاکے مارتے تھے، قتل کرتے تھے، بات بات پر لڑتے تھے، اپنا حق کیا بیگانہ حق، دوسرے کا حق لے کر جاتے تھے، نہ اپنا اختیار پرایا اختیار، نہ وہاں پر [illegible] تھی نہ کوئی

اخلاق تھے۔ قرآن شہادت دیتا ہے وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الجمعہ ۲) لیکن اسی قرآن کی بدولت اُن کی دنیاوی زندگی میں انقلاب آیا۔ آج اگر ہم عبادت کے مفہوم کو سمجھ جائیں کہ عبادت کا مفہوم کیا ہے اور اس پر ہم عمل پیرا ہو جائیں تو میرے بزرگو انسانی زندگی سُکھ میں رہ سکتی ہے۔ دُکھ سے بچ سکتی ہے۔ میں نے ابھی عرض کیا کہ عبادت کا مفہوم صرف نماز روزے تک محدود نہیں ہے بلکہ انسانوں کے حقوق بھی عبادت ہیں، حقوق العباد یہ بھی عبادت، حقوق اللہ، یہ بھی عبادت، اب بھائی ایک آدمی حقوق اللہ بھی ادا کرے، ایک آدمی حقوق العباد بھی ادا کرے، محلّہ، معاشرہ، گلی، شہر ملک، سارا عابد بن جائے، اللہ تعالیٰ کا عابد بن جائے، اللہ کو معبود سمجھنے لگ جائے، بندوں کے حق ادا کرتا رہے، اللہ کے حق ادا کرتا رہے تو پھر آپ ہی فیصلہ کر لیجئے اس نظام سے قوم میں ایک ایسا انقلاب نہیں پیدا ہو جائے گا کہ ساری کی ساری قوم امن میں عافیت میں اور سُکھ میں اور چین میں رہے گی؟

تو عبادت کا مفہوم صرف یہی نہیں ہے کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ نماز تو اس لئے پڑھائی جاتی ہے کہ نماز کے اس میں ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، نماز اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے کی ایک علامت ہے، اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ، تو نماز پڑھ تاکہ میں تجھے یاد ہو جاؤں۔ پانچ مرتبہ تو میرا نام لے گا۔ تو نماز عبادت کا ایک حصہ ہے ورنہ عبادت کا مفہوم اتنا وسیع ہے میرے بزرگو کہ انسان کے کھانے پینے سے لے کر کے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سارے کا سارا

عبادت کے مفہوم میں آتا ہے اس لئے رب العالمین نے چھوٹے سے لفظ میں سارا نظام سمو دیا۔ فرمایا کہ ہم نے ہر نبی کو جو بھیجا کس لئے بھیجا؟ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ط اے دنیا والو! تم کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ کی۔ تمہارا معبود صرف اللہ ہو۔

اب اللہ کی بات تمہیں کون بتلائے گا؟ اللہ تعالیٰ تو نہ مجھ سے بات کرتا ہے اور نہ آپ سے بات کرتا ہے، نہ آپ نے دیکھا نہ ہم نے دیکھا اور ہم اس پر ایمان لانے کے سخت مکلّف۔ فرمایا میری بات تو تمہیں سمجھائے گا میرا رسول، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنی حیثیت کو اُجاگر فرمایا اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ ۝ اے انسانو! اے دنیا والو! بے شک میں تمہارے لئے اس اللہ کی طرف سے نذیر بھی ہوں اور بشیر بھی ہوں۔ اگر تم میری بات مانو میں تمہیں ڈراؤں گا۔ جو باتیں تمہیں نقصان دیتی ہیں اُن کے خطرات سے آگاہ کرنے والا ہوں، میں نذیر ہوں۔ اور جو باتیں تمہارے حق میں مفید ہیں وہ میں تم تک پہنچاتا ہوں۔ تمہارے نیک اعمال کی جزاء کی بہترین خوشخبری سناتا ہوں۔ تمہارے بُرے اعمال کی بُری سزا سے تمہیں ڈراتا ہوں اس لئے تم اللہ کی مرضی کو سمجھنے کے لئے میری بات کو قبول کرو۔ چنانچہ سورۃ النساء میں کیا فرمایا؟ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ (النساء ع۸۰) جس نے رسول کی پیروی کی، اُس نے اللہ کی پیروی کی۔ رسول کریم تو کوئی بات نہیں کرتے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات نہ ہو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ لا (النجم ۳، ۴)

حضورؐ تو وہ بات بھی نہیں کرتے جو وحی کے خلاف ہو۔ اگر کوئی ایسی بات کبھی نکل بھی جاتی منہ مبارک سے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے تھے جیسا کہ اس سے متعلق میں پچھلے درس میں ایک مثال عرض کر چکا ہوں۔

اب عبادت کس کیفیت سے کی جا سکتی ہے؟ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ۔ دنیا کا مسئلہ بھی آ گیا۔ فرمایا کہ میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اللہ کے سوا کسی کے بندے نہ بنو۔ عبادت کے دو پہلو ہیں۔ نفی ماسوا کی، اثبات رب العالمین کی اطاعت کا۔ ہم سب کلمہ پڑھتے ہیں الحمد للہ۔ کلمہ طیبہ میں کیا ہے؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط کلمہ طیبہ کا پہلا حصہ ہے توحید کا۔ اس میں کیا پڑھتے ہیں؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نفی ماسوا کی، اثبات اللہ تعالیٰ کی ذات کا۔ تو نفی ماسوا کی کب ہو گی؟ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ۔ مغفرت مانگو اپنے رب سے، جو تم نے پہلے شرک کیا، کفر کیا گناہ کیا، اللہ کی نافرمانی کی، تو رب العالمین سے مغفرت کے طلب گار ہو جاؤ۔ خداوند قدوس نے اپنی رحمت کے ساتھ بندوں کو استغفار کا حکم دیا اور جہاں تک میرا حقیر مطالعہ ہے قرآن مجید پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں، اللہ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی جہنم میں نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو جنت میں لے جانا چاہتے ہیں اس لئے جگہ جگہ استغفار کا ذکر فرمایا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ، وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ، وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور فرمایا نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ (الحجر ۴۹، ۵۰) فرمایا میرے بندوں کو خبر کر دیجئے

اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝ کہ میں غفور ہوں (مبالغے کا صیغہ — بہت بخشنے والا) رحیم ہوں (حد سے زیادہ مہربان ہوں) — وَ اَنَّ عَذَابِیۡ ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ ۝ اور یہ بھی بات یاد رکھو میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے لیکن طالب علم حضرات کے لئے میں عرض کرتا ہوں کہ دیکھئے یہاں حالت میں فرمایا! نَبِّیٴۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝ میرے بندوں کو خبر کر دیجئے — عِبَادِیۡ — میرے بندوں کو — عباد میں کون آ گئے؟ کیا یہاں فرمایا نَبِّیٴۡ عِبَادِیَ الصّٰلِحِیۡنَ ؟ (میرے نیک بندوں کو خبر کر دو؟) — عِبَادِیۡ — جن کو میں نے پیدا کیا، جو زمین پر چلنے پھرنے والے ہیں، جو اولادِ آدم ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پہ فرمایا قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝ (الزمر ۵۳) دیکھئے وہاں بھی کیا فرمایا؟ نَبِّیٴۡ عِبَادِیۡ — قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ آپ اعلان کر دیجئے (حضور کو حکم دیا) اے میرے حبیب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ اعلان کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر حد سے زیادہ ظلم کیا ہے، حد سے زیادہ میری نافرمانی کی، میرا کچھ نہیں بگاڑا، اپنا بگاڑا ہے لیکن پھر بھی میرے بندو! یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ، یہ صلہ اور موصول صفت بن گئی موصوف کی۔ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! کیسے بندے ہیں؟ جو کیا ہے جنہوں نے؟

کیسے بندے ؟ جنہوں نے نماز پڑھی ؟ کیسے بندے ؟ جنہوں نے اللہ کا ہر حکم مانا ؟ فرمایا ، نہیں ، عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ ، جنہوں نے اپنے آپ پر بہت زیادتیاں کی ہیں ۔ کیا کہہ دیجئے ؟ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو ۔ تو یہاں بھی فرمایا نَبِّئْ عِبَادِیْ ، میرے بندوں کو خبر کر دیجئے جگا دیجئے میرے بندوں کو ، گناہ کی نیند میں سو رہے ہیں ان کو ذرا جگا دیجئے ، کہہ دیجئے اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ میں تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہوں اور مہربان ہوں ۔ ذرا میری طرف دیکھو تم ۔ یہاں پر صفت بیان کی ۔ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۝

یہاں پر اپنا فعل بیان کیا ۔ فعل میں استمرار نہیں ہوتا ، صفت میں استمرار ہوتا ہے یعنی میں ہر آن ، ہر وقت بخشنے والا ہوں ، کسی بھی وقت تم مجھ سے مانگو ۔ جب تک کہ تم اپنی زندگی سے ناامید نہ ہو جاؤ ۔ جب تک کہ تم میں احساس اور شعور ہو تم چارپائی پر پڑے ہو ، سو سال تک تم نے میری نافرمانی کی لیکن تم نے مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے (ابھی تم اپنی زندگی سے ناامید نہیں تھے) تم نے پڑھ دیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، تمہارے کفر کو معاف کر دوں گا ، تمہارے شرک کو معاف کر دوں گا ، تمہارے سارے گناہوں کو معاف کر دوں گا ۔ کیا معاف نہیں کیا ساحرانِ موسیٰ علیہ السلام کو ؟ فرعون کے جو جادوگر تھے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے آئے ، مقابلے کے لئے پیش ہوئے .... ، مقابلہ کیا بھی اور پھر اپنے ایمان کا اظہار کر دیا ، اللہ نے ان کو قبول نہیں فرمایا ؟

تو یہاں کیا فرمایا؟ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ عبادت کا مفہوم میں عرض کر رہا ہوں، عبادت کے دو پہلو ہیں۔ نفی ماسوا کی، اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ بخشش مانگو اپنے رب سے۔ کس بات کی بخشش طلب کرو؟ جو تم نے خدا کی نافرمانیاں کی ہیں، شرک کیا ہے، کفر کیا ہے، اللہ کی نافرمانی میں تم ملوث ہو تو تم کیا کرو؟ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے رب سے بخشش طلب کرو، ورنہ عذاب کے نیچے پس جاؤ گے۔

غُفران، غ۔ ف۔ ر کا مادہ آتا ہے اس طرح کسی چیز کو ڈھانپ لینا کہ حملہ آور کے حملے سے بچ جائے۔ آج کل تو جنگی حالات بدل گئے ہیں، اب بھی ہیں، ہمارے اکثر جو یہ فوجی بھائی ہیں ان کے سر پر وہ خود ہوتے ہیں، ٹوپیاں ہوتی ہیں لوہے کی، عربی زبان میں کہتے ہیں مِغْفَر۔ مغفر اس ٹوپی کو کہتے ہیں جو انسان کی چوٹی کو، چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے۔ امام الانبیاء کے متعلق آتا ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی غزوۂ اُحد میں اپنے سر مبارک پر مغفر رکھا۔ مغفر اس ٹوپی کو کہتے ہیں، لوہے کی ٹوپی کو، جو پہلے زمانے کی دست بدست جنگوں میں انسان کے سر کو حملہ آور کی تلوار کی زد سے بچا لیتا تھا اُسے کہتے ہیں مغفر۔ تو فرمایا میرے عذاب کے نیچے پس جاؤ گے، ہڈیاں چور چور کر دوں گا، تم استغفار کرو، مغفر پہن لو تم استغفار کا، تم میرے عذاب سے بچ جاؤ گے۔ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔ اور پھر بخشش طلب کرنے کے بعد کیا ہو؟ تم نے یہ تو کر لیا (اللہ مجھے آپ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے، استغفار کی توفیق عطا فرمائے،

مہینہ آرہا ہے رمضان المبارک کا)

وہ ایک مذاقیہ سی بات ہے۔ رمضان المبارک کا آخری جو جمعہ ہوتا ہے اسے کہتے ہیں جمعۃ الوداع اُس روز انگریز کے زمانے میں چھٹی ہوتی تھی، اب بھی چھٹی ہوتی ہے۔ تو جمعے کے دن خیراب تو کوئی نہیں روتا، پہلے وقتوں میں امام صاحبان بھی رویا کرتے تھے اور مقتدی بھی۔۔۔ درد ہوتا تھا کہ رمضان شریف جارہا ہے۔ اب تو رونے کا نام ونشان ہی باقی نہیں رہا، اب تو ہم نے سب سامان ہنسنے کے بنا لئے ہیں حالانکہ قرآن فرماتا ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا (التوبہ ع۸۲)۔ او اللہ کے بندو! تھوڑا ہنسا کرو، رویا زیادہ کرو، تاکہ تم میرے عذاب کی گرفت سے بچ جاؤ۔ تو پہلے زمانے میں آئمہ حضرات، خطباء آخری جمعۃ الوداع کے خطبے کے موقعے پر رویا بھی کرتے تھے اور لوگوں کو بھی رُلایا کرتے تھے۔ اب مولوی کا دل بھی سخت ہوگیا ہے، آپ کا دل بھی سخت ہوگیا ہے۔ کیونکہ مولوی بھی تنخواہ آپ سے لیتا ہے۔ آپ کا جیسے دل سخت ہے، ہمارا بھی سخت ہے۔ آپ کا نرم ہوگیا تو ہمارا بھی نرم ہوجائے گا۔ تو ایک مولوی صاحب تھے وہ جمعۃ الوداع کے دن رو رہے تھے تو ایک مقتدی جو بڑا مسخرہ قسم کا تھا اُس نے کہا "اُستاد جی روتے کیوں ہیں؟ یہ گیارہ مہینے گذر جائیں گے تو پھر آجائے گا، روئیے نہیں، اتنا دُور نہیں جاتا"۔ تو اب رمضان پھر آگیا۔ درخواست کرتا ہوں آپ تو اللہ کے نیک بندے ہیں اور اس نیکی کی نشانی یہ ہے کہ آپ درسِ قرآن سننے کے لئے تشریف لا رہے ہیں، آپ اللہ کے نیک بندے ہیں پھر بھی میں درخواست کرتا ہوں کہ اس مہینے

کو پوری عزت کے ساتھ قبول کیجئے، اس مہینے کو پورے احترام کے ساتھ قبول کیجئے۔ ہمارا بال بال گناہوں میں غرق ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو ہمارے لئے رحمت بنا کر بھیجا شَھْرُ الرَّحْمَۃِ شَھْرُ الْمَغْفِرَۃِ شَھْرُ الْغُفْرَان بخششوں کا مہینہ، رحمتوں کا مہینہ، اللہ کی رضا مندی کا مہینہ۔

پچھلے سال رمضان المبارک سے دو تین دن پہلے میرے پاس ایک دوست آئے ہمارے اپنے علاقے کے، عامی تھے، لکھے پڑھے نہیں تھے لیکن مجھ سے بہتر تھے صبح کا وقت تھا تو میں نے حسب معمول اُن کے لئے گھر سے چائے منگوائی جب چائے پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا تو روزہ ہے۔ تو میں نے کہا ابھی تو دو دن باقی ہیں، آپ نے ابھی سے شروع کر دیا؟ فرمانے لگے "قاضی صاحب! روزہ مہمان ہے، استقبال تو کرنا چاہیے" اُس کی اس بات نے مجھے مٹی کر دیا۔ میں نے کہا میں عالم بنا پھرتا ہوں اور میرا یہ حال ہے اور اس عامی کا یہ حال ہے، یہ ہی تو مجھ عالم سے ہزار درجے بہتر ہے کہ جو اللہ کی بات کی حکمت سمجھ گیا کہ رمضان اللہ کا مہمان ہے اس کا استقبال کیا جائے، اس لئے میں نے روزہ پہلے شروع کر دیا۔ (اللہ مجھے آپ کو بھی اللہ کی عبادتوں کے استقبال کی توفیق عطا فرمائے)

فرمایا اذان ہو تو مسجد میں پہنچو، نماز کا استقبال کرو، ہم اس وقت پہنچتے ہیں گھڑی دیکھتے رہتے ہیں کہ خطبے پر مولوی صاحب کھڑے ہوں گے، فٹ پہنچتے ہیں، پہلے نہیں پہنچتے مسجد میں۔ ہم کیا فکر کرتے ہیں؟ حالانکہ مسجد میں جانا اللہ کے گھر میں پہنچنا ہے میرے بزرگو! اللہ کے گھر اللہ کی رحمتوں کے خزانے ہیں، اللہ کی رحمتوں کے باغات ہیں۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا اللہ ارشاد فرماتے ہیں وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ

اپنے رب سے، (سبحان اللہ بڑا پیارا لفظ فرمایا) اِسْتَغْفِرُوا اللہ
نہیں فرمایا، اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ، جس نے تجھے پالا ہے اس سے بخشش مانگو
- بھائی پالنے والا مہربان ہوتا ہے کہ ظالم ہوتا ہے؟ مہربان ہوتا ہے - ماں
مہربان ہے کہ ظالم ہے؟ باپ مہربان ہے کہ ظالم ہے؟ فرمایا تمہیں میں پالتا ہوں
تم مجھے اچھے لگتے ہو، تم میرے بندے ہو تم کو میں نے اپنی رحمت کے صلے میں
پیدا کیا، تم میری رحمت کے پرتو ہو، تم میرے قریب آجاؤ، مجھ سے بھاگو
مت - اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ، بخششیں مانگو اپنے پالنے والے سے -
پہلے گناہوں سے مغفرت طلب کرو - اب تمہارا کپڑا تو دھل گیا لیکن کپڑا خالی
سفید ہو تو کچھ مزا نہیں کرتا، کچھ بیل بوٹے بھی ڈالو اس پر -

ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْہِ، پھر اللہ کی طرف توبہ کرو - توبہ کا معنی کیا ہے؟
یہ ثُمَّ واؤ کے معنے میں آتا ہے - استغفار بھی کرو، توبہ بھی کرو - دونوں میں
فرق ہے اگرچہ ہماری بولی میں دونوں ایک ہیں - استغفار کا معنی؟ یا اللہ
جو گناہ ہم نے کیئے ہیں ہم اُن سے توبہ کرتے ہیں، تیری بخشش مانگتے ہیں اور
آئندہ کے لیئے تیری اطاعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں - وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا ۝ (الفرقان ع۶) توبہ کسے کہتے ہیں؟
توبہ کہتے ہیں قدم اٹھانے کو، لوٹنے کو، جس طرف ہم جا رہے تھے ہم اُدھر سے
لوٹ آئے، جتنا قدم اُٹھایا، اللہ! تو ہمیں معاف کر دے، اب ہم لوٹتے
ہیں تیری نافرمانی سے تیری اطاعت کی طرف - ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْہِ پھر لوٹو
تم اللہ کی طرف اعمال صالحہ کے ساتھ - پچھلے گناہوں کی معافیاں مانگو،

شرک و کفر کی معافیاں مانگو اور پھر اس کے بعد؟ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ، پھر اللہ کی طرف لوٹو۔ صحابۂ کرام نے استغفار کی، پھر توبہ بھی کی۔ صحابہ کے حالات موجود ہیں۔ استغفار کی، پھر توبہ بھی کی دونوں باتیں کیں۔ شرک سے توبہ کی، پھر زندگیاں اسلام پر لگا دیں۔ پھر توبہ بھی کی ہے توبہ، شرک سے استغفار کیا، کفر سے استغفار کیا، محمد رسول اللہ کی نافرمانی سے استغفار کیا، پھر زندگیاں ختم کر دیں اپنی توبہ کرتے کرتے۔ توبہ کا معنی؟ لوٹنا، رجوع کرنا۔

پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ "یا اللہ اگر ہم نے گناہوں کی معافیاں تجھ سے مانگ لیں، تیری عبادت کی طرف قدم اٹھایا تو اللہ! ہماری دنیاوی زندگی کا کیا بنے گا؟" فرمایا" دنیاوی زندگی؟ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی، فرمایا میرے بندے! مجھ پہ یقین رکھ رب میں ہوں کوئی اور ہے؟ اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ سے بات چلتی ہے۔ تم اپنے رب، اپنے پالنے والے سے بخشش مانگو، تو تم جب اپنے پالنے والے سے بخشش مانگو گے تو تم سوچو سہی پہلے کس نے پالا؟ پہلے تم نے اپنے آپ کو پالا؟ ؎

آں خداوندے کہ فردا جہاں دہد ۔۔۔ غم مخور آخر کہ آب و ناں دہد

شیخ عطار فرماتے ہیں جو اللہ تجھے کل جان دے گا، کھانا نہیں دے گا؟ بھائی روٹی مہنگی ہے کہ زندگی مہنگی ہے؟ اگر ایک انسان بہت بھی کھائے، آج کل تو کھانے پینے کا زمانہ ہے۔ وہ ڈارون کی ایک تھیوری ہے

کہ آخر زمانے میں انسان کا سر جو ہے یہ بالکل چھوٹا ہو جائے گا جیسے لٹو ہوتا ہے اور پیٹ بڑھتے بڑھتے مٹکا بن جائے گا۔ میرا خیال ہے ڈارون سمجھا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر زمانے میں دماغی کام تھوڑے ہو جائیں گے اور پیٹ کے کام بڑھ جائیں گے۔ جیسے آج ہم سوچتے کم ہیں کھاتے زیادہ ہیں۔ چھ دفعہ، سات دفعہ، آٹھ دفعہ اور سارا سارا دن ہی کھاتے رہتے ہیں۔ ہم ایسے کھانے کی طرف مائل ہو گئے کہ ہر وقت ہی ہم کھاتے رہتے ہیں۔ تو میرے بھائی اگر ایک آدمی دن میں بہت زیادہ بھی کھائے تو بیس روپے کھائے گا، چلو تیس کھالے گا (ڈی اے ڈی اے کا طریقہ تو ہمیں آتا ہی ہے) تیس کھالے گا، چلو جی چالیس کھالے گا، اچھا بھائی چلو پچاس ہی کھالے گا۔ ٹھیک ہے۔ ایک آدمی کی روزانہ خوراک کا خرچ پچاس آپ لگالیں لیکن میرے بزرگو جب موت کا وقت آتا ہے اُس کی موت مقرّر ہے من جانب اللہ پختہ چالان کٹ چکا ہے کہ اس کی موت دس بج کر چھ منٹ پر ہوگی، وہ کہتا ہے جی مجھ سے یہ سارے ڈی اے ڈی بھی لے لو میری ساری جائداد لے لو، میرا سارا کتب خانہ لے لو، میرے سارے طیبت مرتبے لے لو، یہ کاریں واریں سب لے لو مجھے گیارہ بجے مارو، میرا بیٹا کراچی سے چل پڑا ہے، ابھی ٹیلیفون آیا ہے مجھے دیکھ لے۔ یہ منٹ مل سکتے ہیں؟ نہیں مل سکتے، فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (نحل ع ۶۱) جب وقت آجاتا ہے نہ آگے ہوتا ہے نہ پیچھے ہوتا ہے تو جو اللہ مجھے جان دے گا، جو رب مجھے جان دے گا وہ اللہ مجھے پچاس تیس روپے کی روٹی نہ دے گا؟ آج

میں نے پچاس کے لئے رب کو بھلا دیا۔ فرمایا میں تیرا رب ہوں۔ تجھے آج تک پالا ہے کہ نہیں پالا ؟ سچی بات ہے میرے بھائیو! مجھے کس نے پالا ؟ اللہ نے۔ آپ کو کون پالتا ہے ؟ اللہ۔ کسی کی طاقت ہے کوئی اپنے آپ کو پالے ؟ کہاں ہیں ہمارے علم و فن اور ہنر ؟ اللہ تعالیٰ چاہے پاگل بنادے، کہاں سے کمائے گا ؟ اللہ آنکھیں سلب کرلے، اندھا ہو جائے، کہاں سے کمائے گا ؟ اللہ لقوہ کردے، فالج کردے، کہاں سے کمائے گا ؟ (اللہ بیماروں کو شفا دے اور بیماریوں سے مجھے آپ کو بچائے)۔ تو جس اللہ نے جان دی وہ روٹی نہیں دے گا ؟ فرمایا اس لئے مجھ پر یقین کرو، میں تیرا رب ہوں۔ ابھی تو تو ماں کے رحم میں ہوتا ہے باہر نکلنے سے پہلے میں تیرے لئے دودھ پیدا کردیتا ہوں، اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۙ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۚ (البلد ۸تا۱۰) فرمایا او بے وفا انسان! او مکار دھوکے باز، روٹی کے لئے مجھے ناراض کرنے والے! اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۙ تیری آنکھیں کس نے بنائیں ؟ وَلِسَانًا، تیری زبان کس نے بنائی ؟ وَشَفَتَیْنِ ۙ تیرے ہونٹ کس نے بنائے ؟ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۙ اور تیرے پیدا ہوتے ہی تیری رہنمائی تیری ماں کی چھاتیوں کی طرف کس نے کی ؟ تو کون سا ڈپلومہ لے کر آیا کہ ماں کی چھاتیوں سے دودھ پی رہا ہے ؟ کس نے وہاں پر ملیں اور کارخانے لگائے ؟ کس نے وہاں پر فیکٹریاں لگائیں ؟ میں تیرا رب ہوں ؟ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ (الانعام ۱۰۲) میں تیرا رب ہوں، وہاں بھی رب، اب بھی رب، بعد میں بھی رب،

تو فرمایا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ، اپنے پالنے والے سے اپنے گناہوں کی

مغفرت پناہ اُس کے عذاب سے بچنے کے لئے سر پر مغفر پہن لو، اور وہ مغفر کون سا ہے؟ اللہ کے سامنے جھک جانا گناہوں کی معافیوں کے لئے اپنے دامن کو بچھا دینا۔ اللہ تعالیٰ گنہگار کو قریب کرتے ہیں حقیقت ہے اللہ تعالیٰ گنہگار کو قریب کرتے ہیں اور گنہگار کی توبہ سے خوش ہوتے ہیں (اللہ مجھے آپ کو استغفار کی توفیق عطا فرمائے)

حضور انور فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضورؐ نے ایک مثال دی۔ آپؐ فرماتے ہیں دیکھئے، بتائیے، ایک آدمی جب سفر میں جا رہا ہو، اونٹنی پر وہ سوار ہو، اونٹنی پر اس کا کھانا بھی ہو، اس کا پانی بھی ہو، صحرائی مسافر ہو، کئی کئی میل تک کھانا پانی نہ ملتا ہو اور وہ کہیں سستانے کے لئے کسی پودے کے نیچے کسی پیڑ کے نیچے بیٹھ گیا، لیٹ گیا، اونٹنی کو بٹھا دیا، سو گیا ہے گہری نیند، لیکن جب وہ اٹھا، نیند سے جاگا، دیکھتا ہے کہ اونٹنی غائب ہے سخت دھوپ ہے، اس کے پاس کوئی طاقت نہیں کہ اونٹنی کو ڈھونڈے، باہر نہیں نکل سکتا، اب یہ کتنا پریشان ہوگا؟ کہ یا اللہ اونٹنی بھی چلی گئی، کھانا بھی چلا گیا، پانی بھی چلا گیا، کوسوں تک دھوپ ہے، ریت ہے، سفر ہے لیکن تھوڑی دیر گذرتی ہے وہ پھر ذرا اونگھ میں ہوتا ہے، دیکھتا ہے کہ وہی اونٹنی اپنے سازوسامان کے ساتھ اس کے پاس بیٹھی ہے۔ فرمایا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ بندہ کتنا خوش ہوگا؟ کہ جس کی گم شدہ متاع ایسی متاع جو اس کی موت کا سبب ہو سکتی تھی وہ اس کے قدموں میں خود بخود آ پہنچی لَلّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ، (اسم تفضیل کا صیغہ

لامِ تاکیدیہ) فرمایا امام الانبیاء نے یقین سمجھو کہ حبیب اللہ کا بندہ خدا کے حضور توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ تو عرض کر رہا ہوں کہ استغفار کا مہینہ آرہا ہے۔ فرمایا یُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا ، ترجمہ کہا، میں تجھے حلال کی روزی دوں گا یُمَتِّعْكُم سامان دے گا تمہیں، زندگی کے اسباب دے گا تمہیں۔ مَتَاعًا حَسَنًا ، بہترین سامان، پاکیزگی کے سامان۔ دال دوں گا۔ لیکن دال کھانے سے ولایت دوں گا۔ دال کھاؤ گے پانچ نمازیں نصیب ہوجائیں گی۔ دال کھاؤ گے ذکرِ اللہ کی لذت آئے گی۔ اور اگر میری بغاوت کی پلاؤ زردہ کھاؤ گے، پیشانی کو نہیں جھکنے دوں گا۔ مَتَاعًا حَسَنًا کون سی چیز ہے؟ جس نے مالک سے بھگا دیا؟ یا وہ چیز ہے جس نے مالک کے حضور پہنچا دیا؟ وہ متاعِ حسنہ ہے؟ یُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا۔ (میں پلاؤ زردے کے مخالف نہیں ہوں، کہیں دعوت پر بلائیں تو نہ کھلائیں کہ یہ دال کہتا ہے۔ نہیں یہ مطلب نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے) کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ قاضی صاحب نے کہا ہے دال۔ نہیں نہیں یہ مطلب نہیں ہے، پلاؤ زردے والے بھی خدا کے آگے جھکتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں، یہاں بھی بیٹھے ہیں، یہ تم سب نہیں پلاؤ زردہ کھانے والے؟ سب مولوی تھوڑے ہی ہو، میں جانتا ہوں اس میں بڑے بڑے آفیسر ہیں، اللہ ان کے نورِ ایمان کو اور ترقی دے۔ اللہ ان کے اعمالِ صالحہ میں برکت پیدا فرمائے۔ یہ پلاؤ زردے کھانے والے، کاروں میں پھرنے والے اللہ تعالیٰ کے حضور باادب بیٹھے ہوئے بھی ہیں تاقرآن سننے کے لئے! ہمارے پاس کیا طاقت تھی؟ یہ قرآن کے شیدائی ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

قرآنی سائے میں مجھے ان کو جگہ عطا فرمائے اور محمد رسول اللہ کی شفاعت ہم سب کو نصیب فرمائے۔

نیلا ڈز دے سے اللہ تعالیٰ خفا نہیں، وہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔ میں ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ حرام کمایا پیٹ کے لئے اور اس پیٹ نے خدا سے بھلا دیا۔ حلال حاصل کیا تھوڑا، خدا کے قریب بن گیا، یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا۔ تو متاعِ حسنہ کیا ہے؟ اچھا سامان جو مجھے نصیب ہو گیا، میرے بیوی بچوں کو نصیب ہو گیا، میرے گھر والوں کو نصیب ہو گیا جس سے میں نے حج کر لیا جس سے میں نے مسجدیں بنا دیں، جس سے میں نے اپنے بیوی بچوں کو حلال کا رزق پہنچا دیا، خدا کے نام پر دے دیا، میرے مرنے کے بعد میری قبر منور ہو گئی (اللہ آپ کی ہم سب کی قبروں کو منور فرمائے) قیامت منور ہو گئی۔ وہ متاعِ حسنہ ہے؟ یا یہ متاعِ حسنہ ہے کہ دنیا میں بھی ذلیل، قبر میں بھی ذلیل، قیامت میں بھی ذلیل، - اور فرمایا کہ دیکھو میرے پاس ایک میٹر ہے یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی - وقت مقرر تک تم نے دنیا میں رہنا ہے۔ تمہارے لئے میری تعلیمات ہیں استغفار اور توبہ تمہاری زندگی کی متاعِ حسنہ کا سامان ہے محنت بھی کرو، مزدوری بھی کرو، مشقت بھی کرو، سب کچھ کرو لیکن استغفار اور توبہ کو نہ چھوڑو - یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا

آگے میں ترجمہ کرتا ہوں وقت تھوڑا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نشست میں رب العالمین کو منظور ہوا تو اسی پر میں عرض کروں گا۔ وَیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ط اور دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر اُس انسان کو جو اللہ کی عبادت

بڑھ کر کرے بڑھ کر جزاء جتنی عبادت کرے گا، جزاء زیادہ دوں گا۔ پانچ نمازیں پڑھے گا، پانچ کا ثواب دوں گا، نوافل پڑھے گا، ساتھ اور بڑھا دوں گا، اشراق پڑھے گا، ساتھ اور بڑھا دوں گا، تہجد پڑھے گا، ساتھ اور بڑھا دوں گا، زکوٰۃ دے گا، اتنی جزاء لیکن ساتھ صدقات دے گا، اور دوں گا میرے ہاں رحمت ہی رحمت ہے، شفقت ہی شفقت ہے، فضل ہی فضل ہے ـــــ وَاِنْ تَوَلَّوْا، اگر تم پھر جاؤ گے میری بات سننے سے امام الانبیاء نے فرمایا کہ بتا دیجئے ان دنیا والوں سے وَاِنْ تَوَلَّوْا، اگر تم بیٹھ دے جاؤ گے، میری بات نہ مانو گے، تو میرا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ o تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ تم اس بڑے دن کے عذاب میں نہ پھنس جاؤ۔ جو بہت بڑا دن ہے وہ کبھی نہیں ختم ہو گا۔ فرمایا میں شفقت کے ساتھ تمہیں سمجھاتا ہوں، میں رحیم نبی ہوں لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ o (التوبۃ ع ۱۲۸) میں رأفت کے ساتھ، شفقت کے ساتھ تمہیں سمجھاتا ہوں دنیا والو! میں حریص ہوں میں چاہتا ہوں کوئی متنفس، کوئی انسان جہنم میں نہ جائے۔ اس لئے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم استغفار کرو، گناہوں سے معافی مانگو، خداوند قدوس سے اپنے گناہوں کی اور پھر توبہ کرو، اپنے قدم عمل کی طرف اٹھاؤ۔ تمہاری دنیا بھی بہتر ہو جائے گی اور تمہاری قیامت بھی بہتر ہو جائے گی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)
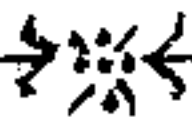
دوسرا درسِ قرآن کریم

منعقدہ ۱۴ ر رمضان المبارک - ۱۷ ر دسمبر ۱۹۶۷ء

اس درس کریم میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آگئے ہیں :-

(۱) قرآنی دعوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاتی ہے کاٹتی نہیں ۔
(۲) تقویٰ سے رزق کی فراوانی بھی ہوتی ہے ۔
(۳) صرف سفر شروع کرنے سے دینی برکات کا نزول
(۴) تشریع میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحیمی اور کریمی کا ظہور ہے ۔
(۵) موجودہ معاشرہ کی قباحت پر تبصرہ
(۶) شرِ قلیل کا جواز برائے خیرِ کثیر
(۷) ذکرِ لسانی کی حکمت اور افضلیت
(۸) سیرت نبوی کا ازدواجی پہلو
(۹) نماز تہجد کی برکات

واللہ الموفق

سورۃ ہود

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ آج ایسے بابرکت مہینے میں اس نے سب مجھے اور آپ کو قرآن مجید سننے اور سنانے کے لئے جمع کیا۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ رمضان میں قرآن مجید کا نزول ہوا اور یہ مہینہ مغفرتوں کا، بخششوں کا مہینہ ہے۔ آج کل دوسرا عشرہ شروع ہے رمضان المبارک کی چودہ تاریخ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ پہلے عشرہ میں انسانوں کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں اور دوسرے دس دنوں میں رحمتوں کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے

شروع ہو جاتا ہے اور تیسرے عشرے میں حضور کا ارشاد ہے عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ جہنم سے آزادی کے پروانے ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو یہ دوسرا عشرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کی برکات سے مجھے اور آپ کو بھی نوازے۔ تو اس دوسرے عشرے میں قرآن مجید کا یہ درس ہونا بذاتِ خود رحمتوں کا نزول ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور رحمۃ للمومنین ہے اور پھر ساتھ ہی پروگرام کے ماتحت انشاء اللہ ابھی درسِ حدیث بھی ہوگا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ اقدس جو رحمۃ للعالمین ہیں، یہ ساری کی ساری الٰہی برکات ہیں جو جس کو مل جائیں وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھے۔ اللہ مجھے آپ کو اِس سعادت کی جو روحانی برکات ہیں وہ نصیب فرمائے۔

آج سورتِ ہُود کی چوتھی پانچویں اور چھٹی آیات کی تلاوت کی گئی ہے پہلی آیتِ کریمہ میں ربّ العالمین نے اپنے بندوں سے خطاب فرمایا لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور پھر ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ، اللہ سے اپنے پچھلے گناہوں کی معافیاں چاہو، مغفرت کی طرف کوٹو اور ربّ العالمین کی طرف قدم اٹھاؤ اللہ تمہاری زندگی کو بہتر فرما دیں گے اور تمہاری قیامت کو بھی بہتر فرما دیں گے۔

آیت نمبر ۴ میں ارشاد فرمایا کہ تم ان باتوں کو معمولی مت سمجھو، تمہارا اگر یہ خیال ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اگر ٹال دیں گے یا اس طرف توجہ نہ کریں گے تو ہمارا کیا بگڑ جائے گا۔ فرمایا اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ، تمہارا لوٹنا انجام کار

اللہ کی طرف ہے۔ دُنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو اپنے وجود کو باقی رکھ سکے۔ ہر انسان خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، کائنات کا ذرّہ ذرّہ، یہ ساری کائنات میرے بزرگو! ارض و سما شمس و قمر، جو کچھ ہم دیکھتے ہیں یا ہمیں نظر نہیں آتیں۔ بڑی سے بڑی طاقتیں، بڑے سے بڑے پہاڑ، بڑے سے بڑے دریا اور سمندر، یہ سارے کے سارے حکم الٰہی کے منتظر اور حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ اللہ جو کچھ چاہیں وہ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی روکنے والا نہیں۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ (الرعد ۴۱) اللہ کے حکموں پر کسی کی کوئی اپیل نہیں، نالش نہیں، جو اللہ چاہیں کر لیتے ہیں تو فرمایا میری بہت بڑی طاقت ہے۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ، انجام کار تم سب نے اللہ ہی کی طرف آنا ہے۔ جب تم یہ جانتے ہو کہ انجام تمہارا یہی ہے کہ تم اللہ کے حضور پیش ہو گے تو اُس وقت سے پہلے ہی کیوں نہ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کر دو، اپنا تعلق خداوندِ قدوس کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرو تاکہ جب تمہاری ملاقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ تم سے تمہارا حساب و کتاب پوچھیں، تمہاری زندگی کے ادوار کے متعلق، حالات کے متعلق، تمہارے اعمال کا محاسبہ شروع ہو تو اس سے پہلے تم نے جب خداوند تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کیا ہوگا تو یہ تعلق تمہیں وہاں پر کام آئے گا۔

میرے بھائیو! یہ جو ہماری عبادات ہیں یہ تعلق جوڑنے کے لئے ہیں گزشتہ درس میں اور اس سے پہلے بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی کے ساتھ، اپنی رحیمی کے ساتھ ہم جیسے گنہگاروں کو، بڑے بڑے مجرموں کو اپنے ساتھ جوڑنے کے لئے ہدایات بھیجی ہیں۔ قرآن مجید جوڑنے کے لئے

اس لئے سارے انسانوں کو بھی دعوت دی یٰاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو۔ اہل کتاب کو فرمایا یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ کافروں کے متعلق بھی خطاب فرمایا۔ کس لئے؟ کہ کسی بھی حالت میں تم کیوں نہیں ہو، تم اگر میری طرف لوٹو گے تو میں تم کو قبول کروں گا۔ اس لئے توبہ موت تک قبول ہوتی ہے۔

علم کلام کا مسئلہ ہے اور قرآن مجید میں بھی فرمایا کہ جب تک انسان کو اپنی موت کا یقین نہ ہو جائے، حالات بدل نہ جائیں، زندگی سے مایوسی نہ ہو جائے، عذاب کا مشاہدہ نہ شروع ہو جائے اس وقت تک بندہ اگر توبہ کرے اللہ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں۔ کفر جیسی چیز کو معاف کر دیتے ہیں، شرک کو معاف کر دیتے ہیں۔ انسان کی زندگی جب تک باقی ہے اس کو اپنی زندگی پر ناز اور گھمنڈ ہے، اس وقت اگر خدا کی طرف رجوع کرے گا تو وہ اللہ کا بہت ہی مقرّب اور قریب ہو جائے گا۔ اسی لئے میرے بزرگو! اللہ نے یہ ایسا نظام عبادت کا بنا دیا کہ بندہ خداوند تعالیٰ سے ٹوٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑتا ہی رہے۔

دیکھئے حکم فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ ــــ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے۔ کیا مطلب۔ کہ روٹی کھانے کے لئے بیٹھے تو بسم اللہ کہے، پانی پیئے تو بسم اللہ کہے، کپڑے پہنے تو بسم اللہ کہے، دنیا کا کوئی صحیح جائز کام کرے تو بسم اللہ کہے تاکہ اس کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ میرا تعلق میرے اللہ کے ساتھ ہے وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ (نحل ع۷ ۵۳) یہ جتنی نعمتیں ہیں ساری کی

ساری مجھے میرے اللہ نے عطا کی ہیں اور بسم اللہ یعنی اللہ کے نام میں اتنی قوت ہے میرے بزرگو کہ جس چکّر میں آج ہم پڑے ہیں یہ دُنیا کا چکّر، (اللہ مجھے آپ کو دنیا کے چکروں سے نکال کر اپنے ساتھ لگائے اور اپنی رحمتوں کے ساتھ نوازے) کہ ہم اس پیٹ کے مسئلے میں بہت بُری طرح پِس چکے ہیں۔ یعنی جو کبھی کبھی یہ عرض کیا جاتا ہے کہ ہم پیٹ کے مسئلے میں پھنسے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم محنت نہ کریں۔ نہیں محنت کی جائے، مشقّت کی جائے لیکن دست بکار دل بیار پر عمل رہے۔ ہاتھ سے کام کرے اور دل کا تعلّق اللہ کی ذات کے ساتھ رکھے۔ ہاتھ جو بیہودہ کام کر رہا ہے اور دل اللہ کی یاد میں مصروف رہے تو اس سے اللہ تعالیٰ مشکلات آسان کر دیتے ہیں۔ یہ دنیا کا اتنا لمبا چکّر نہیں ہے جو ہم نے اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔ ابھی آیت آنے والی ہے اللہ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہارا رزّاق ہوں، تم محنت بھی میرے حکم کے ماتحت کرو، یہ موسم، یہ پھل، یہ رزق، یہ غلّے، یہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو سب کے سب میرے حکم کے تابع ہیں، میں کبھی کبھی بلا اسباب کے بھی پیدا کر دیتا ہوں۔ حضرت مریمؑ کی کرامت سورت آل عمران میں موجود ہے کہ گرمیوں میں آپؑ کو سردی کے پھل ملتے تھے، سردیوں میں آپؑ کو گرمی کے پھل ملتے تھے۔ خود ہمارے مسلمانوں میں، اُمّتِ محمّدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام میں ایسے اہل اللہ کا وجود پہلے بھی رہا ہے، اب بھی ہے۔ امام ماتُریدی رحمتہ اللہ علیہ (ہم ماتُریدی ہیں عشری ماتُریدی، عقائد کے اعتبار سے) ماترید ایک محلّہ ہے سمرقند کا، وہاں کے تھے امام محمد ماتریدی رحمتہ اللہ علیہ۔ چوتھی صدی ہجری میں آپؒ کا وصال ہوا،

قرآن مجید کی آپ نے تفسیر لکھی۔ بہت بڑے عالم دین اور اللہ والے تھے۔ ان کی بسر اوقات صرف ایک باغ پہ ہوتی تھی، اپنا ایک چھوٹا سا باغ تھا اس باغ کو اپنے ہاتھ سے بوتے تھے اور اس میں سے جو کچھ ملتا تھا خود بھی کھاتے تھے اور اپنے مہمانوں کو، طلباء کو بھی کھلایا کرتے تھے۔ اُن کے باغ کی ایک عجیب کیفیت تھی (اُن کے حالات میں ہے تاریخ سمرقند میں ان کے حالات میں میں نے پڑھا ہے) کہ گرمی کے موسم میں سردی کے پھل مل جاتے تھے، سردی کے موسم میں گرمی کے پھل مل جاتے تھے۔ اُن کے باغ میں کسی وقت کوئی میوہ اس علاقے کا اگر آپ تلاش کرنا چاہیں تو وہ مل جاتا تھا۔ تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا کیفیت ہے؟ آپ زراعت کے ماہر نہیں ہیں، نہ آپ نے کوئی ایسا فن سیکھا ہے ہماری طرح آپ زمینداری کرتے ہیں، یہ کیا کیفیت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں صرف ایک بات بتا دوں اور یہی میرے پاس تجربہ ہے یہی میرے پاس ایک نسخہ ہے، یہی میرا عمل ہے کہ ہمیشہ بیج، ہر چیز کا بیج، دائیں ہاتھ سے بوتا ہوں اور میں تمہیں یقین کے ساتھ یہ کہتا ہوں، اگر میں قسم کھاؤں تو حانث نہ ہوں گا، میں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ کبھی کوئی گناہ نہیں کیا، اللہ نے میرے دائیں ہاتھ میں برکت رکھ دی ہے کہ جو بیج میں بوتا ہوں اُگ ہو جاتا ہے۔

تو یہ موسم، یہ وقت، میرے بزرگو! یہ سب کے سب خداوند قدوس کے تابع ہیں اللہ اگر نہ چاہے تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ جو مشہور فارسی کا شعر ہے ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

خواہ یہ معاملہ ہوا یا نہیں ہوا لیکن بات ہے۔ یعنی اللہ نہ دے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ دے تو بلا اسباب کے بھی سب کچھ بن سکتا ہے تو یہاں فرمایا اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ تم سب نے خدا کی طرف لوٹنا ہے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا تعلق میرے ساتھ رہے۔ تو اس ضمن میں میں عرض کر رہا تھا کہ اسلام کا جو نظامِ حیات ہے میرے بھائیو اُس پر اگر ہم ایک ہفتہ بھی چلیں تو دل میں کچھ نہ کچھ خدا کے ساتھ ربط پیدا ہو جائے گا۔ پانی پئیں تو بسم اللہ کہہ دیں کھانا کھائیں تو بسم اللہ کہہ دیں، کپڑا پہنیں تو بسم اللہ کہہ دیں، اگر کوئی حکیم ہے کوئی ڈاکٹر ہے کسی بیمار کا علاج کرے بسم اللہ کہہ دے، کوئی کام کرے بسم اللہ کہہ دے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارا سارا نظام ہی یہ بنایا گیا۔ فرمایا جب تم کسی سواری پر سوار ہو تو کیا کہو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (ھود ع ۴) اور سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (الزخرف ع ۱۲) رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ (المومنون ع ۲۹) دیکھئے یہ دعائیں قرآن میں آتی ہیں۔ یعنی قرآن مجید کے متعلق ہمارا تو یہ تصور ہے کوئی کہہ دیتا ہے کہ جی یہ تصوف کی کتاب ہے، کوئی کہہ دیتا ہے یہ سائنس کی کتاب ہے، کوئی کہتا ہے یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور قرآن پر "ریسرچ" سب اپنے اپنے ذہن کے مطابق کرتے ہیں،

حالانکہ قرآن مجید هُدًى لِّلنَّاسِ ساری کائنات کے لئے ہدایت اور رحمت ہے، دو عالم کے لئے اس میں راہ نجات ہے۔ سب کچھ قرآن مجید میں ہے جس سے انسان کی زندگی بہتر ہو سکتی ہے جس سے انسان کی قیامت بہتر ہو سکتی ہے۔

ابھی جو میں نے تین آیتیں پڑھی ہیں ان تینوں کا تعلق ہمارے سفر کے ساتھ ہے اگر ہم گھر سے چلے دفتر کے لئے تو یہ بھی ایک سفر ہے۔ تو فرمایا کہ اس میں بھی مجھے نہ بھول۔ جب تو اپنی سائیکل پر چڑھنے لگے کار پر چڑھنے لگے، گھوڑے پر چڑھنے لگے، تانگے پر چڑھنے لگے، تو کیا کہہ زبان سے؟ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ ہی کے نام سے یہ میری گاڑی چلے گی، اللہ کے نام سے میری گاڑی ٹھہرے گی، اللہ نے چلایا تو چلے گی، اللہ نے نہ چلایا تو نہ چلے گی۔ ابھی دیکھئے کل پرسوں ساہیوال کے قریب ایکسیڈنٹ ہوا بسوں کا، اللہ ان بچاروں کو جنت نصیب فرمائے، ان مرحومین کے ورثاء کو اس صدمے کے برداشت کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور ان کو اجر نصیب فرمائے۔ کیا خیال ہے جناب کا ان دونوں نے بسوں میں ٹکریں جان بوجھ کر ماری ہیں؟ یہ دو تو کوئی اندھے تھے؟ پاگل تھے؟ دیوانے تھے؟ یا سڑک بہت تنگ تھی؟ کیا تھا؟ یہ تو جیسے ہم باتیں کرتے رہتے ہیں، تحقیقات ہوتی رہتی ہے حادثے کی تحقیقات کیا ہیں؟ اللہ کا حکم تھا، خداوند قدوس نے یوں فیصلہ فرمایا تھا بس وہ فیصلہ ہو گیا۔

تو فرمایا کہ دیکھ تُو اپنے آپ پر گھمنڈ اور ناز نہ کر، تُو کیا بلا ہے؟ میں چاہوں تو تیرے اپنے ہاتھ سے تیری زندگی کو ختم کر دوں۔ اس لئے فرمایا کہ تھوڑے سے سفر میں بھی مجھے یاد کر بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ھود ۴۱) میں اللہ کا نام لے کر اسے چلاتا ہوں۔ اللہ کے نام سے یہ چلے گی۔ اللہ کے نام سے یہ ٹھہرے گی۔ کیوں؟ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سبحان اللہ) اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اللہ مجھے آپ کو قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، بڑی پیاری کتاب ہے، اللہ کا کلام ہے، بلاغت فصاحت اور روحانیات کا مجمع ہے قرآن مجید) یہ نہیں فرمایا اِنَّ رَبِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ یا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ فرمایا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ بے شک میرا پالنے والا بڑا مہربان ہے، بخشنے والا ہے۔ یعنی اگر وہ اس سے گر کر مر گیا تو توبہ ہو گئی نا؟ تانگے سے گر کر مر گیا تو توبہ ہو گئی، موٹر سے ایکسیڈنٹ ہو کر مر گیا تو توبہ ہو گئی، ویسے بھی مر گیا تو توبہ ہو گئی۔ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ کے ساتھ اعتراف کرتا ہے، خداوند قدوس تعلیم دیتے ہیں کہ اے میرے بندے کہ جب تُو معمولی سے سفر پر نکلے تو یہ کہہ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورت ہود آیت ۴۱) اگرچہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے، مگر ہمارے لئے قرآن رہنما ہے، ہم سب مسلمانوں کے لئے قرآن ہادی ہے، اس پر عمل کرنے کا ہمیں حکم ہے۔

پھر فرمایا جس وقت کسی سواری پر تم سوار ہو تو کیا کہو؟ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ اور آگے فرمایا وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا

لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ دیکھئے یہاں پر بھی کیا سبق مل رہا ہے؟ بات میں عرض کر رہا ہوں
خدا کے ساتھ تعلق جڑنے کی۔ قرآن نے مسلمانوں کو اپنے رب کے ساتھ تعلق
جوڑنے کی کیسی تلقین فرمائی۔ صرف یہ ایک سواری کی بات میں ہم غور کریں،
حکمتوں کو سمجھیں، قرآن کی حکمتوں کو تو اس ایک سبق میں ہمیں بہت کچھ مل سکتا ہے
فرمایا کہ جب تم کسی سواری پر سوار ہو تو کیا کہو؟ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا
وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ دیکھئے کتنی باتیں آگئیں؟ سُبْحَانَ
الَّذِیْ، تمام عیوب و نقائص سے وہ ذات پاک ہے۔ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا جس نے اس
سواری کو میرے ماتحت کر دیا۔ میرے پاس تو اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں کوئی معمولی
سی سواری خرید سکتا، اللہ نے مجھے کار دے دی، اللہ نے مجھے ہوائی جہاز دے دیا
اللہ نے مجھے ہیلی کاپٹر دے دیا، اللہ نے مجھے گھوڑا اونٹ دے دیا، اللہ نے مجھے
سائیکل دے دی۔ مجھ جیسے خطا کار کو میری کیا طاقت تھی؟ اللہ اگر مجھے مال
نہ دیتا تو میں کیا سائیکل چلا سکتا تھا؟ یا ہیلی کاپٹر میں بیٹھ سکتا تھا؟ یا ہوائی جہاز
میں سفر کر سکتا تھا؟ یا پیسے ہوتے، میں معطل ہوتا، میرا بدن شل ہوتا، میری
ٹانگوں میں طاقت نہ ہوتی، میری ٹانگوں میں زور نہ ہوتا تو کیا میں ان سواریوں
پر سفر کر سکتا تھا؟ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا اور ان سواریوں کو میرا مطیع کر دیا۔ مجھے ان
کا مطیع نہیں کیا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا گھوڑے کو بندے پر لاد دے۔ گھوڑے
کو بٹھا دیتا تانگے پر اور بندے کو کہتا تانگے کو کھینچ۔ دو چار چابک گھوڑا مارے
تو پھر بندے کو پتہ لگے کہ کیا بات ہے پھر پتہ چلتا کہ اللہ کا باغی ہونا کسے کہتے
ہیں۔ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ اور ہم تو بھائی اس کو کبھی

اپنے کام ہی نہ لا سکتے تھے، اگر خدا کا حکم نہ ہوتا ۔ اور اگلی آیت میں فرمایا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (سبحان اللہ) ۔ فرمایا بے شک ہم یقیناً ایک نہ ایک دن خدا کی طرف لوٹ کر جائیں گے ۔ یعنی دفتر میں جاتے جاتے قیامت کا تصوّر کر لے ۔ ایک تیرا یہ سفر ہے تُو دفتر جا رہا ہے، تُو کالج جا رہا ہے، تُو دوکان میں جا رہا ہے، تو کھیت پر جا رہا ہے اور ایک اور تیرا سفر ہے ۔ پھر تُو نے لوٹنا نہیں ہے ۔ وہ بھی تیرا سفر ہے ۔ اب تو اپنے قدموں سے جا رہا ہے، پھر تیرے اعزا اور تجھے اُٹھا کر لے جائیں گے ۔ اب تو چارپائی بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے، لاشوں کا پتہ ہی نہیں چلتا ۔ آج تو میتوں کی لاشوں کا پتہ نہیں چلتا، کون مر گیا، کہاں مر گیا، کون ہے، کون نہیں ۔ اخباروں میں بہت کم باتیں آتی ہیں پڑی ہی مخلوقات روزانہ مرتی رہتی ہے ۔ اخبار والے بھی لکھ لکھ کر تنگ آ گئے ہیں روزانہ کون لکھتا پھرے ؟ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ــــ اور ہم یقیناً اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔ دوسری آیت کی تشریح سمجھی آپ نے ؟ (اللہ مجھے بھی آپ کو بھی سمجھائے) کہ سفر کرتے وقت بھی، ایک میل کے سفر میں، ایک فرلانگ ... کے سفر میں تُو خدا کو یاد کر لے، اپنی قیامت کو سمجھ لے کہ میں نے ایک وقت خدا کی طرف بھی جانا ہے ۔

تیسری آیت فرمائی کہ پھر تُو دعا یہ کر ۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ○ (المومنون ۲۹) اے میرے رب ! اے میرے پالنے والے ! (پھر 'رب' کا مسئلہ آ گیا) اے میرے پالنے والے ! مجھے وہاں پر اتار جو برکت کی جگہ ہو ۔ وَاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ○ اور تجھ سے بہتر برکتوں کی جگہ دینے والا

اور کوئی نہیں ہے مجھے وہاں نہ اتارنا جہاں میرے لئے مصیبت ہو، لوگ اس میں بیٹھے ہوں اور میرے لئے کوئی پریشانی کا باعث بن جائے یہ تینوں دعائیں قرآن مجید میں موجود ہیں میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر ہم یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح اپنی طرف بلانے کی دعوت دی، اس میں کتنی حکمتیں و لطافت فرمادیں خداوند قدوس نے۔ تو دیکھئے ایک دفتر کے لئے گھر سے نکلنے کے لئے جو ایک معمولی سا ہمارا سفر ہے اس میں بھی ہم خداوند قدوس کو پا سکتے ہیں۔ کھانے کے وقت بسم اللہ کہے، پہننے کے وقت بسم اللہ کہے، سفر میں بسم اللہ کہے پھر جو ہماری عبادات ہیں، صبح کی نماز پڑھی، ظہر کی نماز پڑھی عصر کی پڑھی، مغرب کی پڑھی، عشاء کی پڑھی، پانچ دفعہ خدا سے تعلق جوڑا فرمایا میرے بندے! تو نے غلطیاں بھی تو کی ہیں نا! آخر بندہ میرا ہی ہے لیکن فرمایا

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود ۱۱۴)

(سبحان اللہ) فرمایا۔ ایک صحابی سے کچھ لغزش ہو گئی تھی۔ حضور انور کے پاس بیٹھے اور حضور انور کے پاس چند مرتبہ انہوں نے باتیں کیں اور حضورؐ کے ساتھ چار نمازیں پڑھیں۔ ظہر کی نماز حضورؐ کے ساتھ پڑھی، حضورؐ نے جواب نہیں دیا عصر کی نماز پڑھی، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ مغرب کی نماز پڑھی، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ عشاء کی نماز پڑھی، پھر حضورؐ نے فرمایا اب بات کر۔ انہوں نے جب بات کی تو فرمایا کہ قرآن مجید کا نزول ہوا ہے تیرے حق میں۔ کس کے حق میں؟ ایک گنہگار کی معافی کے لئے جب گنہگار خدا سے معافی مانگتا ہے (اللہ میرے آپ کے گناہوں کو اس مہینے کی برکت سے معاف فرمادے) اللہ ہمیں معاف

کرانے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہمیں اپنے گناہوں کا احساس نصیب فرمائے)

تو قرآن کی پوری آیت ایک قانون بن کر آ گئی۔ فرمایا اے میرے حبیب!

اس مجرم سے، خطاکار سے کہہ دیجئے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ (ھود ع ۱۱۴) ۔ کہ رات کے وقت بھی اور دن کے وقت بھی تو نماز پڑھا کر، پانچوں نمازوں کو ادا کر اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ نیکیاں برائیوں کو دھو ڈالتی ہیں، ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ۝ یہ بات نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے بہت بڑی نصیحت ہے۔ دیکھا؟ فرمایا غلطی تو نے کی۔ گھبرانے کی بات نہیں، میرے دروازے پر آیا تو میں کسی کو نا امید نہیں چھوڑتا۔ یہ میں نہیں کرتا کہ میرے دروازے پر آئے تو میں دھتکار دوں۔ نہیں میرے دروازے پر جو بھی آئے گا وہ خالی نہیں جائے گا، میں اُس کو قبول کرتا ہوں۔ میرا نام ربِ کریم ہے۔ اگر میں تیرے گناہوں کو معاف نہ کرتا تو پیدا کیوں کرتا؟ تجھ میں جو قوت ودیعت کی میں نے ہی کی، میں جانتا ہوں تو کس پانی میں ہے۔ اس لئے خداوند قدوس نے میرے بزرگو جو قرآن میں قانونِ مغفرت بیان فرمایا ہے وہ بہت بڑا وسیع ہے اور اُسی کے سہارے پر ہم جیسے گنہگار اللہ کی رحمت کے متمنی ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

تو کسی بھی وقت رب العالمین یہ نہیں چاہتے کہ بندہ خدا سے کٹ جائے بلکہ ہر وقت کے لئے ایسا نظام ہمارا بنا دیا، مالداروں کے لئے نظام بنا دیا کہ تیری جیب سے پیسے نکلتے رہیں میرے نام پر — وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ

وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات ۱۹) تیرے مال میں میرا نام چلتا ہے تاکہ تجھے اپنے مال پر گھمنڈ نہ ہو اور تو یہ سمجھ کہ میرے پاس یہ مال جو ہے یہ اللہ کا ہے غریبوں کے لئے نظام بنا دیا تو میرے نام کی لذت سے شناسا ہو جائے تیرے لئے رزق کا مسئلہ سارے کا سارا آسان ہو جائے گا۔ مزدوروں کے لئے نظام بنایا، سرمایہ داروں کے لئے بنایا، مردوں کے لئے بنایا، خواتین کے لئے بنایا، ساری انسانی کائنات کے لئے اللہ نے ایسے قوانین ارشاد فرمائے کہ جن پر چل کر انسان خدا سے کٹ نہیں سکتا اگر ذرا بھی محنت کرے۔

اس لئے فرمایا اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ تم سب نے خدا کی طرف لوٹ کر آنا ہے، ایک وقت آئے گا کہ تم سب خدا کی طرف آؤ گے۔ مرضی سے آؤ، تب بھی تم نے آنا ہے، بلا مرضی کے آؤ، تب بھی تم نے آنا ہے۔ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ بھی آتا ہے (یٰس ۸۳) کہ تم سب کے سب خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اس لئے بڑا پیارا جملہ ہے قرآن کا اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥ تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جہاں تک میرا ناقص خیال ہے، (اگر غلطی کرتا ہوں تو اللہ معاف فرمائیں) میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں پر اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کو خطاب فرمایا تو وہاں پر صیغہ ہے مجہول کا، اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥ یا اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ٥ (الانعام ۳۶) اللہ ہی کی طرف ہم کو لوٹایا جائے گا، اللہ ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیا مطلب؟ تمہارا دل تو نہیں کرتا کہ تم خدا کے قریب آؤ لیکن تمہیں میں کھینچ کر لے آؤں گا، تم مجھ سے کہاں بھاگ کر جاؤ گے؟ لیکن نیکوکاروں کے متعلق، اللہ کے نیک بندوں کے متعلق جہاں پر آتا ہے وہاں پر قرآن مجید میں آتا ہے کہ جب انسان پر مصیبت

آتی ہے تو کیا کہتا ہے؟ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (بقرہ ۱۵۶) (وہاں پر معلوم کا صیغہ ہے) کہ میرے نیک بندے جب اُن پر تکلیف آتی ہے تو کیا کہتے ہیں؟ کہ بھائی اس میں کون سی بڑی بات ہے؟ گھبرانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اِنَّا لِلّٰهِ ہم تو سب اللہ ہی کے ہیں، وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اور ہم نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یعنی ہمیں یقین ہے کہ ہم اللہ کی طرف جائیں گے۔ ہمیں اس میں خوشی ہے ہم مانتے ہیں ہم خدا کی طرف جائیں گے۔ لیکن کافروں اور نافرمانوں کے لئے مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا کہ تم نہیں مانتے لیکن تم کو آنا ہی پڑے گا۔ تم کہاں جاؤ گے مجھ سے بھاگ کر؟ تمہیں ایک نہ ایک وقت میری طرف آنا ہی پڑے گا، لوٹنا ہی پڑے گا۔

تو دونوں کو خطاب فرمایا اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹ کر آنا ہے مسلمانوں نے بھی لوٹ کر آنا ہے، کافروں نے بھی، امیروں نے غریبوں نے، چھوٹوں نے، بڑوں نے، گنہگاروں نے، نیکوکاروں نے اور تم اس بات کو مشکل نہ سمجھو۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اس پر بھی قادر ہے کہ ساری کائنات انسانی کو اپنی طرف لے آئے ——— اور اللہ تعالیٰ لے جاتا ہے ——— اس لئے دنیا میں فنا کا قانون بنا دیا، اور قانون فنا کو اپنی نعمت بنایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (الرحمٰن ۲۶تا۲۸) فرمایا فنا کرنا بھی میری نعمت ہے۔ ظالم کا فنا کرنا مظلوم کے لئے نعمت ہے، جابر کا فنا کرنا غریب کے لئے

نعمت ہے۔ اور پیسے بھی دنیا سے لے جانا یہ بہت بڑی نعمت ہے جیسا کہ صوفیائے کرام کا قول ہے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ــــ موت ایک پل ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب تک پہنچا دیتا ہے۔ موت ایک پل ہے جو حبیب کو، عاشق کو، انسان کو حبیب تک یعنی رب العالمین تک پہنچا دیتا ہے۔ تو موت کو، فنا کو کیا فرمایا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ (الرحمٰن ۱۳) اس میں اشکال ہوتا ہے کہ فنا کیسے نعمت ہے؟ فنا تو بہت بڑی نعمت ہے۔ بقا فنا کے ساتھ ہے۔ اگر فنا نہ ہو تو بقا بھی نہیں ہو سکتی۔

تو ارشاد فرمایا وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اے میرے بندے! میں تیرا رب ہوں اور میں ہر چیز پر قادر ہوں، انجام کار تو نے میری طرف آنا ہے، تو پہلے ہی میرے ساتھ تعلق قائم کر لے۔ تو میرے حکموں پر پورا عمل نہیں کر سکتا اس لئے میں نے قانونِ مغفرت بنا دیا ہے کہ تو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگ اور میری طرف قدم اٹھا، جو تیری چھوٹی موٹی غلطیاں ہوں گی وہ میں معاف کر دوں گا تو بس کے ساتھ، تو میں سارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اپنے رب سے اس حد تک شرمایا کرتے تھے کہ استنجا کرتے وقت، غسل خانے میں جاتے وقت، پیشاب کرتے وقت، اپنے بدنوں کو ڈھانپ لیا کرتے تھے تاکہ کوئی اپنا بدن کبھی خود نہ دیکھ سکے، اپنا بدن اپنے آپ کو بھی نظر نہ آئے۔ اس حد تک حیاء کرتے تھے، اس حد تک شرماتے تھے رب العالمین سے۔ (اکثر مفسرین نے یہ قول اگلی آیت ۵ کے شانِ نزول میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔)

توقرآن مجید نے ان کو حکم فرمایا کہ رب العالمین سے معافیاں مانگنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اپنے آپ کو اس قدر تکلیفوں میں ڈال دو، لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰہَا ؕ (الطلاق ۷) لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا ؕ (بقرہ ۲۸۶) رب العالمین کسی بھی جی کو اتنی تکلیف نہیں دیتے کہ جو وہ برداشت نہ کر سکے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ان کا اسم گرامی زینب ہے۔ میرا حافظہ ٹھیک ہے تو زینب ہی ہے یا کوئی اور نام ہو گا، حضور کی رشتہ دار ہیں) حضور ان کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چھت کے ساتھ ایک رسی باندھی ہوئی تھی۔ پوچھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے "یہ کیوں تو نے باندھی؟" عرض کی "اللہ کے نبی! رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتی ہوں اگر نیند آجائے تو میں نے یہ حیلہ بنایا ہے"۔ لڑکی کہہ رہی ہے، محمد رسول اللہ کی ایک خادمہ کہہ رہی ہے مسلمان بچی کہہ رہی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری بچیوں کو بھی پارسائی نصیب فرمائے) اس دور کے بے حیائی نظام سے، اور آج کل جو بن رہا ہے ہم جس طرف جا رہے ہیں یہ ہمارے اپنے اعمال ہیں، ہمیں جبراً کوئی نہیں بنا سکتا، اگر ہمارے اپنے اعمال ٹھیک ہوں تو وہ کونسی طاقت ہے جو ہمیں جبراً خدا سے باغی کر سکے۔ مسلمان اگر اللہ سے باغی نہ ہو جائے تو ہر جگہ خداوند قدوس کو یاد کر سکتا ہے ۔۔ ہر جگہ ۔۔ جہاں بھی جائے اللہ کو یاد کر سکتا ہے۔ رب العالمین نے عابدین کے لئے ایسے نظام بنا دیئے کہ بڑے سے بڑے جابر انسان بھی عابدین کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عابدین کو کبھی بھی ذلیل نہیں کرتے۔ اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ؕ (الانبیاء ۱۰۶)

توحضورِ انور نے پوچھا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ "تو نے یہ کیوں رسّی باندھی؟" عرض کی "اللہ کے نبی! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم! میں رات کو عبادت کرتی ہوں۔ مجھے جب نیند آتی ہے تو پھر میں نے یہ ایک طریقہ سوچا ہے کہ اپنے سر کے بالوں کو اس رسّی کے ساتھ باندھ دیتی ہوں تاکہ مجھے نیند آئے جھک نہ سکوں، گر نہ جاؤں" — اب تو ہماری بچیوں نے بال ہی منڈا ڈالے، باندھیں گی کیا؟ بال ہی ختم کر دئے۔

بچپن میں جب ہم ہوتے تھے تو جب کوئی گالی دیتا تھا بھلامانس (اب تو گالیاں بھی ایسی ہیں جو انسائیکلو پیڈیا میں بھی کہیں نہیں ہیں، اتنا ہم منہ سے نکالتے ہیں رد بد میرے بزرگو، اللہ ہم سب کو زبان کی پاکیزگی نصیب فرمائے۔ مسلمان کی زبان پاک ہونی چاہیئے)۔ رات کو کیمبلپور میں درسِ حدیث میں گذرا، جو ہم مذاقاً میرے بزرگو! ایک دوسرے کو گالیاں دے دیتے ہیں، لاڈ کے ساتھ، ناز کے ساتھ، یہ سب عند اللہ جرم ہیں مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ٥ (قٓ) - زبان کا گندہ یہ بھی خدا کے ہاں ایک جرم ہے - اب تو گالیوں کی بھی ایسی قسمیں بن گئی ہیں کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ یہ کسی لغت میں نہیں ملتیں - چھوٹی عمر کے منہ سے گالیاں آپ سنتے رہتے ہیں، ہمیشہ سُنتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان ہونہوں کو صالحیت عطا فرمائے، زبانوں کو رب العالمین احاطے میں لے آئے تاکہ زبان اللہ کے کنٹرول میں رہے اور منہ سے بک بک کی صورت نہ نکلے۔ دیکھئے گلی میں جائیں آپ، بچے جب آپس میں لڑتے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے،

کھیلتے ہیں، وہ منہ سے مغلظ گالیاں نکالتے ہیں جو بڑی عجیب قسم کی ہوتی ہیں۔ بڑوں کی گالیاں، لاڈ کی گالیاں، اپنے ملنے والوں کی گالیاں، پھر ہمارے بعض دوست ٹیلیفونوں پر جب ایک دوسرے کے ساتھ کسی ضروری بات کا بھی موقع ہو پہلے ایک دوست کا ٹھ اپنی زبان کے چٹخارے کے لئے دو تین گالیاں یہ دے دیتے ہیں دو تین گالیاں وہ دے دیتے ہیں اس کے بعد کام کی بات ہوتی ہے۔ گویا یہ گالیاں ہمارا مقدمہ ہوتا ہے، جملہ افتتاحیہ ہوتا ہے استغفراللہ (نعوذ باللہ من ذالک) اَلْمُؤْمِنُ لَا یَکُوْنُ بَذِیًا ـــــــ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ مومن بذی نہیں ہو سکتا۔ بذی کا معنی؟ یاوہ گو، بے ہودہ گو جس کے منہ سے بے فائدہ قسم کے کلمات نکلتے رہیں۔ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ "تو نے یہ رسی کیوں باندھی ہے؟" تو وہ عرض کرتی ہے "اللہ کے نبی! میں نے یہ رسی اس لئے باندھی ہے کہ میں جب رات کو تھک جاؤں تو گرنے سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور تاکہ نیند مجھ پر غالب نہ ہو سکے، میں نے یہ بال باندھنے کے لئے یہ رسی لٹکا رکھی ہے۔

تو بات بالوں پر چلی تھی میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آج ہماری بچیوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ بال کٹا دیتی ہیں۔ اس پر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بچپن میں کبھی ہم سنا کرتے تھے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کو تنبیہ کے ساتھ کوئی بات کہنا چاہتا تھا تو سب سے بڑی تنبیہ کی جو بولی ہوتی تھی وہ یہ ہوتی تھی" ادھر سنیئے کیا پٹی کرنی ایں؟ ـــ ادھر سنیئے ـــ تو سر منی"

ہمارے زمانے میں بچپن میں گالی تھی اور اب ہماری ثقافت کا بہت بڑا حصہ بن گیا ہے اللہ ان عقتوں سے ہمیں محفوظ رکھے اور جو بچیاں ہماری غلطیوں میں مرتکب ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی غلطیوں کو دور فرمائے — بچیاں بھی ہوں گی سُن لیں — میری بچیو اور میری بہنو! اور ماؤں! عورت اپنا بدن کسی کو نہیں دکھا سکتی۔ ہمارے بال ہمارے حجام بھائی کاٹتے ہیں ہماری بچیوں کی گردنوں پہ وہ ہاتھ پھیرتے ہیں (نیت بدنیتی کا سوال ہی نہیں ہے، نیت کیا بلا ہوتی ہے؟ نیت بدنیتی، نیت بدنیتی لئے پھرتے ہیں) — گناہ میں کیا نیت بدنیتی؟ اب ایک گناہ ہے، اُس میں بدنیتی کا کیا سوال؟ ایک آدمی کسی کا کوٹ اتار رہا ہے کہ بھائی میں تیرا کوٹ اتار رہا ہوں نیک نیتی کے ساتھ، مجھے سردی لگ رہی ہے یہ مجھے دے دو، آپ اس کو اتارنے دیں گے؟ اُس کی نیت تو ٹھیک ہے، سردی ہے، اور آپ کے پاس بہت بڑا جیسٹر ہے، آپ اُسے دے دیں نا، وہ اچھی نیت کے ساتھ اتار رہا ہے — آپ یہی کہیں گے کہ بھائی تیری نیت کو کیا کروں مجھے خود سردی لگ رہی ہے ارے بے وقوف مجھے سردی میں مارتے ہو؟ تو نیت کا سوال نہیں ہے، اللہ نے جو قانون بنا دیا، ناجائز ناجائز ہے، جائز جائز ہے آج ہماری بچیوں کے وجود کو کون نہیں دیکھتا؟ (میں شکوہ نہیں کر رہا کسی کی غیبت نہیں کر رہا میں بات کر رہا ہوں) ڈاکٹر ہماری بچیوں کے بدن کو دیکھتے ہیں، معمولی معمولی بیماریوں پہ مساج صدر لگائے جاتے ہیں، آلات لگائے جاتے ہیں، بازوؤں پر آلات باندھے جاتے ہیں انجوائن ٹیسٹ کرنے کے لئے

رگوں پر ہاتھ پھیرے جاتے ہیں، درزی ہماری بچیوں کے بدن کو ناپتا ہے (اللہ ہمیں شرم وحیا نصیب فرمائے) ہماری بچیوں کے بدنوں کی ساخت ناپی جاتی ہے ـــ بچیاں خود جاتی ہیں ـــــــ ٹانگیں ناپی جاتی ہیں، بازو ناپے جاتے ہیں تاکہ لباس بدن پر فٹ آ جائے، چست لباس ـــ اب بتاؤ میاں اس میں شرم باقی رہ جاتا ہے؟ یہ لباس ہے یا بے لباسی ہے؟

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ ط بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں اپنے آپ کو لباس میں سمجھتی ہیں وہ قیامت کے دن ننگی نظر آئیں گی ـــ یہ سمجھتی ہیں کہ ہم لباس میں ہیں؟ قیامت میں یہ ننگی ہو جائیں گی، خداوند تعالیٰ کے حضور ان کو ننگا کر دیا جائے گا، ان کو میدانِ حشر میں ننگا ہونے کی سزا ملے گی جنہوں نے دنیا میں ایسے لباس استعمال کئے جن لباسوں کی وجہ سے بدن ڈھکا یا چھپا نہیں بلکہ ننگا ہو گیا میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آج ہماری بچیوں کے وجود کو کون نہیں دیکھتا؟ اور جو کسر رہ جاتی ہے وہ پھر ہمارے اخبار میں آ جاتی ہے (سبحان اللہ) کسی محفل میں، کسی فنکشن میں، کسی اجتماع میں پندرہ بیس آدمیوں نے دیکھا کسی بچی کو لیکن جب اخبار میں وہ فوٹو آ جاتا ہے تو پھر ساری دنیا کے لوگ دیکھ لیتے ہیں کہ یہ فلاں "حضرت صاحب" کھڑے ہیں، یہ فلاں "بیگم صاحبہ" کھڑی ہیں۔ (اللہ تعالیٰ شرم وحیا نصیب فرمائے) اس میں کیا فائدہ ہے؟ نہ قوم کا فائدہ، نہ ملک کا فائدہ، نہ دین کا فائدہ، نہ تہذیب کا فائدہ، نہ تمدن کا فائدہ جہاں کچھ فائدہ ہو تو چلو تھوڑی دیر کے لئے شر قلیل کو خیر کثیر کے لئے اگر استعمال کیا جائے تو فقہاء نے ایک قاعدہ بنایا ہے کہ شر قلیل اختیار کر سکتے

تم خیر کثیر کے لئے۔ اگر یہاں تمہیں یہ خیال ہو کہ اس کام کے کرنے سے مجھے تھوڑی سی کلفت تو ہو گی، کچھ تھوڑی سی بدنظمی ہو گی لیکن اس سے خیر کثیر حاصل ہو جائے گی جیسا کہ جب نیا نیا پاکستان بنا تھا تو محمد علی جناح کے متعلق لوگوں نے بڑا پروپیگنڈا کیا غیر ممالک میں بالخصوص اسلامی ممالک میں کہ یہ بے دین ہے اور مسلمان نہیں ہے، یہ ہے وہ ہے، تو اس زمانے میں جو پہلی نماز عید ہوئی تو مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عید پڑھائی تو محمد علی جناح صف میں بالکل اُن کے پیچھے کھڑے تھے، پھر فوٹو لئے گئے، اخباروں میں چھپے اور باہر بھیجے گئے، لوگوں کو یقین ہو گیا کہ محمد علی جناح مسلمان ہیں اور دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی آگے کھڑے ہیں اور یہ اُن کے پیچھے نماز عید ادا کر رہے ہیں۔ تو چلو یہ شر قلیل تھی وہاں بھی لیکن وہ شر قلیل خیر کثیر کے لئے کہ وہ جو پاکستان کے خلاف ایک پروپیگنڈا تھا اس کے لئے وہ دور کر دیا گیا۔ یا کوئی اور ایسی بات ہو۔ یہ کیا ہے؟ کہ جس اخبار کو اٹھاؤ وہ فوٹوؤں سے بھرا ہوتا ہے جیسا کہ پاسپورٹوں کے دفتر بنے پھر رہے ہیں۔ اللہ ہمیں سب کو شرم و حیا نصیب فرمائے۔

میں صحابہ کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابتدائی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کے بعد اپنے آپ سے بھی شرم و حیا کرتے تھے۔ اور شرم و حیا ایماندار کا ایک وصف ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ ایمان ایک بیج ہے جب یہ مسلمان کے دل میں پھوٹتا ہے، بیج اُگتا ہے تو پھر یہ شاخیں نکالتا ہے۔ بیج اُگنے کی علامت کیا ہے؟ کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہُ سب سے بڑی شاخ کیا ہے؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا پڑھنا، پھر وہ اپنی زبان سے کلمے کا ذکر بہت زیادہ کرتا ہے۔

جو دوست کلمے پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، مجالس ذکر میں شریک ہوتے ہیں اس حدیث میں کیا فرمایا؟ فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سب سے بڑی شاخ ایمان کے بیج کے اُگنے کے بعد کون سی شاخ نکلے گی؟ بڑی شاخ، افضل، بہتر شاخ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ اس لئے تمام سلاسل حقہ کے شیوخ اپنے مریدوں کو جب پہلا سبق تلقین کرتے ہیں وہ نفی اثبات کا سبق ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ جو ضربیں لگائی جاتی ہیں یہ بدعات نہیں ہیں۔ ان کو کس نے بدعت کہا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے۔ نہ بدعت پہچانتے ہیں نہ سنت پہچانتے ہیں، جو بات مزاج کے خلاف ہو اُسے کہہ دیا بدعت ہے۔ وہ ہم جب پڑھا کرتے تھے بچپن میں دینی مدارس میں تو طالب علموں کے ہاں ایک بات مشہور تھی کہ بھائی پڑھنے کے بعد اگر خدانخواستہ ناکام ہوئے تو کیا کیا جائے گا؟ تو ہم میں مشہور یہ ایک مقولہ تھا (طالب علمی کے زمانے کی باتیں ہوتی ہیں) کہ بھائی جو کوئی پوچھے گا تو کہہ دینا کہ اس میں اختلاف ہے۔ وہ کون سی بات ہے جس میں اختلاف نہیں ہے؟ جو مسئلہ نہ آتا ہو تو کہہ دیں اس میں اختلاف ہے۔ سو ہمارا حال ہے۔ سحری کو جاگنا، ہر وقت باوضو رہنا، تسبیحوں کا استعمال کرنا، محرمات سے بچنے کی کوشش کرنا، رب العالمین کے سامنے سربسجود ہو جانا اور اللہ کے ذکر میں سرشار ہونا، یہ کوئی آسان باتیں تھوڑی ہیں؟ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؟ جسے اللہ

قبول کرے اسے قبول کرتا ہے، ہمت دیتا ہے، ویسے ہی یہ کوئی آسان بات نہیں
شیطان ہمیشہ نوافل پر پہلے حملہ کرتا ہے پھر فرائض سے روکتا ہے، پہلے
نفلوں سے روکتا ہے، اس لئے تصوّف کے خلاف پہلے لکھائے گا کہ تصوّف
میں کیا رکھا ہے؟ کیا ہے تصوّف؟ یہ تزکیہ نہیں ہے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تین صفات نہیں ہیں؟ کتنے ہیں مناصب نبوت (۱) یَتْلُوا عَلَیْہِمْ
اٰیٰتِہٖ (بقرہ ۱۲۹) تلاوت آیات الٰہیہ (۲) وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ
تعلیم کتاب اور دین کی سمجھ کی تعلیم (۳) وَیُزَکِّیْہِمْ اور تزکیۂ باطن — یہ تزکیۂ
باطن کیا ہے؟ تزکیۂ باطن یہی ہے جس کی تشریح فرمائی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ — تو اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا
تو خدا کو دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ اگر تو خدا کو نہیں دیکھ
سکتا، خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ تو یہ پھر پہلے کس طرح شروع کیا جاتا ہے؟ پہلے
زبان سے شروع کراتے ہیں۔ سارے کاموں کا منبع کیا چیز ہے؟ پہلا دروازہ
کیا ہے؟ منہ — یہ جو ہمارے بدن میں خون بنتا ہے، طاقت آتی ہے،
کس سے آتی ہے؟ خوراک سے۔ خوراک کہاں سے داخل کرتے ہیں؟ منہ سے
اسی طرح دل میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ اللہ کے ذکر سے، ذکر کہاں سے چلے گا؟
زبان سے۔ ذکرِ لسانی بنیاد ہے۔ اسی لئے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ جو
ہمارے عقیدے کے مطابق قطب الارشاد ہیں (مولانا رشید احمد گنگوہی
رحمتہ اللہ علیہ) خاندانِ قدسیہ کے چشم و چراغ، اُن کے متعلق میں نے پڑھا
ہے آپ کے حالات میں کہ آخر عمر میں بھی جب آپ سلوک کے سارے مدارج

طے کر چکے تھے (ذکر لسانی ہوتا ہے ویسے باسنفل پڑی ہے، ہمیں کیا پتہ ان باتوں کا، اللہ مجھے آپ کو نیکوں کی جوتیوں میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے)

تو کسی شیخ کے ہاں جب انسان جاتا ہے تو تمام سلاسل میں سب سے پہلے ذکر لسانی کراتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کے بعد پھر باقی کے درجات لطائف پاس انفاس وغیرہ ہیں۔ تو حضرت قطب الارشاد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سارے سلوک طے کر چکے تھے (وہ تو دلیو بند کے بھی شیخ تھے) لیکن آخر زمانے تک حضرت کا یہ معمول تھا کہ عمر کی جب بہت ہو گئے تھے تو دھیمی آواز کے ساتھ ذکر بالجہر کرتے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی آخر تک اس ذکر کو نہیں چھوڑا۔ اور چھوڑ بھی سکتے ہیں؟ کوئی مسلمان اللہ کے نام کو چھوڑ سکتا ہے؟

تو فرمایا اَفْضَلُھَا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سب سے بڑی شاخ ایمان کی کیا ہے؟ جب تمہارے دل میں ایمان کا بیج اُگ پڑے گا تو پھر تمہاری زبان پر کیا زیادہ آئے گا؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمہاری زبان پھر میرا نام زیادہ لے گی۔ ماسوا کی نفی کرے گی اور پھر کرتے کرتے کرتے پھر توحید میں غوطے کھائے گی پھر مراقبوں میں آئے گی، مکاشفوں میں آئے گی۔ پھر وہ یقین کرلے گی۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (بقرہ ۱۱۵) جدھر منہ پھیرو اُدھر ہی اللہ کی ذات موجود ہے۔ پھر تمہیں مقام شہود حاصل ہو جائے گا، پھر تم اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے (اللہ پاک یہ یقین سب کو نصیب فرمائیں)

تو فرمایا اَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ ـــــ اور اسی ایمان کا چھوٹا سا شعبہ کیا ہے؟ راستے سے دکھ دینے والی چیزوں کو ہٹا دینا۔

اور آگے چل کر فرمایا۔ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ اور حیا ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے، حیا ایمان کی بہت بڑی ٹہنی ہے۔ حیا ایمان کی بہت بڑی شاخ ہے۔ اور ایک حدیث میں فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جتنے نبی پہلے گذرے ہیں سب نبیوں کی تعلیمات میں سے ایک بات یقینی طور پر باقی ہے جس پر سب نبیوں کی تعلیم متفقہ ہے، سب نبیوں نے اتفاق کیا اس کے کہنے پر، سب نبیوں کی تعلیم کا جو مجمع الیہ ہے وہ کیا ہے؟ (مشکوٰۃ کی حدیث ہے) اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ــــــ جب تجھ میں حیا باقی نہیں ہے تو پھر جو مرضی ہے کرتا پھر۔ سب نبیوں نے کہا کہ برائی سے روکنے والی کونسی چیز ہے؟ حیا۔ جب حیا کو چھٹی دیدی تو پھر کیا ہے؟ پھر جو مرضی ہے کرتا رہ۔ حیا میرے بزرگو شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ہے۔

صحابہ کرام نے جب ایمان قبول کیا کیونکہ یہ مکی سورت ہے) مکہ مکرمہ میں منافق نہیں تھے، منافق مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، یہودی وغیرہ پھر منافق بنے اس لئے میں نے امام بخاری کے قول کو ترجیح دی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں، انہوں نے قول نقل کئے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کرام کے حق میں ہے جو ایمان لانے کے بعد حیا ناک بن گئے اور مسلمان ایمان لانے کے بعد پھر حیا ناک بن جاتا ہے، پھر خدا سے شرماتا ہے، پھر اپنے ماں باپ سے شرماتا ہے، اپنے استاد سے شرماتا ہے، بیوی خاوند سے شرماتی ہے، خاوند بیوی سے شرماتا ہے

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھے خدا کی قسم ہے
کہ محمد رسول اللہ کا بدن مَیں نے نہیں دیکھا، میرا بدن حضورؐ نے نہیں دیکھا
(صحیح حدیث ہے) وہ بدن اطہر۔ میاں بیوی ہیں دونوں اور بے حد پیار ہے
آپس میں (یہ باتیں دین ہیں) حضور پر انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پانی
مانگا، عائشہ صدیقہ نے پانی پیالے سے پیا، وہی پانی حضورؐ نے نوش فرمایا
تو جہاں سے جس جگہ پیالے کے کنارے کی جس جگہ پر حضرت عائشہ صدیقہ
نے منہ رکھا تھا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ مبارک اُسی
جگہ پہ رکھ کر پانی پیا۔ میاں بیوی میں محبت کا ہونا یہ اسلام ہے، ہم اس کے
خلاف نہیں ہیں، لیکن ہم اس چیز کے خلاف ہیں کہ اپنے خاوندوں کے بغیر
اپنی بیویوں کے بغیر دوسروں کے ساتھ ربط اور ملنا جلنا (خواہ کسی بھی
نیت سے ہو) یہ عند اللہ جرم عظیم ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا هُنَّ لِبَاسٌ
لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ ۱۸۷) میاں بیوی کا لباس، بیوی میاں کا
لباس۔ اور قرآن نے پرہیزگاروں کو دعا سکھائی پرہیزگار مردوں کو، پرہیزگار
عورتوں کو وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ
اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان ۷۴) (اللہ مجھے آپ کو اس عادت
کا پابند فرمائے) کہ جب اپنے بیوی بچوں کو دیکھیں تو کیا کہتے ہیں؟ اے میرے
اللہ! میری بیوی، میرے بچے ایسے میری نظر میں بنا دے کہ ان کو دیکھ کر
میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ہمیں
پرہیزگاروں کا امام بنا۔ (سبحان اللہ) ۔ (اللہ مجھے آپ کو تہجد پڑھنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ بھائی کیا خیال ہے جناب کا اس گھر میں کہ جس گھر میں سحری کو میاں بھی جاگے، بیوی بھی جاگے، حضورؐ فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت اللہ اس میاں بیوی پر رحمت نازل کرتے ہیں جب بیوی پہلے جاگ پڑے کبھی اور خاوند ابھی سویا ہو، تہجد کے لئے، تو بیوی اپنے ہاتھ میں پانی لے اور اپنے خاوند کے چہرے پر چھینٹا مارے (آج کل گرم پانی کے ساتھ ماریں، ٹھنڈے کے ساتھ نہ ماریں، زکام کے دن ہیں، کہیں اور مصیبت بن جائے، مجھے بددعا دیتے پھرو، اگر مارنا ہی ہے تو ذرا پانی گرم ہونا چاہئے)۔ تاکہ وہ جاگ پڑے اور کہے کہ اٹھو جی بابو صاحب! مولوی صاحب! قاضی صاحب! حضرت صاحب! اٹھو تہجد کی نماز پڑھیں۔ بیوی سو رہی ہے، خاوند جاگ پڑا ہے۔ اب بیوی کو اٹھانے کے لئے خاوند چھینٹا مارے۔ پانی کا اشارہ کیا ہے کیونکہ وضو کرے گا، مطلب یہ ہے، خواہ مخواہ پانی تو نہیں لے گا، وضو کرے گا۔ وضو کیا میاں نے، لوٹا وو ٹا کھڑکایا، بیوی نہیں جاگی، لیکن پھر اب جگانا چاہتا ہے تو پانی کے چھینٹے مارے لیکن ذرا دور ہو کر مارے، چھینٹے مارے پانی کے، بیوی جاگ پڑی، اور فرمایا کہ اٹھ میری بیوی، اٹھ اللہ کے سامنے تو بھی سجدہ کر، میں بھی سجدہ کروں، پھر دونوں اپنے دامن کو خدا کے سامنے پھیلا دیں تاکہ ہماری اولاد پر خدا اپنے رحم و کرم کی بارش کر دے، پھر گھر میں برکت آئے گی یا بے برکتی آئے گی؟ بیوی کو پتہ نہیں خاوند صاحب رات کو کہاں رہے ہے، خاوند کو پتہ نہیں بیگم صاحبہ کون سے کلب میں رات کو رہی ہیں تو پھر بتاؤ اُس گھر میں برکت

نے گی کہ بے برکتی آئے گی؟ ہم یہ جو باتیں کرتے رہتے ہیں دو دسے کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری پچھلوں کے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہمیں اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ کی سنت کی پیروی نصیب فرمائے)

تو ارشاد فرمایا اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تجھ میں حیا نہیں ہے تو جو مرضی ہے کرتا پھر ۔ تو حیا ایمان کا شعبہ ہے ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے تو وہ اپنے بدنوں کو ڈھانپتے تھے تو خدا نے فرمایا ، نہیں ، ان باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے ، میں تمہارے سینوں کی باتوں کو بھی جانتا ہوں ۔ تکلیف مالا یطاق میں نہیں دیتا میں بندوں پر وہ تکلیف ڈالتا ہوں جو تکلیف وہ برداشت کر سکیں ۔ تو اس سلسلے میں ارشاد فرمایا ، اَلَا ، یاد رکھو میرے بندو ! اِنَّھُمْ یہ لوگ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ ، دوہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تاکہ چھپائیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ یاد رہے جب یہ اپنے کپڑے ڈھانپتے ہیں یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اللہ جانتا ہے جو یہ پوشیدہ کرتے ہیں اللہ جانتا ہے جو یہ سامنے کرتے ہیں ۔

اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اور اللہ تو (عملوں کو چھوڑ دیجئے) اللہ تو جانتا ہے سینے کے رازوں کو بھی ۔ عمل تو بعد کی بات ہے ۔ اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

تیسرا درس قرآن مجید

منعقدہ ۲۷ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ - ۱۹ فروری ۱۹۶۶ء

اس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آ گئے ہیں

۱۔ انبیاء کے مقابل زیادہ تر امراء ہوتے ہیں۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بشری خصوصیات

۳۔ علماء اسلام کے علمی کارنامے

۴۔ رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے

۵۔ نماز جنازہ سے میت کو فائدہ ملتا ہے

واللہ الموفق

سورۂ ھود

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا ط کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ٥ صدق اللّٰہ العظیم ۔

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! الحمدللہ آج پھر ہم اُسی کی توفیق اور اُسی کی رحمت کے ساتھ اُسی کی کتاب پڑھنے اور پڑھانے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وقت زیادہ گذر چکا ہے اس لئے تمہید تھوڑی کرنے کے بعد اصل مقصود کی طرف میں اپنی توجہ کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ کوئی بھی دآبّہ (چلنے والا) ایسا نہیں زمین میں مگر اُس کا رزق اللہ کے ذمے ہے، اللہ کی اپنی رحمت کے ساتھ۔ جیسا کہ سورتِ ھود کی تمہید میں عرض کیا جا چکا ہے، سورتِ ھود میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوت اور اُن کی امتوں کا جو مقابلہ ہوا اُس کو

بیان فرمایا پھر امتوں کا جو بُرا انجام ہوا اُس کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

میرے بزرگو! انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والتّسلیم کے ساتھ انسانوں کا جو مقابلہ ہوتا ہے اس کی اصل اساس اور بنیاد یہ رزق کا مسئلہ ہوتا ہے۔ آپ قرآن مجید کی سورتِ ہود ہی میں دیکھ لیجئے حضرت نوح علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم نے جب قوم کے سامنے دعوت پیش فرمائی، اُن کو توحید کی دعوت دی اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی، تو انہوں نے جو جواب میں کہا اس میں جواب کا حصّہ یہ بھی ہے کہ کیا اے نوح ہم تیری بات مان لیں؟ ہم تیری بات اس لئے نہیں مانتے کہ تیرے پیروکار وہ لوگ ہیں، هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ (ھود ۲۷) جو ہمارے کمینے ہیں، جو بیوقوف قسم کے لوگ ہیں۔ تو اراذل اور کمینہ تو وہی ہوتا ہے جس کے پاس روٹی کھانے کو نہ ہو، جس کے پاس کھانے کو ہو وہ تو بڑا معزّز بن جاتا ہے۔

اسی طرح قوم شعیب نے شعیب علیہ السلام کو کیا کہا؟ یہی کہا کہ اے شعیب! اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ (ھود ۸۷) اے شعیب! تیری عبادت کیا یہ کہتی ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ ہمارے باپ دادا کے جو معبود ہیں ہم اُن کو چھوڑ دیں؟ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ط یا ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرّف کرنا چھوڑ دیں؟ جو تو کہتا ہے وہ مانیں؟

تو اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قوم شعیب نے بھی شعیب علیہ السلام

کی مخالفت مال کے مسئلے پر کی، روزی کے مسئلے پر کی۔ اور قوم ثمود اور قوم عاد
حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم یہ ساری کی ساری قومیں
جتنی تھیں بڑی بڑی اپنے زمانے کی متمدن اور مہذب کہلانے والی قومیں تھیں
انہوں نے بھی نبی علیہ السلام کا مقابلہ رزق کے مسئلے پر کیا۔ ایک طرف اپنے
پیٹ کا مسئلہ تھا دوسری طرف رب العالمین کی اطاعت تھی، پیٹ کے مسئلے کو
انہوں نے ترجیح دی۔

خود سید دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو پیروکار
ہیں، ابتدائی دور میں جب وہ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان کو منافقین نے سفہاء
کہا، اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاءُ ط (بقرہ ۲) ہرقل کے دربار میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط بھیجا، اس کو دعوت الی اللہ دی، دعوت
الی الاسلام دی، ہرقل نے ابو سفیان سے (جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام
نہ ہوئے تھے) بلا کر آپ کے متعلق چند سوالات کئے، تحقیق کی، ان میں ایک
سوال یہ بھی کیا ہرقل نے، کیا غریب لوگ اس نبی کے پیروکار ہیں یا امراء؟
تو ابو سفیان نے یہی جواب دیا بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ، پھر دوسرا سوال ہرقل نے یہ
کیا (بخاری کے شروع میں موجود ہے) کہ کیا اس نبی کے بڑوں میں کوئی بادشاہ
گذرا ہے؟ تو ابو سفیان نے کہا کہ نہیں کوئی بادشاہ نہیں گذرا۔ ان دونوں باتوں
پہ ہرقل نے جو اس وقت بادشاہ تھا اپنے علاقے کا، یہ تبصرہ کیا کہ میں نے یہ
دو باتیں بھی اس لئے پوچھیں اور سوالوں کے علاوہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والتسلیم جب دنیا میں تشریف لائے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے

ان کے پیروکار بھی فقراء لوگ ہی پہلے ہوتے ہیں۔ فقراء سے مراد مالی اعتبار
سے کمزور۔ تو معلوم ہوتا ہے یہ بھی سچے نبی ہیں کہ ان کے پہلے پیروکار بھی
کون لوگ ہیں؟ فقراء — اور دوسری بات میں نے اس لئے پوچھی کہ اکثر لوگ
یوں بھی کر سکتے ہیں کہ دعویٰ سے کریں نبوت کا، رسالت کا اور اس کی وجہ سے
کو آلہ بنا اپنے باپ دادے کا ملک گیا ہوا واپس لیں، تمہاری باتوں میں پوچھا
ہے، تو اس لئے میں نے دس سوالات کئے تھے حضور کے متعلق تو
تم نے دونوں کا جب صحیح جواب دیا تو اس سے میری تسلی اور تشفی
ہو گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بالکل برحق ہیں۔ اگر میں
ان کے پاس ہوتا تو میں وہ پانی پیتا جس پانی کے ساتھ وہ نبی اپنے پاؤں دھوتا
ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو معلوم ہوا میرے بزرگو کہ ہمیشہ دین حق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت
کے ساتھ جس چیز کا ٹکراؤ آتا ہے وہ رزق کا مسئلہ ہے۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ
مجھے بھی آپ سب کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے، آج ہم خداوند تعالیٰ
کی نافرمانی کرتے ہیں یا اعمال میں، اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں بہت
سی باتیں ہم چھوڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کچھ فرماتے ہیں، ہم کچھ کر گذرتے
ہیں؛ تو میرے بزرگو! اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ یہی پیٹ کا مسئلہ بڑے
بڑے لوگ، بڑے بڑے علماء، بڑے بڑے بلغاء، فصحاء۔ آج بھی، اس
سے پہلے بھی بعض پیٹ کے مسئلے میں ایسے پھنسے کہ اللہ تعالیٰ کی
طرف سے انہوں نے کوئی خاص بات رحمت کی حاصل نہ کی۔

ہمارے نصاب کی ایک کتاب تلخیص المفتاح ہے جس میں علم المعانی، علم بیان اور علم بدیع ہیں۔ اس میں ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے ایک شعر لکھا ہے ؎

کَمْ مِّنْ عَالِمٍ عَالِمٍ اَعْیَتْ مَعِیْشَتُہٗ
وَکَمْ مِّنْ جَاھِلٍ جَاھِلٍ تَلْقَاہُ مَرْزُوْقَا

اے انسان! بڑے بڑے علماء تو دیکھے گا، کوئی ایسے علماء بھی ہیں جن کے پاس نانِ جویں بھی نہیں، نانِ شبینہ کو وہ محتاج ہیں اور کئی جاہل ہوں گے جن کے پاس علم تو نہیں ہے مگر وہ رزق میں لدے پھدے ہوں گے ؎

ھٰذَا الَّذِیْ تَرَکَ الْاَوْھَامَ حَائِرَۃً
وَصَیَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِیْرَ زِنْدِیْقَا

یہی وہ مسئلہ ہے جس نے انسان کی عقلوں کو پریشان کر دیا اور بڑے بڑے قابل عالموں کو زندیق بنا دیا (اللہ تعالیٰ ایسے نظریئے سے بچائے) بہرکیف آج جو ہمارا حال ہے میرے بزرگو! یہ رزق کا ہی مسئلہ ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچنے سے روک دیتا ہے، ہم سے ایسے گناہ کرا لیتا ہے جو گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ ناپسند ہیں۔ ہم پھنس جاتے ہیں ایسے مسائل میں، یہ رشوت کا مسئلہ، یہ چوری چکاری کا مسئلہ، انسانی حقوق کو پامال کرنے کا مسئلہ یہ سب کے سب کیوں ہیں؟ اس لئے ہیں کہ انسان نے رزق کے

مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش شروع کر دی ہے اور جب وہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو اعتدال اور توازن سے وہ گذر جاتا ہے اس لئے قرآنِ مجید نے اِس سورتہ ہُود میں ایک مسئلہ بیان فرمایا عقیدے کا، عمل کا۔ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ اور انسانو! تم جس مسئلے میں اتنے پریشان ہو گئے، تم جس مسئلے میں راہِ حق سے ہٹ گئے، تم نے جس مسئلے کی وجہ سے میری دعوت کو چھوڑ دیا، یہ مسئلہ تو بالکل واضح اور بیّن سی بات ہے وَمَا مِن دَآبَّةٍ۔ کوئی بھی ایسا چارپایہ نہیں، کوئی بھی ایسا چلنے والا نہیں فِي الْأَرْضِ۔ اس سرزمین پر۔ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ مگر وہ رزق جو ہے وہ تو اللہ کے ذمّے ہے۔ جو بات اللہ نے اپنے ذمّے لی تھی وہ تم نے اپنے ذمّے لے لی اور جو تمہاری ڈیوٹی تھی اس کو چھوڑ دیا۔

تمہاری ڈیوٹی تو کیا تھی؟ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ۝ (الذاریات ۵۶ تا ۵۸) فرمایا کہ میں نے جن اور انس کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں، مجھے معبود سمجھیں اور رزاق ذُو الْقُوَّةِ تو میری ذات ہے، طاقت ور، رزق دینے والا، رزق کا مسئلہ تو میرے حوالے ہے، اپنی رحمت کے ساتھ میں نے یہ ذمّہ لیا ہے۔

خدا پر واجب نہیں ہے کہ روٹی دے جس طرح خدا پر خلق

واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کو پیدا کیا تو کیا وہ مجبور تھا پیدا کرنے میں؟ نہیں۔ اللہ نے اپنی رحمت کے ساتھ مجھے آپ سب کو اور باقی چیزوں کو پیدا فرمایا۔ اسی طرح رزق کا مسئلہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے اپنی رحمت کے ساتھ لیا۔

تو فرمایا کہ اے انسان! جس مسئلے میں تو بڑا پریشان ہو رہا ہے وہ تو میرے ذمے پر ہے۔ دآبۃ کہتے ہیں میرے بزرگو عربی زبان میں مَا يَدُبُّ عَلَى الْاَرْضِ ہر اس چیز کو جو زمین پر چلے۔ فقہا کی اصطلاح میں اس سے مراد چارپایہ ہے لیکن قرآنی لفظوں میں لغت کا معنی معتبر ہے مَا يَدُبُّ عَلَى الْاَرْضِ ہر وہ چیز جو زمین پر چلے، زمین سے اپنا رزق حاصل کرے۔ تو فرمایا کوئی بھی دآبۃ (یہاں پر یہ لفظ جانوروں کو بھی شامل ہے) پرندوں کو بھی شامل ہے، چرندوں کو بھی شامل ہے، ہر چیز کو شامل ہے) فرمایا کہ میں نے ہر چیز کا رزق اپنے ذمے لازم کر دیا اور اس کے رزق کے لئے اُسے کوئی دور جانا نہیں پڑتا بلکہ زمین پر چلنے والے کا رزق ہے ہی زمین میں۔ اور ساری کائنات کا رزق میرے بزرگو! زمین میں ہے۔

یہ پرندے اور چرندے جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں ان کو تو ہم دیکھتے ہی رہتے ہیں لیکن جو پرندے فضاؤں میں اُڑتے ہیں یہ اپنا رزق کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ زمین سے حاصل کرتے ہیں اگرچہ وہ رہتے گھونسلوں میں ہیں، اُڑتے ہیں فضاؤں میں لیکن

دانہ چگنے کے لیے، پانی پینے کے لیے وہ زمین پر ہی آتے ہیں۔ شیخ عطار
میں جہاں فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی
اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو بیان کرتے ہوئے ایک قدرت اس شعر میں بھی بیان
فرمائی ؎

آنکہ با مرغ ہوا ماہی دہد — بندگاں را دولت و شاہی دہد

فرمایا اے انسان! تو اگر خداوند تعالیٰ کو سمجھنا چاہے تو دیکھ ع

آنکہ با مرغ ہوا ماہی دہد

وہ اللہ جو ہوا میں اڑنے والے پرندے کو مچھلی کھلاتا ہے ع

بندگاں را دولت و شاہی دہد

مٹی سے بنے ہوئے انسان کو گوشت اور پوست کے انسان کو حکومت
دے دیتا ہے۔ آپ میں سے اکثر احباب جانتے ہوں گے ایک نیلے رنگ کا
پرندہ ہوتا ہے جسے ہماری بولی میں مچھلی مار کہتے ہیں، وہ اڑتا تو فضا میں ہے
لیکن وہ پانی میں مچھلی کا شکار کرتا ہے۔ وہ اوپر سے مچھلی کو دیکھتا ہے
تو بڑی تیزی کے ساتھ جھپٹتا ہے پانی میں اور مچھلی کو شکار کر کے لے
جاتا ہے۔ اب دیکھیے اس کو مچھلی کس نے دی؟ اللہ تعالیٰ نے۔ اس کو کس نے
سمجھایا؟ کس نے نظر دی؟ کہ جو اس کا نشانہ پختہ کیا کہ نشانہ کبھی خطا ہی
نہیں جاتا۔ تو اڑتا ہے وہ فضا میں اور مچھلی کہاں سے لیتا ہے؟ پانی سے
اور پانی کہاں ہے؟ زمین پر۔

تو فرمایا جتنی کائنات ہے زمین میں، مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ کوئی بھی

ایسی مخلوق زمین پر نہیں ہے اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا اللہ نے اس کے رزق کا انتظام خود بخود فرمایا ہے اپنی رحمت کے ساتھ۔

تفسیر خازن نے یہاں پر ایک قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب تشریف لے گئے کوہ طور پر، پہلی دفعہ، جب رب العالمین نے نبوت سے آپ کو سرفراز فرمایا تو اور باتوں کے علاوہ یہ حکم بھی دیا کہ اے موسیٰ! اپنی یہ لاٹھی اس سامنے والے پتھر کو مار دیجئے۔ آپ نے لاٹھی پتھر کو ماری، اندر سے اک اور پتھر نکلا۔ فرمایا اسے بھی لاٹھی ماریں۔ آپ نے لاٹھی ماری تو اندر سے اک اور پتھر نکلا۔ فرمایا اسے بھی لاٹھی ماریں۔ آپ نے لاٹھی ماری تو وہ پتھر پھٹا۔ اندر سے ایک کیڑا نکلا۔ آپ نے اس کیڑے کی بات سنی۔

اللہ کے نبی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نبیوں کو میری اور آپ کی طاقتوں سے زیادہ مافوق الفطرت انسانی طاقتیں عطا فرماتے ہیں نبی بھی سنتا ہے میں بھی سنتا ہوں لیکن نبی وہ بات سنتا ہے جو ہم آپ نہیں سن سکتے، نبی بھی دیکھتے ہیں، ہم بھی دیکھتے ہیں، لیکن نبی وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے (صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بدنوں میں بھی خصوصیات ہیں۔ سیدنا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ انسان تھے، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ لیکن میرے بزرگو! حضورؐ کی جو بشری خصوصیات ہیں وہ ان گنت ہیں۔ امام الانبیاء کا چلنا اور، امام الانبیاء کا کھانا اور، امام الانبیاء کا سونگھنا اور، امام الانبیاء کا

دیکھتا اور فرمایا اِنِّی اَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی بَیْنَ یَدَیَّ میں اپنی پچھلی طرف سے بھی چیزوں کو یوں دیکھ سکتا ہوں جیسے آگے دیکھ لیتا ہوں۔ تمہاری نظر صرف آگے دیکھتی ہے مجھے پیچھے کی چیزیں بھی نظر آتی ہیں۔ اور فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرٰی ——— عائشہ صدیقہ حضور کے پاس بیٹھی ہیں تو آپ فرماتے ہیں "اے عائشہ جبریل تجھے سلام کہتا ہے" ازواج نبی کا شان دیکھا؟ ازواج نبی، اصحاب نبی — میرے بھائیو! میں باادب درخواست کروں گا کہ کبھی ان بزرگوں کے مقامات میں بحث نہ کی جائے۔ یہ اللہ کو بڑے محبوب تھے۔ حضور فرماتے ہیں کہ عائشہ کے بستر میں بھی میرے پاس جبریل آئے — کتنا شان ہے اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ تو آپ نے فرمایا عائشہ جبریل میرے پاس بیٹھا ہے، تجھے سلام کہتا ہے۔ جبریل نے سلام کہا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو۔ آپ فرماتی ہیں اللہ کے نبی! مجھے تو نظر نہیں آتا۔ جواب میں فرماتے ہیں اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرٰی — اے عائشہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تو نہیں دیکھتی۔ میں فرشتوں کو دیکھ لیتا ہوں اپنے لباس میں بھی اور یہ خاصا ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مِنْ بَیْنِ انبیاء بھی۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے۔ قرآن میں آتا ہے۔ نَکِرَھُمْ (رھود) ابراہیم علیہ السلام نہ سمجھ سکے کہ یہ کون ہیں۔ آپ سمجھے مہمان ہیں گھر سے جا کر کھانا لے آئے۔ لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تھے قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے لیکن لوط علیہ السلام بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ فرشتے ہیں اس لئے آپ گھبرا گئے تھے۔ یہ نبیوں میں سے بھی خاصہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

کہ حضورؐ نے فرشتوں کو اُن کے اصل وجود میں بھی دیکھ لیا۔ عائشہ صدیقہؓ تشریف فرما ہیں، جبریل علیہ السلام عرض کرتے ہیں، حضورؐ فرماتے ہیں عائشہ جبریل بیٹھا ہوا ہے۔ اسے بہ نظر کسی کو نہیں ہے

تو عرض یہ کرنا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے وجودوں پہ قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کی زبان سمجھنے کی طاقت عطا فرمادی۔ جب آپ نے کان لگایا تو کیڑا کیا کہہ رہا تھا؟ اس کی پوری دعا نقل کی مفسر حاذن نے۔ وہ فرماتے ہیں سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ پاک ہے وہ ذات جو مجھے کئی پتھروں کے اندر لپٹے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَنْسَانِیْ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے مجھے یہاں بھی نہیں بھلایا۔ کہاں ہیں ان پتھروں کے اندر ہوں یہاں بھی مجھے رزق پہنچاتا ہے۔ ہمارے محاورے میں مشہور ہے کہ پتھر میں جو کیڑا ہے اس کو بھی اللہ روزی دیتا ہے۔ کہتے ہم سب ہیں لیکن عملاً چند ہی لوگ ملتے ہوں گے۔ کہتے ہم سب ہیں "جی خدا رزاق ہے" "تو پھر تو کیوں رشوت سمیٹتا ہے؟" "جی خدا رزاق ہے۔" "تو پھر تو کیوں سود کھاتا ہے؟" "جی خدا رزاق ہے" "تو پھر تو کیوں حرام کھاتا ہے؟" کہتے ہیں خدا رزاق ہے، مانتے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماننے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

تو ہماری بولی میں مشہور ہے کہ پتھر کے اندر جو کیڑا ہے اسے بھی خدا روٹی دیتا ہے۔ اگرچہ پتھر کے اندر کیڑے کا ہونا، جیسے بارش چلی پڑی، کیڑا

پتھر میں نہیں ہوتا بلکہ بعض ایسے کیڑے ہیں جو پتھر میں گھس جاتے ہیں اور باہر نکل آتے ہیں، ان کو طاقت دی گئی وہ پتھر کو کاٹ کر اس طریقے سے اندر چلے جاتے ہیں کہ پتھر بھی پھٹ جاتا ہے۔

علامہ دمیری نے، جو آج سے آٹھ سو سال پہلے گزرے ہیں، ایک کتاب لکھی ہے "کتاب الحیوان" دو جلدوں میں چھپی ہے۔ افسوس ہے کہ آج مسلمان اپنے اکابر سے غافل تر ہوتا چلا رہا ہے۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے، سید سلیمان ندوی نے دارالمصنفین قائم کیا، انہوں نے اپنے اکابر کو بہت کچھ دنیا میں روشناس کرایا، وہ کتابیں جو قلمی تھیں، ان کو چھپوایا، تعارف نامے لکھے، متعارف کیا لوگوں کو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک میں بھی ایک ایسا ادارہ قائم کر دے جو یہ گھنگھروؤں کی ثقافت کو چھوڑ کر اپنے آباؤ اجداد کی صحیح ثقافت سے لوگوں کو روشناس کرائے۔

میرے بھائیو! ہم پر یہ جو انگریزی کا غلبہ ہے کہ سب کچھ یورپ اور امریکہ نے کیا ہے، یہ غلط بات ہے۔ سب کچھ مسلمانوں نے کیا۔ مسلمان علوم اور فنون کے موجد ہیں۔ علامہ دمیری آج سے ۸۰۰ سال پہلے گزرے ہیں۔ "کتاب الحیوانات" ملتی ہے پاکستان میں، مصر کی چھپی ہوئی ہے۔ آج تک کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے۔ انہوں نے حیوانات پر بحث کی ہے، انسان حیران رہ جاتا ہے۔ جب کبھی کسی کو پڑھنے کا موقع ملتا ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ نے کتنی بصیرت

عطا کی تھی، آج سے آٹھ سو سال پہلے، نہ دوربین ہے، نہ خوردبین ہے پتہ نہیں وہ کہاں کہاں پھرتے رہے ہیں، کئی ہزار کیڑے مکوڑوں کا، پرندوں کا، جانوروں کا حال انہوں نے لکھا ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ جو کیڑا ہوتا ہے پتھروں میں۔ یہ درحقیقت پتھر میں نہیں ہوتا بلکہ باہر سے کیڑا ہوتا ہے، اللہ نے اس کیڑے کو ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ پتھر کو کاٹتا ہے اور اس طریقے پر کاٹتا ہے کہ کاٹتے کاٹتے خود اندر چلا جاتا ہے، پتھر کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ مسلمان علماء نے نباتات پر کام کیا مسلمان علماء نے بحار پر کام کیا، مسلمان علماء نے ہندسے پر کام کیا، مسلمان علماء نے افلاک پر کام کیا۔ یہ انگریز وغیرہ تو جناب ہمارا پس خوردہ کھا رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ہم ان پس خوردہ کھانے والوں کو اپنا امام سمجھتے ہیں، اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔ اللہ مسلمانوں کو ایسی مرعوبیت سے نکالے۔ اور اللہ مسلمانوں میں خودداری کا مادہ پیدا کرے۔ پڑھئے شبلی کے رسالے، علامہ شبلی نے کیا لکھا ہے؟ کہ تیرھویں صدی عیسوی تک تو یورپ میں مسلمانوں کا فلسفہ رائج تھا۔ ابن رُشد اُندلسی جو تھا وہ امام تھا فلسفے کا۔ تیرھویں صدی عیسوی میں پادریوں نے اجماعی طور پر حکم دیا کہ ابن رُشد کا فلسفہ پڑھنا حرام ہے۔ مذہباً حکم دے دیا تاکہ یورپ اور یہ لوگ جو ہیں عیسائی، یہ مسلمانوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور خود ان کی کتابیں نقل کیں۔

بات دور نکل گئی۔ پھر کہنے میں یہ عرض کر رہا تھا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ، اللہ فرماتے ہیں کوئی چیز زمین میں چلنے والی ایسی نہیں ہے جس کا رزق خدا نے اپنے ذمے نہ لیا ہو "تلطفاً و رحمۃً" — یہ میری مہربانی ہے، میں مجبور نہیں ہوں اگر میں رزق اپنے ذمے نہ لیتا — اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنی مہربانی کے ساتھ ساری کائنات کا جو زمین میں چلنے پھرنے والی ہے اس کا رزق اپنے ذمے لیا، اس کے رزق کی جتنی اقسام ہیں وہ میں مہیا کرتا ہوں۔ کسی کو پانی سے رزق ملتا ہے، کسی کو خون سے رزق ملتا ہے، کسی کو گوشت سے رزق ملتا ہے، کسی کو مکئی ملتی ہے، کسی کو گندم ملتی ہے۔ رزق کی اقسام ہیں، انواع ہیں، کسی کو دودھ ملتا ہے کسی کو کیا ملتا ہے۔ یہ ساری انواع و اقسام پیدا کرنے والا کون ہے؟ رب العالمین ہے۔

یاد رہے اللہ پر رزق دینا لازم نہیں ہے، اللہ مجبور نہیں ہے، اللہ مکلف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں پیدا بھی کیا، اللہ اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں رزق بھی دیتا ہے۔ یہ جو ہمارے محاورے میں بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ "اجی مجھے تو اپنی فکر ہے اور خدا کو سارے لوگوں کی فکر ہے"۔ خدا کو کس کی فکر ہے؟ وہ خدا ہی کیسا ہے جو فکر کرتا ہے؟ فکر تو مجبوری کی ایک علامت ہے کہ کام کر نہ سکے اور فکر مند ہو جائے۔ آج کل بہت بھائی کہتے ہیں" اجی مینہ برستا ہے، دعا کرو ٹھہر جائے"۔ پھر دوسرا اسے دیتا ہے " ارے یار چھوڑ! تجھے اپنی فکر ہے اور خدا کو سب کی فکر ہے"۔ خدا کو کسی کی فکر نہیں ہے۔ بسوں پر لکھا ہوتا ہے

تو چرا باشی بفکرے مبتلا   کارساز ما بفکر کار ما

کارساز کو ہماری کوئی فکر نہیں ہے، وہ فکر سے بالاتر ہے۔ فکر تو وہ کرے
جو مجبور ہو۔ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ (مریم ع ۳۵)
وہ تو جیسا کن بھی نہیں کہتا، اَرَادَ شَیْئًا (طبیع) چاہے تو وہ کام بس
ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑی بلند عظیم ذات ہے۔ عَزَّ اِسْمُهٗ وَجَلَّ جَلَالُهٗ۔
تو فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا جتنی یہ
زمین میں چلنے پھرنے والی مخلوقات ہے اس ساری مخلوقات کا رزق میرے
ذمے ہے۔ اس لئے میرے بندے! رزق کے معاملے میں آکر میرے ساتھ
نہ ٹکرانا۔ رزق تو بڑی معمولی چیز ہے میرے سامنے۔ تو رزق کے لئے مجھے
چھوڑ دیتا ہے؟ رزق کے لئے میری نافرمانی کرتا ہے؟ اور ساتھ ہی پھر
یہ بھی اشارہ فرمایا کہ تو محنت کر، رزق میرے ذمے ہے۔ یعنی اس کا نتیجہ
میں نکالوں گا۔ اور لفظ دَآبَّةٍ فرمایا میرے بزرگو۔ یہ نہیں فرمایا وَمَا مِنْ
اِنْسَانٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سبحان اللہ۔ قرآن مجید، اللہ سب کو سمجھنے
کی توفیق عطا فرمائے) یہ نہیں فرمایا وَمَا مِنْ اِنْسَانٍ، ہر انسان کا رزق میرے
ذمے لازم ہے۔ فرمایا نہیں نہیں، وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ
رِزْقُهَا۔ انسان نے تو چل چلا لیا، کوئی فیکٹری کھول دی، کارخانہ کھول دیا، دوکان
بنا لی، بی اے پاس کر لیا، کلرک لگ گیا، یہ تو روٹی پیدا کرتا ہے چلو کہتا ہے کہ میں
نے اپنے علم سے پیدا کی، یہ چوہے نے کیا پاس کیا ہے؟ مچھر کا سٹور کہاں
ہے؟ بلی کا کہاں ہے؟ یہ چیونٹیوں کا کہاں ہے؟ مِنْ دَآبَّةٍ۔ کوئی بھی

دآبۃ ہو، چھوٹا ہو کہ بڑا ہو، سب کا رازق فرمایا اللہ نے کہ میں ہوں۔ تمہارا رازق تم اگر سمجھتے ہو کہ تم ہو تو ان کا رازق کون ہے ؟ ماننا پڑے گا کہ سب کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔

اس لئے دوسرے مقام پر فرمایا وَكَأَيِّن مِّن دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ (عنکبوت ۶۰) اور کتنے دآبّے ہیں، اتنی چلنے پھرنے والی مخلوق ہے اس زمین میں جو اپنا رزق خود نہیں پیدا کر سکتی، اپنا رزق نہیں اٹھا سکتی، اپنے رزق کے لئے کوئی انتظام نہیں کر سکتی، اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ، اللہ ہی اس کو بھی رزق دیتا ہے، اللہ ہی تم کو بھی رزق دیتا ہے۔ رزّاق وہی ہے تم نہیں ہو۔ اگر رزاق ہوتا صرف انسانیت کی صفت میں تو پھر یہ سارے حیوانات، کیڑے مکوڑے مر جاتے حالانکہ علماء نے حیوانات سے لکھا ہے کہ باقی حیوانات بہ نسبت انسان کے زیادہ کھاتے ہیں۔ چوہے کے متعلق لکھا ہے کہ چوہا سب سے زیادہ کھاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ بچے بچیاں پیدا کرتا ہے۔ توالد اور تناسل میں بھی سب سے آگے اور کھانے پینے میں بھی سب سے آگے۔ تو اب چوہے نے بھائی کون سے سٹور بنا رکھے ہیں ؟ اس نے کونسا دفتر خوراک کھولا ہے ؟ اس نے کونسا زرعی نظام قائم کیا ہے ؟ سب کرنا چاہیئے، ہم اس کے خلاف نہیں ہیں، لیکن اعتماد کس پر کرو ؟ اللہ کی ذات پر۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ہماری ساری محنت میں اثر پیدا ہو گا۔ اگر وہ نہ چاہے تو ہماری محنت میں کوئی اثر پیدا نہیں ہو

سکتا۔

اسی طرح رب العالمین نے پھر رزق کے درجات بنائے، رزق کے آلات بنائے، رزق کے اسباب بنائے۔ میرے بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ بلی کی خوراک چوہا ہے۔ بلی چوہے کا شکار کرتی ہے لیکن دیکھا شکار کرنے کے لیئے بلی میں ایک قوت پیدا کر دی۔ اندھیرے میں بلی دیکھتی ہے کہ نہیں دیکھتی؟ کہاں سے بیٹری حاصل کی اس نے؟ بلی میں قوت کس نے پیدا کی؟ خدا کے منکروں سے پوچھو! کہ جو انسان اشرف المخلوقات بنا پھرتا ہے وہ نورات کو اپنی گھڑی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جب تک اس میں وہ ریڈیم نہ لگی ہو۔ لیکن بلی رات کو چوہے کو دیکھ لیتی ہے۔ بلی کے اندر بیٹریاں کس نے لگائیں؟ کس نے مسالہ بھر دیا؟ اسی اللہ نے، اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ (السجدہ ۷) جس نے ہر چیز کو بنایا۔ اور پورا بنایا۔ تو میرے بھائی بلی کو رزق دیا کہ نہیں دیا؟ اور کیسے دیا؟ اس کی آنکھ میں قوت پیدا کر دی اپنا رزق تلاش کرنے کے لیئے۔ تو اسی طرح میرے بزرگو جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ع آنکہ با مرغ ہوا ماہی دہد

اس پرندے کو جو فضا میں اڑتا ہے مچھلی اس کی خوراک بنا دی اور مچھلی شکار کرنے کا طریقہ بتا دیا۔ وہی اللہ تعالیٰ میرے بزرگو! بلی کو شکار کراتا ہے اور بلی کو چوہا شکار کرنے کا طریقہ بتا دیا۔ اس میں وہ صلاحیتیں پیدا کر دیں۔ تو پھر انسان کو میرے بزرگو! اللہ تعالیٰ کیوں محروم رکھے گا؟ اور پھر وہ انسان جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللہ پڑھا ہو

آج ہم مسلمان بہت پیچھے ہیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے کے اعتبار سے
اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اعتماد کی دولت نصیب فرمائے کہ ہر چیز کا
رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ کافروں کو دیتا ہے تو مسلمانوں کو کیوں نہ دے
بھائی؟

شیخ سعدی نے فرمایا ہے گلستاں میں ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب　　گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم　　تو کہ باد شمناں نظر داری

کون پڑھتا ہے گلستاں کو؟ ہم مولوی نہیں پڑھتے آپ کیسے پڑھیں
گے؟ ہمارے بچے گئے سارے کے سارے داخل دفتر ہو گئے۔ گئے
مسلمان مولویوں کے بیٹے، پیروں کے بیٹے، سب یورپین تمدن میں رنگے
چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور
سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نصیب فرمائے۔ علوم جدیدہ
کے ہم مخالف نہیں ہیں نہ قرآن اس کا مخالف ہے، نہ ہمارے اکابر
مخالف تھے میرے بھائی! ہم تو کہتے ہیں علوم جدیدہ کو اک سبب سمجھو اور
اپنا ہادی اور رہنما سمجھو محمد رسول اللہ کو۔ علوم جدیدہ حاصل کرو، تہذیب
تو نہ حاصل کرو اُن کی۔ تعلیم یورپ حاصل کرو، تہذیب یورپ حاصل نہ
کرو۔ یورپ کی تعلیم حاصل کرو، چلو اگر اس کے بغیر نہیں رہ سکتے، تو
تہذیب تو اپنی ہو، تہذیب ہو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی،
تہذیب ہو صحابہ کی، تہذیب ہو ہمارے اپنے بڑوں کی۔ ہم بتا تو سکیں

کہ ہم کون ہیں۔

تو شیخ سعدیؒ نے گلستان میں رزق کا مسئلہ بیان کیا۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب　　　گبر و ترسا وظیفہ خور داری

اے سخی! جو ایسا کریم ہے تیری سخاوت کی کوئی حد نہیں ہے، تو اپنے غیب کے خزانے سے اُن کافروں کو بھی دیتا ہے جو تیرے دشمن ہیں۔ جو تجھے نہیں مانتے، اُن کو بھی تو روٹی دیتا ہے۔ تو پھر۔

دوستاں را کجا کنی محروم　　　تو کہ با دشمناں نظر داری

پھر محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے والے کیسے محروم رہ سکتے ہیں جبکہ تو دشمنوں کو بھی دیتا ہے۔

تو رزق کا مسئلہ قرآن نے حل کیا۔ بڑی تفصیل کی آیت ہے مگر میں اختصار کر رہا ہوں۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ جتنے بھی چار پائے ہیں جتنے بھی دو ٹانگوں والے ہیں، جتنے بھی پیٹ کے بل چلنے والے ہیں۔ قرآن نے دآبّۃ کی تفسیر دوسری جگہ خود فرمائی۔ اللہ فرماتے ہیں مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ (النور ۴۵) کوئی تو دو ٹانگوں پہ چلتا ہے۔ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ (النور ۴۵) کوئی چار ٹانگوں پہ چلتا ہے مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ (النور ۴۵) کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے (سانپ پیٹ کے بل چلتا ہے) تو فرمایا کوئی بھی ہو۔ خواہ پیٹ کے بل چلے، خواہ دو ٹانگوں پر چلے، خواہ چار ٹانگوں پہ چلے زمین میں رہنے والی کوئی بھی مخلوق ہو۔ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا

اللہ ہی کے ذمے ہے اس کی روزی پہنچانی اپنے فضل و کرم کے ساتھ۔
وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا۔ اور وہی اللہ جانتا ہے
جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور وہی اللہ جانتا ہے جہاں وہ سونپا جاتا ہے
فرمایا مستقر بھی میں جانتا ہوں مستودع بھی میں جانتا ہوں۔ اس کی
تفسیر میں علماء نے بہت سے اقوال فرمائے۔ اور وہ سارے کے سارے
قرآن کا حسن ہیں۔ یہ کبھی کبھی جو میں مختلف اقوال بیان کر دیتا ہوں وہ متضاد
نہیں ہوتے بلکہ قرآن کریم کی جامعیت اور قرآن کریم کی وسعت کی وہ نشانی
ہیں کہ ایک ایک لفظ میں کتنے کتنے معانی نکلتے چلے جاتے ہیں۔ مستودع
اور مستقر کے متعلق ایک قول علماء کا یہ ہے۔ مفسر ابو سعود وغیرہ
نے فرمایا کہ مستقر سے مراد، انسان جب اپنے باپ کی پشت میں ہوتا
ہے، پشت پدر، یہ ہے مُسْتَقَر۔ اور مُسْتَوْدَع سے مراد، رحم مادر
جب انسان اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے۔ فرمایا کہ اے انسان! تو سمجھتا
ہے کہ میں جب کیک پیسٹری کھاتا ہوں تب یہ رزق ہے؟ نہیں تیری
تربیت تو بڑے زمانے سے ہوتی چلی آتی ہے۔ میرے بھائی! ہم سب
اولادوں والے ہیں، اللہ نے اولادوں کو اولاد نصیب فرمائے اور جن
کی اولادیں ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو نیک صالح فرمائے۔ جب توالد اور تناسل کا
سلسلہ قائم ہوتا ہے تو پشت پدر سے جو چیز منتقل ہوتی ہے رحم مادر
میں، اُس میں حیات ہے یا نہیں؟ اگر حیات نہیں تو آگے انسان کیسے
بنا؟ اگر حیات ہے تو اُس میں زندگی کس نے پیدا کی؟ اللہ نے پیدا کی۔

پھر رحم مادر میں آکر بچہ جب تو مہینے تک عموماً پلتا رہتا ہے، چار ماہ تک اس میں روح نہیں ہوتا، چار ماہ کے بعد پھر روح اس میں ڈالا جاتا ہے (ہمارے مطابق) ویسے روح تو پہلے ہی سے ہوتا ہے۔ روح سے مراد کیا ہے؟ حیات۔ حیات ہے تو کبھی وہ کبھی خون کی بوند بنتا ہے پھر ہڈی بن جاتا ہے، پھر اس پہ گوشت چڑھتا ہے۔ یہ سب حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔ حرکت کے بغیر تو کچھ نہیں ہوتا۔ حرکت ہی کا نام تو حیات ہے بلکہ اس سے بھی واضح قرآن نے دوسری جگہ فرمایا هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ج (النجم ۳۲) او انسان! میں تجھے خوب جانتا ہوں۔ جب تو زمین سے اُگ رہا تھا میں اُس وقت بھی تجھے جانتا تھا اور جب تو ماں کے پیٹ میں چھپا ہوا تھا، جنین تھا، اُس وقت بھی میں تجھے جانتا تھا۔ میرا علم؟ یہ جو باہر گندم کے فصل ہیں اس میں آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا اُگ رہا ہے؟ گندم کے دانے؟ نہ جی، ان گندم کے دانوں میں کتنے مولوی اُگ رہے ہوں گے، کتنے وڈیرا اُگ رہے ہوں گے، کتنے ڈاکٹر اُگ رہے ہوں گے، کتنے انجنیر اُگ رہے ہوں گے، کتنے امیر، کتنے فقیر۔ یہ گندم کے دانے نہیں ہیں، ان میں بہت کچھ ہے اور پھر آگے چل کر یہ انسان بنیں گے۔ اس وقت بھی رب العالمین جانتا ہے کہ ان گندم کے دانوں میں کیا ہے، ان پودوں میں کیا ہے، ان مٹی کے ڈھیلوں میں کیا ہے۔ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ جب تم کو میں زمین سے اُگاتا ہوں تو اس وقت

مجھے پتہ ہوتا ہے کہ تم کس طریقے پر آرہے ہو۔ اور میں اس وقت بھی تمہیں جانتا ہوں اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ج۔ جب تم اپنی ماں کے رحم میں جنین ہوتے ہو۔ جنین کا معنیٰ، چھپی ہوئی چیز۔ جنّت نظر نہیں آتی نا اسی لئے جنّت کہتے ہیں، اور جن کو بھی جن کہتے ہیں، نظر نہیں آتا اور مجنوں کو بھی جنون کہتے ہیں، جنون بھی پاگل ہو جاتا ہے، اُسے کچھ نظر نہیں آتا، بات میں سمجھ نہیں کر سکتا اور ماں کے رحم میں حمل کو بھی جنین کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔ اس وقت بھی میں تجھے جانتا ہوں اور تجھے رزق پہنچاتا ہوں۔ رزق کے مختلف طریقے ہیں۔ روٹی کھلانا، یہ بھی رزق ہے اور کسی اور طریقے پر تربیت کر دینا، یہ بھی رزق ہے۔ تو فرمایا يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ابو مسعود فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد کیا ہے؟ باپ کی پُشت۔ اور مستودع سے مراد؟ ماں کا رحم۔ فرمایا وہاں تو نے کونسا ڈپلومہ حاصل کیا تھا؟ وہاں تو نے کونسی ملازمت کی تھی؟ وہاں تو نے کون سا ہل چلایا تھا کہ میں تجھے پال رہا تھا اور پھر پیدا ہوتے ہی قرآن نے کیا فرمایا؟ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۙ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ (البلد ۸تا۱۰) انسان کی پیدائش سے پہلے رب العالمین گوشت کے دو لوتھڑوں میں دودھ کی نہریں پیدا کر دیتے ہیں۔ فرمایا یہ کون بناتا ہے کہ میں بناتا ہوں؟ وہاں تو نے کونسی کاریگری کی؟ وہاں تو نے کونسا علم کا زور لگایا؟ تو مستقر سے

مراد ایک قول یہ ہے اور مستودع سے مراد ایک قول کے مطابق یہ ہے
اور دوسرا قول یہ ہے۔ مُسْتَقَرُّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا۔
مستقر سے مراد قیامت۔ اور مستودع سے مراد قبر۔ فرمایا میں جانتا
ہوں کہاں تجھے امانت رکھا جائے گا۔ تو مٹی میں پڑے گا، قبر میں تجھے
دفن کریں گے؟ تجھے کیا پتہ ہے؟ مٹی میں تیری تربیت ہو گی۔
شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کہ قبر میں بھی انسان کو رزق پہنچتا رہتا
ہے، مرتا نہیں ہے۔ مرنے کا یہ معنے نہیں کہ فنا ہو۔ توفی کا معنے پورا
پورا اٹھا لینا۔ موت کا معنے ہے جدائیوا قبلے کا مل نہیں ہے
عدم محض نہیں ہے۔ بلکہ ہماری بولی میں بھی تو کہتے ہیں "جی فلاں کا
انتقال ہو گیا ہے" انتقال کا کیا معنے ہوتا ہے؟ یا کہتے ہیں کہ فلاں
مر گیا ہے۔ یہ مرنا تو عامی لفظ ہے اور علمی لفظ ہے انتقال۔ یعنی
ایک جگہ سے نقل ہوا اور دوسری جگہ پہ چلا گیا۔ پہلے دوڑتا پھرتا
تھا یہاں اب قبر میں پہنچ گیا۔ اب وہاں کی زندگی گذار رہا ہے۔
وَمِن وَّرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (المومنون ۱۰۰) اور
اس کے بعد پھر قیامت میں ہو گا۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں (رحمۃ اللہ علیہ)
کہ جس طرح انسان رحم مادر میں تیار ہوتا رہتا ہے دنیاوی زندگی کے لئے
اسی طرح قبر میں تیار ہوتا رہتا ہے قیامت کی زندگی کے لئے۔ قبر کو
تشبیہ دی آپ نے رحم مادر کے ساتھ۔
تو فرمایا میں جانتا ہوں تیرا مستقر کون سا ہے، قیامت کے دن

تو کدھر جائے گا۔ علامہ بغوی رحمتہ اللہ علیہ، جنہوں نے تفسیر بغوی لکھی ہے عربی میں مگر بڑی عمدہ تفسیر ہے۔ اس میں خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآن کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کے ساتھ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت عجیب ملکہ عطا فرمایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (الجمعہ ۴) انہوں نے فرمایا کہ مستقر سے مراد ہے قیامت کا ٹھکانا کیونکہ جنت کے متعلق فرمایا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (الفرقان ۷۶) اور جہنم کے متعلق فرمایا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (الفرقان ۶۶) تو مستقر کیا ہے؟ قیامت کا فیصلہ۔ فرمایا کہ اے انسان تیری قیامت کے فیصلے کو میں جانتا ہوں کہ تو جنت میں جائے گا یا جہنم میں جائے گا ——— اور مستودع کو بھی میں جانتا ہوں، تجھے کہاں رکھا جائے گا تیرے مرنے کے بعد، تو کچھ نہیں جانتا۔ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ (لقمان ۳۴) تیرا مستودع کون سا ہے؟ میں جانتا ہوں۔ کسی کو قبر میں دفن کرا دیا۔ تو وہ تو بھائی آج کل خوش نصیب ہیں جن پر آج کل جنازے پڑھے جائیں، چند بھائی جن کے لیے دعائے مغفرت کریں، جو گھروں کے سامنے جائیں وہ تو خوش نصیب ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں حدیث کی روشنی میں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس انسان کی میت پر کم از کم چالیس مسلمان نماز جنازہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں حدیث آتی ہے اس لئے امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ جنازے پر کم از کم چالیس آدمی لے جایا کرو۔

اگر ویسے نہ ملیں تو مزدوری دے کر لے جایا کرو کہ خدا کے سامنے جا کر درخواست کریں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا تو جنازہ کیا ہوتا ہے؟ دعائے مغفرت ہی ہے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس دور میں جب کہ انسان اللہ کا نافرمان ہو چکا ہے۔ صحیح حدیث آتی ہے، حضور انور فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اپنی ذمہ داری کو کچھ ڈھیلا کر دیتے ہیں اور پھر اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کس وادی میں جا کر وہ ہلاک ہو جائے۔ آج دیکھ لو انسانیت کس طرح ذبح ہو رہی ہے۔ تو خوش نصیب ہیں وہ جن کے جنازے پڑھے جائیں۔ خوش نصیب ہے وہ جس کو قبر میں جگہ مل جائے۔ مٹی میں جگہ مل جائے، وہ خوش نصیب ہے ورنہ آج تو دیکھئے لاشوں کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ فرمایا میں جانتا ہوں مرنے کے بعد تو نے کہاں جانا ہے؟ تیرا مستودع کون ہے؟ وہ جو آسٹریلیا کا وزیر اعظم تھا اس کا مستودع کیا تھا؟ مچھلی کا پیٹ۔ جانسن نے نکال لیا وہاں سے؟ اتنے بڑے ملک آسٹریلیا کا وزیر اعظم، اسے پتہ تھا کہ میں کہاں جاؤں گا؟ اپنے مستودع کو نہیں سمجھ سکا۔ اللہ جانتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ ایک مچھلی کے پیٹ میں جائے گا وہاں تو اسپیل ویل بھی بن چکا ہو گا۔ فرمایا یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا ایک قول یہ بھی ہے۔ اس کے سوا اور قول بھی ہیں مگر وقت تھوڑا ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ فرمایا یہ ساری کی ساری باتیں روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس لیے اتنے عظیم خدا پر اعتماد رکھو اور رزق کے مسئلے میں بہت زیادہ پریشانی نہ اُٹھاؤ۔ رزق کے لیے خداوند تعالیٰ کو ناراض نہ کرو۔ یہ تجھے جو رزق دیا جاتا ہے اس رزق میں تو عبرت ہے۔ اسی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستاں میں فرمایا۔ ہمارے سامنے تو بھائی یہی چیزیں مبلغ علم ہیں، ہم تو طالب علم ہیں۔ فرمایا ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک ہمہ در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

فرمایا انسان! یہ بادل، یہ چاند، یہ سورج، یہ سارے کے سارے تیرے لیے فرماں بردار ہیں۔ کیوں؟ ع

تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

یہ تیری روزی پیدا کرتے ہیں۔ یہ اللہ نے تیرے لئے خادم لگا رکھے ہیں۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (لقمٰن ۲۰) لیکن ؎

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

یہ سارے کے سارے تیرے لیے فرماں بردار ہیں، تو بتا پھر تو خدا کا کتنا حکم مانتا ہے؟ ع

شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

تو فرمایا کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ٥ یہ ساری کی ساری باتیں میں نے روشن کتاب میں لکھ دی ہیں۔ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ تیرا رزق تیری عمر، تیرا آنا، تیرا جانا، یہ سب کچھ اللہ فرماتے ہیں میں نے لکھ دیا ہے اس لئے ان مسئلوں میں پھنس کر میری یاد سے غافل نہ ہو بلکہ میری یاد کی طرف تُو متوجّہ ہو ؂

اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

چوتھا درس قرآن مجید

منعقدہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ - ۲۵ فروری ۱۹۶۸ء

اس درسِ مبارک میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آگئے ہیں۔

۱- دینی نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی

۲- ائمہ مجتہدین نے صرف قرآن و سنت کو راہ نما بنایا۔

۳- عمر میں برکت نیکی سے آتی ہے۔

۴- اسلام ہمیشہ کے لئے انسان کا ہادی ہے۔

۵- حیاتِ برزخی پر ایمان ضروری ہے۔

۶- اسلامی آئین محافظ انسان ہے۔

۷- لفظ امتہ کے معانی

۸- اسلام میں مقام صحابہ

۹- حضرت سفیانِ ثوریؒ کی کرامت

(واللہ الموفق)

سورۂ ھود

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ٥ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓی اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُہٗ ط اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْھِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْھُمْ وَحَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ٥ (صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ط) (ھود ع، ۸)

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آج پھر ہم کو قرآن کریم سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا فرمایا۔ الحمد مجھے بھی آپ کو بھی اس سعادت سے محروم نہ فرمائیں اور اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

میرے بھائیو! انسان کی سب سے بڑی غرض یہی ہونی چاہیئے کہ اللہ کے دین کی بات کو سنے اور سنائے۔ ہماری زندگی میں بہت سے ایسے کام ہیں جو کچھ بالطبع ہیں کچھ بالذات ہیں۔ یعنی کچھ مقصود حقیقی ہیں اور

کچھ اُن کے اسباب ہیں۔ ہیں تو وہ سارے کے سارے اسباب لیکن ہماری دنیاوی زندگی کے اعتبار سے بھی کچھ ایسے کام ہیں جو اسباب ہیں اور کچھ ہمارے مقصود ہیں۔ جیسا کہ محنت کرنا، مزدوری کرنا، ملازمت کرنا کھیتی باڑی کرنا۔ یہ سب اسباب ہیں، ان سے مقصد اپنا پیٹ پالنا ہے اسی طرح مسلمان کی زندگی دنیاوی اعتبار سے اسباب کی زندگی ہے اور مقصود مسلمان کا کیا ہے؟ اللہ کی رضا۔ تو تھوڑا سا وقت بھی انسان کو اگر اللہ کے دین کے لئے میسر ہو جائے تو اُس پر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ہر چیز کا بدل، ہر چیز کا عوض مل سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی معیت، رب العالمین کے حضور پیش ہو جانا، تھوڑی دیر کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دینا، عقیدے کے اعتبار سے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر یہ فوت ہو جائے تو میرے بھائیو اور بزرگو! اس کا پھر بدل نہیں ملتا۔ تو اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے، اُس کا خصوصی احسان ہے مجھ جیسے گنہگار پر بھی اور آپ بھائیوں پر بھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مہینے میں ایک دفعہ قرآن سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا فرما دیتے ہیں۔ اللہ اس میں مزید برکت پیدا فرمائیں، اللہ ہم کو اس درس کی صحیح طور پر قدر اور وقعت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرت عمرانؓ ایک صحابی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں جن کے ساتھ فرشتے آ کر سامنے ملاقات کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عمرانؓ کے ساتھ فرشتے

آکر ملاقات کرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی آکر کھلے دیکھا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے صحابہ میں بہت سی صفات نبوتیہ منتقل ہو چکی تھیں جیسا کہ حضرت عمرانؓ کے متعلق میں نے ابھی عرض کیا کہ وہ بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں، ملائکہ آپ کے ساتھ آکر سامنے لوگوں کے ملاقات کرتے تھے، لوگ دیکھتے تھے۔

حضرت دحیہ کلبی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، جبریل امین عموماً ان کی شکل میں جناب محمد رسول اللہ کے پاس آیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو بہت بڑا شرف عطا فرمایا۔ حضرت عمران حضورؐ کی خدمت میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک وفد آیا، ایک بات پوچھنے کے لئے، اور وہ ابھی جو ایک آیت آنے والی ہے، اس کی تشریح تھی۔ پوچھا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے سائلین نے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ جب ساری کائنات نہ تھی تو اللہ تعالیٰ کہاں تھا؟ یہ سوال بطور حجت کے تھا، تحقیق کرنی مقصود نہ تھی۔ دنیا میں بہت سے سوال ایسے کئے جاتے ہیں بطور حجت بازی کے، اس لئے قرآن کریم نے بہت سوال کرنے سے روکا ہے۔ اور اس سوال کرنے کی اجازت دی ہے جس کا تعلق انسان کے دین کے ساتھ ہو۔

قرآن مجید میں آتا ہے اللہ تعالیٰ عزاسمہ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا، انہوں نے حضور سے پوچھا (سورت بقرہ میں ہے) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ (بقرہ ۱۸۹) یہ جناب سے پوچھتے ہیں چاندوں کے متعلق

صحابۂ کرام کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ یہ چاند کبھی ہلال ہوتا ہے کبھی بدر بن جاتا ہے، کبھی کم ہوتا ہے، کبھی چھوٹا کبھی بڑا، اس میں حکمت کیا ہے از روئے فلسفہ اور از روئے علم الافلاک یہ مقصد یہ تھا۔ قرآن نے جواب میں ارشاد فرمایا قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ (بقرہ ۱۸۹) آپ فرما دیجئے کہ چاند کے فائدے پوچھئے، چاند جو ہے یہ میقات ہے بہت بڑا کیلنڈر ہے لوگوں کو وقت بتانے کا، وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ج وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا (بقرہ ع۱۸۹) اس کا نام نیکی نہیں ہے کہ تم مکانوں کی پیٹھوں کی طرف سے آؤ۔ یعنی ایسے سوال نہ کرو جن سوالوں کا تعلق تمہارے دین کے ساتھ نہیں ہے۔ سوال وہ کرو جن کا تعلق تمہارے دین کے ساتھ ہے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے علمبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وحی انسانی نجات کے لئے نازل فرمائی اس کے آخری اور کامل پیغامبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے صحابہ کرام نے حضور سے دین کے معاملات بہت کم پوچھے ہیں۔ جو حضور نے فرمایا اس پر عمل کیا۔ غیر مسلم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں پوچھا کرتے تھے جیسا کہ روح کے متعلق پوچھتے تھے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۵ (بنی اسرائیل ع۸۵) اسی طرح اس بات کے متعلق بھی سوال کیا۔ صحابۂ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک وفد آیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، جب یہ ساری کائنات نہ تھی تو اللہ تعالیٰ کہاں تھا؟

یہ ایک حجت بازی کا سوال ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ، جن کو امام اعظم کہا جاتا ہے ، ہمارے احناف کے ہاں ان کا بڑا بلند مقام اور بہت بڑا درجہ ہے۔ ہمارے قانونِ حنفی کے مقننِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ ، جن کے متعلق بعض لوگ آج کل یہ مشہور کر رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ جو تھے وہ عقل کو نقل پر ترجیح دیتے تھے۔ یہ کتنا بڑا الزام ہے آپ کے خلاف۔ آپ کے زمانے میں بھی دہریوں نے آپ کے متعلق یہ کہا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھئے میرے متعلق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں عقل کو نقل پر ترجیح دیتا ہوں ، نقل سے مراد کیا ہے ؟ اللہ کی بات اور اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ، تو اس پر کسی بندے کو کسی اُمتی کو یہ حق کیسے پہنچ سکتا ہے کہ وہ اپنی رائے کو ترجیح دے امت کا تو مفہوم ہی یہ ہے کہ اپنے نبی کو امام اور قائد مانے۔

امام سے پہلے جانے والے کی تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ مقتدی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ امام سے پہلے جائے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی ایک حدیث میں کہ جو آدمی امام سے پہلے رکوع اور سجدے میں جاتا ہے ، مجھے ڈر لگتا ہے کہ اس کی شکل گدھے کی نہ ہو جائے (ترمذی میں حدیث ہے)

جو آدمی اِس امام سے جو امام الانبیاء کی خاکِ پا کا بھی درجہ نہیں رکھتا ہمارے چند وقتوں کا امام ہوتا ہے اس کو ہم امام بناتے ہیں نماز کے لئے ، اس امام سے بھی آگے رکوع سجدے میں جانے کے لئے حضور نے منع فرمایا

فرمایا کہ جو آدمی امام سے پہلے رکوع میں جائے مقتدی ہے بہت بانڈھی ہے "پیچھے اس امام کے" اب امام ابھی کھڑا ہے، یہ رکوع میں پہلے چلا گیا، امام ابھی بیٹھا ہے یہ سجدے میں پہلے چلا گیا، تو فرمایا مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے کہ اس کی شکل کہیں گدھے کی سی نہ ہو جائے کیونکہ گدھے میں یہ حماقت ہے حماقت اور بیوقوفی گدھے کے متعلق مشہور ہے، تو یہ حماقت کی بات کرتا ہے میرے بھائیو! اس معمولی امام سے آگے جانے کی ہمیں اجازت نہیں تو وہ جو امام الانبیاء ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی بات، پہ ہماری بات کرنا یہ تو کچھ مقام ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ بہت بڑی بے دینی ہے۔

تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھئے اگر میں اپنی عقل کو ترجیح دیتا نقل کے مقابلے میں تو (آپ نے چند مثالیں بیان فرمائیں) ــــ یہ سب تمہید قرآن ہی کے متعلق ہے اور اس کا تعلق قرآن کے درس کے ساتھ ہی ہے، یہ ساری مجلس درسِ قرآن کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں ــــ جو بات میرے بزرگو! دین کے لئے ہو اس کے سارے مالہٗ ماعلیہ سب دینی ہو جاتے ہیں۔ جو آدمی گھر سے وضو کر کے نکلے، مسجد میں آئے نماز کے لئے، اس کا وضو کر کے راستے میں آنا، یہ بھی نماز میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی جہاد کے لئے اپنا گھوڑا خریدے، اور اگر جہاد نہ بھی کیا ہو، نیت جہاد کی تھی، قیامت کے دن وہ گھوڑا بھی بلکہ اس گھوڑے کی لید اور پیشاب تک نامۂ اعمال میں تولا جائے گا، میزانِ عمل میں اس کو سعادت ملے گی۔ تو آپ بھائی جس طرح دور دراز سے تشریف لاتے ہیں۔

آج ہمارے کچھ بھائی پشاور سے تشریف لائے، ایبٹ آباد سے تشریف لائے اللہ ان کے آنے کو اپنی رحمت کے لئے قبول فرمائے۔ یہ دین ہی کے لئے تو آئے ہیں، یہاں اور کیا رکھا ہے۔ دین کی چند باتیں یہ گنہگار کہہ دیتا ہے اور آپ حضرات ان کو سنتے ہیں۔ اللہ ہمیں صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

تو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں عقل کو نقل پر ترجیح دیتا تو بتایئے عورت زیادہ ضعیف، ہے کہ مرد کمزور ہے؟ سب جانتے ہیں کہ عورت زیادہ کمزور ہے مرد کے مقابلے میں۔ قرآن مجید نے کہا کہ اگر باپ مر جائے .... اس کا ایک بیٹا رہ جائے۔ ایک بیٹی رہ جائے تو بیٹی کو کتنا حصہ ملے گا؟ ایک بیٹے کو دو۔ فرمایا میں اگر عقل کو ترجیح دیتا تو کہتا کہ بیٹی کو دو ملیں بیٹے کو ایک ملے کیونکہ بیٹی کمزور ہے۔ لیکن میں عقل کو ترجیح نہیں دیتا۔ آپ کے زمانے میں ایسے بڑے مباحثے ہوئے۔ آپ سے ایک دفعہ پوچھا گیا، دہریوں نے چند سوال کئے، ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا تھا؟ آپ بہت بڑے صاحب فہم و فراست گذرے ہیں آپ نے فرمایا دیکھو تم گنتی کرو۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔۔۔ اس نے گنتی شروع کی۔ فرمایا ایک سے پہلے ذرا گنو کیا ہے؟ اس نے کہا جی ایک سے پہلے تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا پھر اللہ سے پہلے کیا ہو سکتا ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آ کر سوال کیا ایک وفد نے کہ اللہ کے نبی! جب کائنات ساری موجود نہ تھی تو اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ حضورؐ یہ جواب دے رہے تھے،

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے میرے ایک دوست نے آ کر بتلایا کہ تیری اونٹنی کہیں گم ہو گئی ہے۔ تو میں اس فکر میں اُٹھ کر چلا گیا۔ وہ اونٹنی تو ملی یا نہ ملی، وہ تو الگ مسئلہ ہے، فرمایا جتنی دیر میں امام الانبیاء کی اس دینی مجلس سے غیر حاضر رہا عمر بھر مجھے افسوس رہا کہ وہ اونٹنی گم ہو جاتی تباہ ہو جاتی برباد ہو جاتی، لیکن وہ محفل مبارک جس میں امام الانبیاء قرآن کریم کی ایک آیت کو حل فرما رہے تھے میں اس سے نہ اُٹھتا تو یہ اچھی بات ہوتی حالانکہ آپ صحابی ہیں۔

تو میرے بھائیو! آپ بھی خوش نصیب ہیں، الحمد للہ میں بھی اپنے آپ کو آپ کی وجہ سے سعادت مند سمجھتا ہوں کہ ہم مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن سننے سنانے کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

آج سورت ہود کے پہلے رکوع کی آخری دو آیتیں تلاوت کی گئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج یہ سورت ختم ہو جائے کیونکہ اکتوبر ۱۹۹۶ء سے یہ سورت شروع ہے۔ قرآن تو اللہ کا کلام ہے اسے جتنی بھی تشریح کے ساتھ بیان کیا جائے یہ اپنے آپ کو خود کھولتا چلا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا:۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۔ اور اللہ وہی ذات ہے جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں ۔ سورت بقرہ میں اور دوسری چند سورتوں میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی وسعت اقتدار کو بیان فرماتے ہیں کہ مجھے تم کچھ معمولی حقیقت نہ سمجھو۔ ساری کائنات کا خالق میں، آسمانوں

کائیں بنانے والا، زمینوں کائیں بنانے والا، ساری کائنات میں میرا ہی تصرف اور میرا ہی حکم چلتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو میں نے بنایا چھ دن میں "چھ دن" سے کیا مراد ہے؟ علماء تفسیر نے اس کی تشریح تو بہت لمبی کی ہے خلاصہ یہ سمجھ لیجئے، جہاں تک ہمارا خیال ناقص ہے، اکابر سے سُنا یہ بات سمجھائی یوں کہ جتنا جلدی بن سکے، ہمارے محاورے میں ایک ہفتہ بڑا معمولی سمجھا جاتا ہے، تو فرمایا کہ میں نے زمینوں اور آسمان کو بہت جلدی بنایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کسی چیز کا احتیاج نہیں، اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۵ (بقرہ ۱۱۷) جب کسی بات کو وہ کرنا چاہیں، وہ فرمائیں "ہو" وہ بس ہو جاتی ہے، وہاں تو کبھی چوڑی بات ہی نہیں تو یہ میرے آپ کے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ جتنا کام تم چھ دنوں میں کر سکو میں نے اس کائنات کو اتنا جلدی بنایا کہ اس سے جلدی اور ہو ہی نہیں سکتا میں نے کُن کہا، ساری کائنات بن گئی۔

وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ اور زمین اور آسمان کی اس تخلیق سے پہلے جو ہم دیکھ رہے ہیں، اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ کیا مقصد؟ کہ ساری کائنات آج جو علم الافلاک، علم ریاضیات اور علم طبقات الارض پر بحث ہو رہی ہے۔ قرآن مجید میں یہ سارے علوم موجود ہیں۔ یہ غلط کس نے کہہ دیا ویسے کہ قرآن مجید ہمیں ترقی سے روکتا ہے۔ قرآن مجید ہمیں علوم سائنس سے روکتا ہے، یہ کس نے کہا؟ خواہ مخواہ اسلام کے خلاف بھائی یہ تو الزام ہے قرآن مجید نے تو ہمیں سکھایا دنیا بھی حاصل کرو، دین بھی حاصل کرو، قرآن

تو یہ فرماتا ہے کہ خدا کے باغی نہ بنو۔ خدا کے منکر نہ بنو، دین کے مخالف نہ بنو۔ قرآن کبھی ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں، قرآن تو وہ سب سے پہلی کتاب ہے جس نے یہود اور نصاریٰ کو، ہنود کو اور دنیا کی ساری قوموں کو ترقی کے زینے بتائے، ترقی کی طرف اُن کو راغب کیا اور قرآن کا احسان تو دنیا کی قوم کبھی اتار ہی نہیں سکتی ــــ کوئی قوم بھی ــــ مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج ہم مسلمان بعض کہلانے والے یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسلام یا قرآن ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ میرے بزرگو قرآن اور اسلام ترقی کے راستے رکاوٹ نہیں۔ میں صرف ایک چھوٹی سی بات عرض کر دیتا ہوں۔ دیکھئے آج ۱۴۰۷ سال ہو چکے ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو، حضور نے جب مکہ مکرمہ چھوڑا اور مدینہ منورہ تشریف لائے جہاں سے اسلامی فتوحات شروع ہوتی ہیں تو یوں سمجھ لیجئے چودہ سو سال اسلام کو ہو گئے میرے بزرگو اور میرے بھائیو! جو دین ایک ایسے ملک میں شروع ہوتا ہے جس ملک میں اُس زمانے کے مطابق کوئی ترقی نہیں تھی ہو سکتا ہے اس زمانے کے مطابق بھی کوئی ترقی نہیں تھی، یعنی وہ لوگ جو لکھنا نہیں جانتے تھے، پڑھنا نہیں جانتے تھے، جن کے ہاں کوئی خاص سیاسی شعور اور تمدن نہیں تھا، وہاں ایک دین نے اپنا ظہور کیا یعنی دین ظاہر ہوا اور میرے بزرگو وہ دین چودہ سو سال کی عمر طے کر آیا، اس چودہ سو سال کے زمانے میں دین نے کتنے انقلاب دیکھے، کتنے مقابلے ہوئے، کتنی تکلیفیں برداشت کیں لیکن دین چلتا چلتا آج یہاں پہنچ گیا، ساری دنیا

ساری دنیا میں آج تقریباً اسی کروڑ انسان پڑھتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو اسلام اگر ترقی کے راستے میں روڑے اٹکاتا تو اتنی لمبی عمر پاتا؟ موٹی سی مثال ہے میرے بھائی! کسی آدمی سے آپ پوچھتے ہیں بتا بھائی تیری عمر کتنی ہے؟ وہ کہتا ہے جی میری عمر ۱۲۰ سال ہے (یعنی پہلے زمانے کا) آج تو ہم چالیس سے آگے نہیں بڑھتے، جو ہماری خود اکیں ہیں، ہمارے اعمال ہیں، یہ اعمال تو ہمارے بھائی ہمیں تباہ کر رہے ہیں، اسی لئے حضورِ انور فرماتے ہیں، یاد رکھئے میرے بزرگو! عمر کی درازی کا جو مسئلہ ہے وہ بھی حضورؐ نے حل فرمایا، آپ فرماتے ہیں لَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ. نیکی عمر بڑھاتی ہے۔ عمر بڑھنے کا مطلب کیا؟ عمر میں برکتیں نیکی سے پیدا ہوتی ہیں۔ آج جو ہم بداعمالیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اس سے ہماری زندگی لمبی کیسے ہو سکتی ہے؟ بداعمالیاں تو انسان کے اعمال کو خراب کرتی ہیں اور اعمال کا اثر پھر زندگی پر پڑتا ہے، زندگی پھر بے نور اور بے برکت ہو جاتی ہے، صحتیں پھر گر جاتی ہیں۔ صحت اور زندگی اسی کی توانا رہتی ہے میرے بھائی! جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو آپ چلتے ہیں آج جتنی ہم میں ہے۔

بہر حال میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ آپ کسی سے پوچھیں تیری کتنی عمر ہے؟ وہ کہہ دے "جی میری عمر ۱۲۰ سال ہے" بھائی تیری آنکھ ٹھیک ہے؟" "جی ہاں آنکھ بھی ٹھیک ہے، ٹانگ بھی

ٹھیک ہے، کان بھی ٹھیک ہیں، میں چلتا بھی ٹھیک ہوں" پھر آپ اس پر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ تو پیدائشی بیمار ہے؟ اگر وہ پیدائشی بیمار ہوتا تو ۱۲۰ سال عمر پوری کر لیتا؟ ابھی تک وہ توانا ہے۔ اگر میرے بزرگو! اسلام ترقی کے راستے میں روڑے اٹکاتا، اسلام زمانے کے ساتھ نہ چل سکتا تو چودہ سو سال تک لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کبھی باقی نہ رہتا۔ یہ دلیل ہے اسلام کے بقا کی۔ اسلام ترقی کے راستے میں روڑے نہیں اٹکاتا، اسلام تو اس "ترقی" کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے جو خدا سے باغی کرے، اللہ کی مخلوقات پر ڈاکے ڈالے۔ اسلام واقعی اس "ترقی" کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسلام چوروں کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے، اسلام باغیوں کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے جو مسلمان اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہو اسلام اس کے راستے میں روڑے نہیں اٹکاتا۔

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ قرآن یہ فرماتا ہے کَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ۔ اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس ہیئت کذائی سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ کیا مطلب؟ کہ یہ ساری کائنات پانی ہی پانی تھی اور زمین کو بعد میں تخلیق کیا گیا، جیسا کہ ہمارا اپنا عقیدہ ہے مسلمانوں کا کہ سب سے پہلے مکہ مکرمہ جہاں پر بیت اللہ شریف ہے جہاں کچھ حاجی لوگ، پہنچ چکے ہیں، کچھ جانے والے ہیں (اللہ ان کے حجوں کو قبول فرمائے حج بردر نصیب فرمائے، اللہ مجھے اور آپ کو بھی

یہ سعادت نصیب فرمائیے) تو وہاں بیت اللہ شریف کے اندر ایک کنڈا سا لگا ہوا ہے اُسے کہتے ہیں نَافُ الْاَرْضِ یعنی دنیا کی ناف۔ اب بھی وہاں پر یہ محاورے کے طور پر مشہور ہے کہ یہ سب سے پہلے زمین وہاں سے خشک ہوئی ہے جہاں پر بیت اللہ شریف ہے۔ بیت اللہ کے اندر ایک نشان سا موجود ہے۔ تو زمین اور آسمان کی اس تخلیق سے پہلے ساری کائنات پر پانی ہی پانی تھا۔ تو اللہ فرماتے ہیں میرا عرش یعنی میری حکومت پانی پر تھی اس میں لطیف اشارہ ہے کہ میری قدرت اور میری تخلیق کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے پانی سے ہی ساری کائنات بنادی۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ تم پانی پر کسی چیز کی بنیاد رکھو ایک منٹ میں نیچے آ رہے گی۔ اول تو تم رکھ ہی نہیں سکتے۔ کوئی دریا کے درمیان مکان بنا سکتا ہے؟ فرمایا میں نے پانی سے ساری کائنات کو بنا دیا۔ جو پانی عنصر لطیف ہے، اپنے وجود کو باقی نہیں رکھ سکتا آپ پانی کا ایک قطرہ ڈالیں زمین پر، وہ بہہ جاتا ہے، قطرہ قطرے کی ہی شکل میں نہیں رہ سکتا۔ تو اللہ فرماتے ہیں میری تخلیق کو تم دیکھو کہ میں کتنا بڑا خالق ہوں، خالقِ عظیم ہوں کہ میں نے پانی سے ساری کائنات بنادی، زمین بنائی، یہ زمین میں جو کچھ تم دیکھتے ہو، پودے، شجر و حجر، بلکہ پہاڑ تک پانی سے بنتے ہیں، ان کی تہ میں بھی پانی ہوتا ہے۔ اور میرے بزرگو! میں آپ کس سے بنے ہیں؟ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

مِن نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ (الدھر ع۱ پ۲۹)
فرمایا میری عظیم قدرت کا تم کیا مقابلہ کر سکتے ہو، میں نے ساری کائنات کو بنایا، زمین کو بنایا، آسمان کو بنایا — اور پانی سے بنایا — اور پھر تم کو میں نے بنایا، تم کو میں نے اپنا خلیفہ بنایا، اور یہ ساری کائنات میں نے تمہارے لئے بنائی۔ خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ (البقرہ ع۲۹) سب کچھ جو زمین میں ہے میں نے تمہارے لئے بنایا، سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ (ابراھیم ع۳۳)۔ فرمایا میں نے تمہارے لئے رات بنائی، دن بنایا، چاند بنایا، سورج بنایا اور میں نے تمہارے لئے دریا جاری کئے، پہاڑ بنائے ساری کائنات تمہارے لئے بنائی۔ فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ (ابراھیم ع۳۴) اگر تم میری نعمتوں کو گننے لگو تو تمہاری طاقت نہیں ہے کہ گن بھی سکو، بے شک انسان بہت بڑا ظالم ہے اور بہت بڑا ناشکرا ہے۔

تو یہ پھر بنایا کیوں؟ تمہیں مجھے کیوں بنایا؟ ساری کائنات کو کیوں بنایا؟ نعوذ باللہ کیا خدا کھیلنا چاہتا تھا؟ ارشاد فرمایا، نہیں، لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط یہ ساری کائنات میں نے اس لئے بنائی تاکہ اے انسانو! تمہارا امتحان لیا جائے ظاہری طور پر، اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط تم میں سے کون ہے جس کے عمل سب سے بہتر ہیں؟ تمہاری عملی زندگی

میرے حکم کے مطابق ہے یا مخالف ہے؟ اس لئے میں نے ساری کائنات بنائی تم کو میں نے خلافت دی کہ تم زمین پر آکر میرے خلیفے بنو گے یا میرے باغی بنو گے، میرے مطیع خلیفے بنو گے یا میرے باغی خلیفے بنو گے؟ اور پھر فرمایا میں تمہیں یونہی نہیں چھوڑ دوں گا، تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ ساری کائنات ہم کھاپی لیں گے اور پھر ہمیں اللہ نہیں پوچھے گا؟ فرمایا، نہیں، تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا: وَلَئِنْ قُلْتَ اور جب آپ ان سے یوں فرما دیتے ہیں اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ، اے دنیا والو! اے انسانو! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے موت کے بعد، کیونکہ تم سے اللہ نے امتحان لینا ہے، حساب لینا ہے۔

یہ حیات بعد الموت کا مسئلہ اسی لئے ہے۔ آپ دیکھتے ہیں سورت فاتحہ کے درس میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، ہم اللہ کے حضور جو دعائیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی جو حمد و ثنا کرتے ہیں، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ اور ساتھ پھر یہ بھی اقرار کرتے ہیں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ اللہ بدلے کے دن کا مالک ہے۔ یعنی خدا کی رحیمیت، خدا کی رحمانیت اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اللہ نے ایک وقت مقرر کیا ہے ہم سے امتحان لینے کا، ہمارا حساب لینے کا، اور وہ وقت کونسا ہے؟ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ۔ موت کے بعد۔ جب یہ ہماری زندگی، یہ دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی، اس ڈھانچے کو جب ہم ختم کر تا سمجھ لیں گے، دنیا والے سمجھیں گے کہ ختم ہو چکے ہیں، فرمایا، نہیں، اے میرے سامنے تم آؤ گے اور میں

موت کے بعد تمہارے اعمال کا محاسبہ کروں گا۔ اِنَّكُمْ تُبْعَثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ۔ یہاں لفظ فرمایا میرے بزرگو! مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ تم اٹھائے جاؤ گے موت کے بعد، اور ہمارا عقیدہ ہے علمائے اہل سنت والجماعت کا، حدیث اور قرآن کی روشنی میں، کہ ہماری حیات کے دو حصے ہیں ایک حیات ہے قبر کی حیات اور ایک حیات ہے قیامت کی حیات۔ قبر کی جو حیات ہے وہ بھی قیامت کا پہلا زینہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں قرآن مجید کی جو سورت تکاثر ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۗ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۗ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۗ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ع (پ) فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ اس سورت کے نزول کے بعد ہم کو تو قبر کی زندگی پہ پورا یقین حاصل ہو گیا۔ قبر کی زندگی، مرنے کے بعد جو زندگی ہے، قیامت سے پہلے جسے قرآن نے برزخ فرمایا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (المومنون ۱۰۰) پردے کی زندگی، ہماری آنکھوں سے پردہ ہو جاتا ہے اندر حساب لگا رہتا ہے۔ فرمایا کہ اس زندگی پہ ہمیں پورا یقین ہو گیا جب سورت تکاثر نازل ہوئی۔ اور قرآن مجید نے صاف فرمایا میرے بزرگو! اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ اے انسان! تجھ کو مال حاصل کرنے کی حرص، لالچ، مال کی کثرت کی لالچ، اولاد کی کثرت کی لالچ، دنیاوی جاہ و جلال کی لالچ،

اَلْھٰکُمْ، میرے ذکر سے غافل کر دیتی ہے۔ تو اتنا اس میں پھنس جاتا ہے کہ مجھے چھوڑ بیٹھتا ہے، خالق کے ذکر کو چھوڑ کر مخلوق کے ذکر میں پھنس جاتا ہے حالانکہ خالق کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ مخلوق تو اسی لئے ہے کہ خالق یاد آئے۔ تو فرمایا اَلْھٰکُمْ، اے انسانو! تم کو غافل کر دیتی ہے میرے ذکر سے تکاثر، مال کی کثرت کی طلب، اولاد کی کثرت کی طلب، رات دن دنیا وی جاہ و جلال کی فکر کی طلب حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔ قبروں تک تم ان باتوں کو نہیں چھوڑتے۔ فرمایا قبروں میں پھر کیا ہوتا ہے؟ کَلَّا یاد رکھو۔ کَلَّا کا کلمہ آتا ہے تنبیہ کے لئے یاد رکھو سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ تم ضرور جان لوگے۔ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ پھر یاد رکھو تم ضرور جان لوگے۔ یہ دو دفعہ فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ جو پہلی مرتبہ فرمایا فِیْ قُبُوْرِکُمْ اپنی قبروں میں جان لوگے کہ اللہ کے نبی نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ اور دوسرا ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ یہ قیامت کے دن کے متعلق فرمایا۔ اور پھر جو آگے فرمایا لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۙ تم یقیناً اس دوزخ کو جسے تم نقشے پر ڈھونڈتے ہو، جغرافیے میں تلاش کرتے ہو اس دوزخ کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ اور پھر قیامت کے دن تو پورے یقین کے ساتھ دیکھ لوگے۔ (اللہ مجھے آپ کو جہنم سے بچائے، ہمارے یقین میں اللہ تعالیٰ قوت پیدا فرمائے)

ہمارا تو بھائی یقین ہے کہ موت کے بعد زندگی ہے۔ اور میرے بزرگو! یہی ایک یقین ہے جس سے کہ ہماری اخلاقی اصلاح ہو سکتی ہے۔ آپ ہزار ہا بناتے رہیں دستور، کون مانتا ہے دستوروں کو۔

کیا اقوام متحدہ کے منشور میں انسانی احترام کا دستور نہیں ہے؟ کیا وہاں پر حقوق انسانیت کے ادارے نہیں ہیں؟ مگر آج دیکھ لیں کیا ہو رہا ہے ویت نام میں۔ انسانوں پر آگ برسائی جا رہی ہے، انسانوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں — اور صرف کس لئے؟ ذاتی اقتدار کے لئے مجھے چوہدری مان لیا جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام پر الزام لگاتے تھے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ دیکھیں احکام جو آپ نے بطور فاتح اعظم اپنی فوجوں کو دئیے ہیں، رضاکاروں اور صحابہ کو دئیے ہیں۔ فرمایا لَا تَقْتُلُوا وَلِیدًا، خبردار! کسی بچے کو نہ مارنا، وَلَا امْرَأَۃً، نہ کسی عورت کو مارنا وَلَا تَقْتُلُوا مُزْمِنًا، نہ کسی زیادہ بیمار کو مارنا، وَلَا شَیْخًا نہ کسی بوڑھے کو مارنا۔ دیکھ لو۔ فرمایا دیکھنا مسلمان کا ہاتھ کبھی نہ اُٹھے کسی بچے پر، مسلمان کا ہاتھ کبھی نہ اٹھے کسی عورت پر، مسلمان کا ہاتھ کبھی نہ اُٹھے کسی بوڑھے پر، مسلمان کا ہاتھ کبھی نہ اُٹھے کسی بیمار پر، خواہ وہ دین کا مخالف ہی کیوں نہ ہو، اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ ذَا رَاْیٍ۔ ہاں جنگ میں رائے دینے والا ہے، وہ سپاہی شرارتی ہے، تو پھر اس کو تم رگڑ سکتے ہو، لیکن ویسے کفر کی بنیاد پر کسی بوڑھے کو مت مارو

کسی بچے کو مت مارو، کسی عورت کو مت مارو، کسی بیمار کو مت مارو۔
آج مجھے بتایا جائے وہ بت نام میں تمیز ہوتی ہے اس بات کی ؟
کاش! کہ مسلمان آج بھی اگر سمجھ لے کہ ہمارے قائد، ہمارے رہنما، قرآن و سنت ہیں۔ ہمارے رہنما جناب محمد رسول اللہ ہیں، ہمارے رہنما صحابہ کرام ہیں، ہمارے رہنما ہمارے اپنے امام ہیں۔ ہمارے علماء ہیں۔ جنہوں نے ہمارے لئے دین کی تدوین کی، تو آج بھی ہم کچھ نہ کچھ سمجھ سکتے ہیں۔ اگر یہ سمجھیں کہ ہمارے رہنما یہ ہیں تو بھائی یہ کیا رہنما ہیں ؟ یہ کیا رہنمائی کریں گے ؟ انسانیت کے قاتل، انسانیت کو ذبح کرنے والے یاد رکھیے میرے بزرگو! مسلمان کا سب سے بڑا اعتماد جناب محمد رسول اللہ کی ذات پر ہو۔ اور صحابہ کرام پر اعتماد ہو، قرآن پر اعتماد ہو، تو پھر میرے بزرگو! یہ ساری ہماری گتھیاں سلجھ سکتی ہیں (اللہ ہمیں صحیح شعور نصیب فرمائے)

تو فرمایا، وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ۔
اور جب آپ کہہ دیں گے ان سے کہ اے انسانو! تم موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے۔ تو کیا ہوگا ؟ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ یہ کافر فوراً کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ کیا مطلب ؟ کہ یا تو آپ کی بات ایسی ہے کہ مسلمانوں پر اثر کرتی ہے، جادو ہے، اور یا پھر یوں ہے کہ یہ تو جادوگری ہی ہے کہ مردہ جسے ہم اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہیں، ہمارے سامنے پڑے پڑے گل سڑ کر ہو جاتا ہے

راکھ ہو جاتا ہے، مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے، ہڈیاں ہو جاتا ہے، وہ پھر زندہ ہو گا؟ اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ یہ تو پھر بڑی جادوگری کی بات ہے؟ (نعوذ باللہ)

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب یہودیوں کو معجزات دکھائے جن میں مُردوں کا زندہ کرنا بھی تھا تو انہوں نے بھی یہی کہا تھا اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ یہ عیسیٰ جو باتیں پیش کر رہا ہے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

تو فرمایا کہ موت کے بعد حیات ہے، موت کے بعد حیات پر پہرے بھائی اگر یقین ہو جائے (اللہ مجھے آپ کو یقین نصیب فرمائے) تو پھر ساری ساری گتھیاں سلجھ سکتی ہیں۔ عرب کے کافر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اور اعتراضات کرتے تھے اُن میں ایک بات یہ بھی تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر آپ واقعی خدا کے سچے رسول ہیں تو خدا سے کہہ دیں ہم پر عذاب نازل کرے۔ جب انسان نڈر ہو جاتا ہے، جب انسان باغی اور سرکش ہو جاتا ہے تو وہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ کے دامن میں بھی ہاتھ ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ مکے کے کافروں میں گستاخی اور بے ادبی تو حد سے زیادہ تھی۔ اس کا قرآن نے جواب دیا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ جلدی نہ کرو، میرا عذاب آئے گا۔ اُس عذاب کا ایک وقت ہوتا ہے جب وہ آتا ہے تو کسی کے ٹالنے سے ٹلتا نہیں۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ـــــ

وَلَئِنْ ـــ اور اگر اَخَّرْنَا، پیچھے کر دیں ہم، عَنْهُمُ، ان لوگوں سے اَلْعَذَابَ

وہ عذاب جو یہ مانگتے ہیں اِلٰی اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ، ایک مقرر وقت تک کے لئے ۔ لفظ اُمَّۃٍ قرآن میں بہت سے معانی کے لئے آتا ہے

لفظ اُمَّۃٍ کا معنٰی اُمت بھی ہے۔ اُمت سے مراد دو قسم کی اُمتیں لی جاتی ہیں ایک امت اجابت ہے، ایک امت دعوت ہے۔

جس کو نبی دعوت دے، وہ ہوتی ہے اُمتِ دعوت۔ اور جو نبی کو قبول کرے وہ ہوتی ہے امتِ اجابت، ساری کائنات محمد رسول اللہ کی امتِ دعوت ہے۔ حضور نے سب انسانوں کو فرمایا قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ط سارے انسان حضور کی اُمت دعوت ہیں لیکن جن لوگوں نے پڑھا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، وہ ہیں امت اجابت۔

تو لفظ اُمَّۃٍ آتا ہے ایک تو امّت کے معنوں میں نبی کے پیروکاروں کو امت کہا جاتا ہے۔ اور لفظ اُمَّۃٍ کا معنٰی ہے بزرگوار قائد اور امام بھی ہے۔ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً (النحل ۱۲۰) ابراہیم علیہ السلام امت تھے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام امام تھے، رہنما تھے، قائد تھے، اور لفظ اُمَّۃٍ کا معنٰی آتا ہے مدت بھی۔ وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (یوسف ۴۵) قرآن سمجھنے کے طریقے ہیں (اللہ مجھے آپ کو ان طریقوں سے شناسا فرمائے) یہ نہیں ہے کہ میٹرک فیل ہوا اور قرآن کی "تفسیر" لکھ دی نامعلوم ہم یہ کیوں ایسی حرکتیں کرتے ہیں (اللہ ہمارے حالوں پر رحم و کرم فرمائے)

میرے بزرگو! گھڑی سازی کے لئے گھڑی سازی کا فن سیکھنا ضروری ہے۔ درزی بننے کے لئے درزیوں کا فن سیکھنا ضروری ہے موچی بننے کے لئے موچیوں کا فن سیکھنا ضروری ہے۔ تو بھائی قرآن کی تفسیر کے لئے کسی قاعدے کی ضرورت نہیں ہے؟ یہ ویسے ہی تشریح کردیا جائے گا؟ صحابہ کے حالات پڑھیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آٹھ آٹھ سال گذارے ہیں صرف سورہ بقرہ کے سمجھنے میں۔ چودہ چودہ سال گذارے ہیں ایک آیت کی تشریح طلب کرنے میں۔ اور قرآن مجید واقعی اس قابل کتاب ہے کہ اس میں ساری زندگی بھی اگر صرف کردی جائے تو وہ تھوڑی ہے۔

تو اُمّۃ کا معنیٰ میرے بزرگو! ایک آتا ہے "وقت" بھی۔ جیسا قرآن شریف میں آتا ہے سورت یوسف میں کہ وہ جو یوسف علیہ السلام کے ساتھ شریک تھے قیدی جس نے نجات پائی۔ اور آپ نے فرمایا تھا کبھی میری ضرورت پڑے تو میرا نام لے لینا۔ جب عزیز مصر نے خواب دیکھا تھا تو اس "قیدی" نے خیال کیا تھا، سورت یوسف میں آتا ہے:

وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ (یوسف ۴۵)

وَقَالَ الَّذِىْ نَجَا مِنْهُمَا، اور وہ جو قید خانے میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو قیدی تھے، ان میں سے ایک تو پھانسی لگ گیا، ایک بچ گیا، جب عزیز مصر نے اپنے عجیب خواب کا ذکر کیا اپنے وزراء کے سامنے اپنے ممبروں کے سامنے تو اس کو وہ بات یاد آئی وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ

کافی زمانہ گذرنے کے بعد خیال آیا کہ اُفّو! یوسف علیہ السلام نے تو مجھے فرمایا تھا کہ اگر کبھی تعبیر خواب کی ضرورت پڑے تو میں حاضر ہوں۔ تو اس نے پھر کہہ دیا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خواب کی تعبیر کیا ہے، مجھے تم یوسف کے پاس بھیجو (علیہ السلام)۔ تو وہاں بھی لفظ اُمّۃ کا معنی کیا ہے؟ مدت

یہاں بھی لفظ اُمّۃ کا معنی کیا ہے؟ مدت۔

فرمایا اگر میں کسی مجرم سے کسی خطاکار سے اپنے عذاب کو پیچھے کردوں تو وہ خوشی نہ منائے (اللہ مجھے آپ کو اپنے عذابوں سے بچائے)۔ بھائی جب ہم گناہ کرتے ہیں، خدا کی نافرمانی کرتے ہیں، تو اس کے پھر عذاب کی دو صورتیں ہوتی ہیں میرے بزرگو! کبھی تو فوراً اللہ کی طرف سے تنبیہ کردی جاتی ہے ـــــ اور میں تو عرض کرتا ہوں وہ خوش نصیب ہے جس نے جونہی گناہ کیا، فوراً تنبیہ ہو گئی، تاکہ آئندہ گناہ سے بچ جائے، اور جس کو لمبی مہلت دی گئی وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ٥ (اعراف ۱۸۳) میں لمبی مہلت دے دیتا ہوں۔ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ میری تدبیر بڑی سخت ہے۔ تو جس مجرم کو، جس خطاکار کو، جس گنہگار کو توبہ کرنے کی کبھی توفیق نہ ہو اور خدا کی طرف سے کوئی عذاب بھی نہ آئے تو وہ سمجھ لے میرا کوئی سخت بندوبست ہو رہا ہے۔ اور جس مجرم کو خطا کے بعد فوراً تنبیہ ہو جائے، فوراً سنبھل جائے، فوراً کوئی سزا مل جائے، تو وہ سمجھ لے کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہے۔ اللہ نے مجھے تنبیہ کردی تاکہ میں آئندہ گناہ سے بچ جاؤں۔ تو اس لئے فرمایا میں جب کسی اُمت سے، کسی قوم سے، کسی فرد سے عذاب کو پیچھے

کر دیتا ہوں تو اس میں دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ وجہ ہوتی ہے۔ کہ میں مہلت دیتا ہوں کہ یہ توبہ کر لے۔ چنانچہ موت تک میرے بھائی، توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ لیکن موت کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ مشہور حدیث بھی ہے (مجھے اب پتہ نہیں کہ حدیث ہے یا نہیں ممکن ہے حدیث نہ ہو قول ہو)

عَجِّلُوا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ

وَعَجِّلُوا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ

اگر حدیث ہے تو ٹھیک ہے۔ مگر میں فی الحال اس کو حدیث نہیں کہتا ممکن ہے حدیث نہ ہو اور میں کہہ دوں حدیث ہے تو یہ بہت بڑا جرم ہے امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جو آدمی میرے متعلق وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو اُسے چاہیئے کہ اپنے آپ کو جہنم کے لئے تیار رکھے۔ بہرحال مشہور یہ ہے کہ

عَجِّلُوا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ

وَعَجِّلُوا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ

کہ نماز کے قضا ہونے سے پہلے نماز پڑھ لو۔ یعنی جلدی پڑھ لو۔ اور موت کے آنے سے پہلے توبہ کر لو۔ اس بات کے انتظار میں نہ رہو کہ جب موت آئے گی تو پھر میں توبہ کروں گا۔ کیا پتہ جب تیری موت آئے تو کس حال میں ہو (اللہ سب بیماروں کو شفا بخشے) آج تو آپ دیکھتے ہیں کتنے کتنے دن تک زبانیں بند ہو جاتی ہیں کتنے کتنے دنوں تک بدن

معطل پڑا رہتا ہے۔ حرکت نہیں ہوتی، تین تین، چار چار سال تک زمین پہ، چارپائی پہ لاش پڑی رہتی ہے۔ مکھیاں نہیں مار سکتا، زبان نہیں ہلا سکتا۔ وہ زبان جو چالیس سال پچاس سال تک لغویات کہتی رہی اور اس زبان نے کلمہ نہ پڑھا، محمد رسول اللہ پہ درود نہ پڑھا، وہ پھر پڑھنا چاہتی ہے، خدا پھر پڑھنے نہیں دیتے (اللہ میری آپ کی زبانوں کو قیامت تک متحرک رکھے) یعنی قبر میں بھی آدمی ذکر کرتا ہے۔ یہ میں نے ویسے ہی قیامت کا لفظ کہہ دیا۔ جن کا جو شغل دنیا میں ہوتا ہے وہ پھر قبر میں بھی رہتا ہے وہ شغل پھر قیامت تک رہتا ہے۔

حضور انور ارشاد فرماتے ہیں کَمَا تَمُوتُونَ تُحْشَرُونَ ط جس حال میں تم مروگے اُسی حال میں تم اٹھائے جاؤ گے۔ کتنا پیارا ارشاد ہے۔ اگر تم مر گئے خدا کی یاد میں، خدا کے ذکر میں، تمہاری موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تمہاری زبان پہ جاری رہا تو یاد رکھو جب تم قبروں سے اٹھو گے اُس وقت بھی تم کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھو گے اور ویسے بیماری کی حالت میں انسان معذور ہوتا ہے اگر زندگی میں عادت ہو میرے بھائی تو بیماری کی وجہ سے اس عبادت میں تصور نہیں ہوتا۔ اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس انسان کو کسی نیکی کی عادت ہو صحت میں اور پھر بیماری کی وجہ سے وہ نیکی کی وہ عادت پوری نہ کر سکے تو بیماری میں بھی اس کو وہی اجر ملتا رہتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کی عادت ہے کہ وہ نماز باجماعت پڑھتا ہے، ایک بچی یا ہماری بہن کی عادت

ہے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت قرآن کی تلاوت کرتی ہے، اگر وہ بیمار ہو
جائے، قرآن کی تلاوت نہ کر سکے یا وہ بھائی بیمار ہو جائے نماز باجماعت
نہ پڑھ سکے تو اس کو اپنی چارپائی پر بھی نماز باجماعت کا ثواب ملے گا۔
تو اس طرح ایک آدمی نے اگر ہمیشہ ذکر کیا، اللہ کا ذکر کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھا، قرآن کی تلاوت کی، لیکن بیماری کی وجہ سے موت سے
پہلے زبان بند ہو گئی، دماغ پر فالج پڑ گیا (اللہ بیماروں کو شفا بخشے)
تو وہ یقین رکھے کہ اس کی موت ذاکر کی حیثیت سے لکھی جائے گی
اور قیامت کے دن بھی وہ ذاکر کی حیثیت سے اللہ کے حضور پہنچے
گا۔

تو اس لئے فرمایا کہ میں عذاب میں جو تخفیف کرتا ہوں، عذاب کو جو
مہلت دیتا ہوں، پیچھے کرتا ہوں، وہ دو وجہ سے، ایک اس وجہ سے
کم ہو سکتا ہے کہ مجرم تائب ہو جائے اور کبھی کبھی اس میں پھر عذاب
بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو لمبی رسی چھوڑی جاتی ہے
پھر اللہ کی پکڑ اتنی سخت ہوتی ہے۔ چونکہ یہ صورت ہوتی ہے
میرے بزرگو! اس لئے اس طرف اشارہ کیا گیا دو قومیں، وہ امتیں
خوش نصیب گذری ہیں کہ عذاب سے بچ گئیں۔ نبی نکل گیا مگر پھر بھی
عذاب سے بچ گئیں۔ میرے بزرگو اور میرے بھائیو! میں ادب سے
درخواست کروں گا، کہ جس کسی کے گھر میں، محلے میں، کوچے میں، شہر میں

بستیوں میں، دو قسم کے انسان پائے جاتے ہیں ان کے وجود کو غنیمت سمجھا کریں۔ ایک علمائے عاملین، اللہ کے دین پر عمل کرنے والے نیک لوگ وہ غنیمت ہوتے ہیں، بہت بڑی برکت ہوتی ہے۔ شہر سے، محلے سے، گلی سے عالم ناراض ہو کر نکل جائے، وہ محلہ، وہ گلی عذاب کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور دوسرا غریب لوگ، بیمار، مفلس، قلاش، نادار، یہ غریب اور کمزور لوگ یہ بھی اللہ کی رحمت کے لئے بہت بڑا ایک مرکز ہیں۔

امام الانبیاء نے فرمایا هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِدُعَآءِ ضُعَفَآئِكُمْ فرمایا کہ تمہاری مدد اس لئے کرتا ہے کہ کمزور تمہیں دعائیں دیتے ہیں، اللہ تمہیں رزق دیتا ہے، کمزور تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں تم نے اپنی کمائی میں سے کسی کو دو آنے دے دئے اس نے دعا کی، اللہ تجھ سے خوش ہو گیا۔ اللہ کے بندے کیا ہیں؟ اللہ کا یہ کنبہ ہے۔ جیسا کہ حالی مرحوم نے فرمایا ؎

یہ پہلا سبق ہے کتاب ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

جب میرے بچے کے ساتھ کوئی احسان کرے گا آپ کو اچھا لگے گا کہ میرے بچے کے ساتھ پیار کیا میرا بچہ ہونے کی حیثیت سے۔ تو جب اللہ کی مخلوق کے ساتھ پیار کیا جاتا ہے کہ یہ ہے غریب، بیمار، نادار، مفلس، قلاش، لیکن اس نبی کا کلمہ پڑھتا ہے جس نبی کا میں کلمہ پڑھتا ہوں،

اللہ کی یہ مخلوق ہے، اس کے ساتھ جو احسان کیا جاتا ہے میرے بزرگو!
اس کی دعاؤں سے خداوندِ قدوس بڑی برکتیں بھیجتے ہیں۔

تو دو اُمتیں ایسی گذری ہیں جن امتوں سے نبی نکلے مگر وہ عذاب سے بچ گئیں۔ ایک قوم یونس ؑ۔ پہلے گذر چکا ہے فرمایا اِلَّا قَوۡمَ یُوۡنُسَ نبی نکل جائے شہر سے ناراض ہو کر، پھر اس قوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی ہے۔ دیکھ لیں، قرآن سارا پڑھ لیں، یہی حال ہوا۔ ایک قوم یونس علیہ السلام۔ جب یونس علیہ السلام نکل گئے اپنی قوم سے، تو اس قوم پر عذاب آنے والا تھا کہ حضرت یونس پھر واپس آ گئے۔ وہ ایمان لے آئے تو اللہ نے ان کے ایمانوں کو قبول کیا۔ قوم یونس ؑ عذاب سے بچ گئی۔

اور دوسری قوم ہے قریش مکہ۔ جناب محمد رسول اللہ کی قوم۔ آٹھ سال تک محمد رسول اللہ مکہ چھوڑ کر چلے گئے، اللہ کے حکم سے حضورؐ نکل گئے مکے کو چھوڑ کر چلے گئے، مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ قوم آٹھ سال نبی کے ساتھ برسرِ پیکار رہی، لیکن یہ بچی کیا تھے؟ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ (انفال ۳۳) اے میرے حبیب! جس قوم میں آپ ہوں میں اس کو کیسے عذاب عمومی دوں؟ اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو دولتِ ایمان بخشی، حضورؐ جب فتح مکہ کے دن تشریف لائے تو مکے کے سارے لوگوں نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا سوائے چند آدمیوں کے، اور ان کو حضورؐ نے قتل کیا اپنے ہاتھوں سے، وہ پانچ ہی ہیں، باقی جو تھے وہ سارے مسلمان ہو گئے۔

تو یہاں فرمایا وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ
اگر ہم پیچھے بھی کر دیں گے ان سے عذاب ایک وقت مقرر تک کے لئے
تو پھر بھی یہ ہدایت تو نہیں پاتے، پھر بھی یہ گڑبڑ ہی کرتے ہیں ـــــ
لَيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ، یہ ضرور کہہ دیں گے کس چیز نے عذاب کو روکا ہے؟
آنا ہے تو آجائے ۔ فرمایا اگر آنا مانگتے ہو تو آ بھی جائے گا ۔ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ
لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ ، یاد رہے (اَلَا کا کلمہ پھر تنبیہ کے لئے فرمایا)
یاد رہے ، يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ جس دن ان پر میرا عذاب آجائے گا لَيْسَ
مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ ، پھر ان سے وہ عذاب نہ پھیرا جائے گا ۔

چنانچہ غزوۂ بدر میں عذاب آیا ۔ ۳۱۳ صحابۂ کرام جن میں چھوٹے
چھوٹے بچے بھی تھے اور کیا رہ سو ، یا بارہ سو ، یا تیرہ سو ، یا اس سے کم و
بیش (سورۃ انفال کے درس میں گذر چکا ہے) مشرکین مکہ ہر قسم کے
سامان سے مسلح اور لیس ، انہوں نے حملہ کیا اور ادھر ۳۱۳ صحابۂ کرام
جن میں نہ کسی کے پاس پورا سامانِ جنگ موجود ، نہ کھانے پینے کا سامان
چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس میں شریک تھے ۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کو آپ
جانتے ہی ہیں ۔ دو چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں معوذ اور معاذ نے ابوجہل
جیسے کو جہنم رسید کیا ۔ تو فرمایا کہ جب عذاب آئے گا تو عذاب تم سے
ہٹے گا نہیں ۔ چنانچہ عذاب آیا ۔ بدر کے دن عذاب آیا میرے بزرگو !
(اس میں اشارہ ہے عذاب بدر کی طرف یاد رہے) کیونکہ میں نے ابھی

غرض کیا کہ مکے کے لوگ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید میں فرمایا کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے ایمان قبول کیا، ان کے درجات واقعی بہت بلند ہیں اور جن لوگوں نے فتح مکہ کے بعد ایمان قبول کیا ان کے درجات اُن سے کم ہیں لیکن كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط (الحدید ۱۰) ان سب کے ساتھ میں نے وعدہ کیا حسنیٰ کا، بہتر سلوک کا، جنت کا۔ صحابہ سارے کے سارے عدول ہیں جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منٹ پہلے بھی ایمان قبول کیا حضورؐ کی زیارت کرکے، وہ بھی صحابی ہے، جو دس سال حضورؐ کی خدمت میں رہا وہ بھی صحابی ہے۔ صحابی کسے کہتے ہیں؟ جس نے اپنی آنکھ سے دیکھا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت ایمان، وہ صحابی ہے۔ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ۔ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے فرمایا صحابہ سارے کے سارے عدول ہیں، ان کا بہت بڑا مقام ہے جن کو شرف صحبت حاصل ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ تو اس لئے یہ اشارہ ہے غزوۂ بدر کی طرف، غزوۂ بدر میں میرے بزرگو ستر کافر مارے گئے اور ستر سے کچھ زیادہ گرفتار کئے گئے تھے۔ اس لئے فرمایا جب وہ عذاب آئے گا، اس محمد رسول اللہ کو تم بے دست و پا سمجھتے ہو، جن صحابہ کے ساتھ تم ٹھٹھا کرتے ہو پہلے پارے میں گذر چکا ہے وہ کہتے تھے اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط (بقرہ ۱۳) یہ بلال وغیرہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے، فرمایا

بھی صحابہ ہوں گے، اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہو گی کہ وہ تمہارا بدر میں کچومر نکال دیں گے۔ چنانچہ ستر کافر مارے گئے، ابو جہل کو دو یتیم بچوں نے مارا۔ تو ارشاد فرمایا اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ، یاد رہے جس دن ان پر عذاب آئے گا اس دنیا میں بھی، لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ، وہ عذاب ان سے نہ ہٹے گا۔ ابولہب پر بیماری مسلط کر دی گئی۔ اُس کے بدن میں ہر وقت آگ لگی رہتی تھی۔ ابولہب یوں جہنم رسید ہوا۔ عذاب کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ اور آپڑے گا ان پر وہ عذاب جس کے ساتھ یہ مٹھٹھا کرتے ہیں۔ آج یہ مذاق سمجھتے ہیں کہ عذاب کیسے آسکتا ہے؟ عذاب سے پہلے ہم پیش بندی کرلیں گے یہ کریں گے وہ کرلیں گے۔ میرے بھائی! عذاب الٰہی کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ جو چاہیں میرے بزرگو وہ کر لیتے ہیں، اللہ کے عذاب کو کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ انسان کا اپنا ارادہ، انسان کی اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں یہ فنا ہو جاتی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی گزرے ہیں۔ صاحب مذہب بھی تھے آپ، یہ فُضیل ابن عیاض وغیرہ آپؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ عراق سے چلے گئے ہجرت کر کے۔ خلیفہ بغداد کے ساتھ آپ کی کچھ کھٹ پٹ تھی۔ کھٹ پٹ کیا ہوتی ہے! اللہ والے کیا کہتے ہیں؟ وہ تو دعائیں مانگتے ہیں۔ ان کی

کچھ ڈیوٹیاں ہوتی ہیں ان کو وہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اللہ والے اور کیا کسی سے مانگتے ہیں؟ تو وہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، خلیفۂ بغداد سے ناراض ہو کر۔ مکہ مکرمہ میں آپ بیت اللہ شریف میں آرام فرما تھے کہ وہی خلیفۂ بغداد حج کے ارادے سے جا رہا تھا اور اس نے اپنا قاصد پہلے بھیج دیا۔ بڑے غرور و گھمنڈ میں، کہ جا کر سفیان ثوری سے کہہ دو کہ وہاں سے تو بچ کر آ گیا ہے، اب یہاں تجھے کون بچائے گا؟ اللہ کے بندوں کے ساتھ چھیڑنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟ حضورؐ کی صحیح حدیث ہے مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ جو میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرے گا، اس کا میرا اعلانِ جنگ ہے۔ اور پھر اللہ کے جو طریقے ہوتے ہیں فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (الحشر۲) خدا وہاں سے آ جاتا ہے جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا ـــ وہ آ جاتا ہے۔ فرشتے آ جاتے ہیں، عذاب آ پہنچتا ہے، انسان سوچ بھی نہیں سکتا اللہ کے عذاب کے آنے کو۔ تو سفیان ثوری سے کہا گیا کہ وہ تو آ رہا ہے، کہتا ہے یہاں کون بچائے گا یہ وہ وقت تھا کہ آپ بیت اللہ شریف کے باہر حطیم کعبہ میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے پاؤں فُضَیل ابن عیاض دبا رہے تھے۔ یہ بھی اللہ کے بہت بڑے ولی گذرے ہیں۔ فُضَیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور وہ رو پڑے کہ حضرت یہ خبر آئی ہے کہ وہ تو خلیفۂ بغداد آ رہا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں یہاں نپٹ لوں گا سفیان ثوری کے ساتھ (معاذ اللہ کہا)

(حَاقَ بِہِم مَّا كَانُوا بِہٖ يَسْتَهْزِءُونَ پہ بات کررہا ہوں)

آپ نے فرمایا کہ "اُسے آنے دو۔ ہوسکتا ہے اُس کا جنازہ میں پڑھا دوں۔ آنے تو دو اُسے"۔ یہ کہا سفیان ثوری، اللہ کے ولی نے، حطیم کعبہ میں چنانچہ واقعی یہی بات ہوئی، راستے میں اونٹ بدکا، خلیفہ صاحب نیچے گرے اور وہیں موت واقع ہوگئی اور اس اونٹ پر پھر خلیفہ کا تابوت پہنچا مکہ مکرمہ میں، مسجد حرام میں۔ پھر سفیانِ ثوری نے ترس کھایا کہ اس نے میرے ساتھ یہ کیا تھا، چلو اب اس کی دعائے مغفرت ہی کرلیں۔ اس خلیفہ ظالم کا جنازہ پڑھایا سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ حَاقَ بِہِم مَّا كَانُوا بِہٖ يَسْتَهْزِءُونَ ۰ جس بات کے ساتھ ہم ٹھٹھا کرتے ہیں، اللہ فرماتے ہیں کہ میرے حکموں کے ساتھ تم ٹھٹھا نہ کرو، میرے عذابوں کے ساتھ مذاق نہ کرو، میرے دین کے ساتھ مذاق نہ کرو ورنہ دیکھ لوگے کہ میری پکڑ سے تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو استہزاء بالدّین سے بچائے۔ آمین
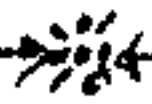
پانچواں درس قرآن مجید

یکم محرم الحرام ۱۳۸۸ھ — ۳۱ مارچ ۱۹۶۸ء

اس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آتے ہیں

۱۔ سورہ ہود کے خاتمہ اور سورہ یوسف کی ابتداء کا ربط

۲۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت یوسف علیہ السلام سے

۳۔ قرآن مجید سارے کا سارا بادی ہے۔

۴۔ قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں ہے۔

۵۔ روایت میں بھی بالمعنٰی کی احتیاط

۶۔ قرآن من جانب اللہ ہے نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی آواز

۷۔ عربی زبان اتحاد ملت کا ذریعہ ہے۔

۸۔ اسلام کا قانون حضانت۔

۹۔ قرآنی قصے صداقت نبوت کی دلیل ہیں

" واللہ الموفق "

سورت یوسف

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ق صلے وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ط

میرے بزرگو اور بھائیو! اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اسی کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ آج ہم پھر چند بھائی اللہ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آج اپنے سابق نظام کے ماتحت سورت یوسف شروع ہو رہی ہے سورت یوسف مکی ہے۔ یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اس سورت کا نام سورت یوسف حضورؐ نے اسی لئے تجویز فرمایا کہ اس سورت میں یوسف علیہ السلام کی زندگی کے پورے حالات، اُن کی ہجرت اور پھر اُن کا مصر پر حکمران ہونا اور دوسرے واقعات تفصیل کے ساتھ یک جا موجود ہیں۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

(جہاں تک ہم سمجھتے ہیں) اُس سُورت مقدسہ کا نام سورت یوسف رکھا۔

سورت ہود میں پہلی قوموں کی تباہیوں کے حالات اور واقعات تھے اور پھر آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے پیشین گوئی کے طور پر یہ بشارت دی کہ انجام کار آپ کامیاب ہوں گے۔ آخر میں ارشاد فرمایا فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (ھود ۱۲۳) اے میرے حبیب! آپ اللہ ہی کی عبادت کرتے رہیں۔ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اور نتیجے میں اللہ پہ بھروسہ رکھیں۔ بندے کا کام ہے اللہ کی بات کو ماننا۔ چھوٹا بندہ ہو کہ بڑا بندہ ہو، عالم ہو کہ جاہل ہو، نبی ہو کہ غیر نبی ہو، جو بھی اللہ کا بندہ ہے، اس کا کام کیا ہے؟ اللہ کی بات کو ماننا۔ اور نتیجہ؟ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اور بھروسہ آپ رکھیں اللہ پہ نتیجے کے متعلق، نتیجہ ٹھیک نکلے گا۔ اور جو لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں، اُن کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ اے میرے بندو! جو میری بات کو قبول نہیں کرتے، میرے نبی کی تعلیم کو تم نہیں مانتے ہیں تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہوں، تمہارے کردار کو میں دیکھ رہا ہوں۔

تو دو باتیں سورت ہُود کے آخر میں ارشاد فرمائیں۔ ایک یہ بات ارشاد فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ آپ اپنے مقصد پر حسب سابق یقین رکھیں، جو آپ کا طرزِ عمل ہے یہ بالکل درست ہے اور نتیجے کے متعلق آپ میری ذات پر بھروسہ رکھیں، میں نتیجے کو بہتر طریقے پہ ظاہر

کروں گا۔ سورۂ یوسف میں بھی میرے بھائیو! اسی بات کو ارشاد فرمایا تاریخی شہادت کے طور پر۔ میں اپنے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن مجید کی سورتوں کا، آیتوں کا، ہر سورت کی انتہا کا اور آگے آنے والی سورت کی ابتداء کا آپس میں ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ سورۂ ہود کے آخر میں یہ فرمایا کہ بھروسہ آپ اللہ پر رکھیں۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دیں گے۔ سورۂ یوسف میں اس کی تاریخی شہادت بیان فرمائی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر یقین رکھتے ہیں، خداوند قدوس کے فیصلے کو قبول کرتے ہیں، اُن کا نتیجہ کامیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کی زندگی کو پیش فرمایا کہ دیکھ لیجئے وہ بچہ جسے اس کے بھائیوں نے کنوئیں میں گرا دیا اور ان کی نیت یہ تھی يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ (یوسف ۱۰)

یہ ملک سے ہی نکل جائے گا، اسے کوئی لے جائے گا، وہ بردہ فروشی کا زمانہ، یہ کسی ملک میں جا کر بک جائے گا، زندگی ساری اُسی کی غلامی میں گذر جائے گی کنوئیں میں پھینکنے والوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ بچہ جسے ہم آج کنوئیں میں پھینک رہے ہیں، ایک وقت آئے گا کہ یہ مصر کا بادشاہ ہو گا اور ہم پھینکنے والے عاجزانہ طریقے پر درخواستیں لے کر غلے کے لئے اس کے پاس پہنچیں گے۔ جس کی زندگی کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں، وہ ہماری زندگی بڑھانے کا باعث بن جائے گا۔ عزیزِ مصر کے پاس جب یوسف علیہ السلام کے بھائی پہنچے تو غلے ہی کے لئے تو پہنچے، جس کو وہ مارنا چاہتے تھے، زندگی ختم کرنا چاہتے تھے، اپنی زندگی باقی رکھنے کے لئے پھر اُسی کے پاس پہنچے۔

تو اللہ تعالیٰ نے سورت یوسف میں اس بات کو اجاگر فرمایا، تاریخی شہادت کے طور پر پیش فرمایا کہ جو بندے میری باتوں پر یقین رکھتے ہیں وہ یوسف علیہ السلام کے واقعے کو دیکھ لیں کہ میں کس طرح یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو، جسے بھائیوں نے دنیا سے ختم کرنا چاہا، میں نے باقی رکھا ——— اور نہ صرف باقی رکھا بلکہ میں نے اس کو ایک بہت بڑی وسیع مملکت دی، نبوت سے سرفراز کیا، اور وہ کنوئیں میں پھینکنے والے عاجزانہ طریقے پر اس کے سامنے پیش ہوئے، معافی کے طلب گار ہوئے یہ شہادت پیش فرمائی۔

اس میں میرے بزرگو اور میرے بھائیو! اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آج جو آپ کو مکے میں چین نہیں لینے دیتے، آپ کے راستے روک رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ ترک موالات کر رہے ہیں، بات چیت روک رہے ہیں اور ایک وقت آئے گا کہ یہ آپ کو مکے سے نکلنے پر مجبور کر دیں گے جس طرح یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں پھینک دیا یہ بھی آپ کے قتل کے منصوبے سوچیں گے، لیکن یاد رہے، میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہی آپ کو مکے سے نکالنے والے، فتح مکہ کے دن آپ کے سامنے عاجزانہ طور پر درخواست لے کر پیش ہوں گے اور یہ درخواست کریں گے کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ہمیں معاف فرما دیجئے۔ چنانچہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب

مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے فتح مکہ کے بعد، تو حضورؐ نے جو کچھ فرمایا وہ یہی تھا لَا اَقُوْلُ اِلَّا کَمَا قَالَ الْاَخُ الصَّالِحُ ، آج میں وہی کہتا ہوں جو میرے نیک بخت بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا، لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط آج تم پر کوئی گرفت نہیں، کوئی مواخذہ نہیں۔ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ اللہ تمہیں معاف کرے۔ اور آپؐ نے فرمایا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ ط اے مکے والو! تم سارے کے سارے آزاد ہو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی مشابہت میں یہ بات ارشاد فرمائی، حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی آپ نے کہ میں آج وہی کچھ کہتا ہوں جو مجھ سے پہلے اخ الصالح یوسف علیہ السلام کہہ چکے ہیں۔

تو یہ سورت یوسف کا ربط ہے۔ سورت ہود کے آخری کلمات کے ساتھ۔ سورت یوسف اللہ تعالیٰ کا وہ کلام مقدس ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے دوسرے کلام مقدس پر ہمیں ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح میرے بھائی! اس پر بھی ہمیں ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کا یہ حصہ ہے۔

کسی زمانے میں کچھ ایسے لوگ گذرے ہیں، چند آدمی، کچھ ایسا فرقہ بے دینوں کا انہوں نے کہا ہم باقی قرآن کو تو مانتے ہیں لیکن سورت یوسف کو نہیں مانتے، اس میں یوسف اور زلیخا کا قصہ ہے۔ ایسے بے دین بھی تو دنیا میں رہتے ہیں جو قرآن مجید کو اپنی عقل سے ناپتے ہیں

جمہور علمائے اسلام اور ائمۃ المسلمین اور سارے مسلمان روزِ اول سے لے کر آج تک قرآن مجید کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں اور سورت یوسف کو قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حالاتِ زندگی میں اللہ تعالیٰ نے وہ عبرتیں رکھیں جو عبرتیں میرے لئے، آپ کے لئے، اور اللہ کی بات پر یقین کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ علمائے اسلام نے فرمایا کہ سورتِ یوسف اور سورتِ مریم، یہ دو سورتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس حد تک مکرم اور معظم ہیں ــــ یہ صرف برکات ہیں، فضائل کے طور پر ــــ کہ اہلِ جنت جنت میں بھی ان کی تلاوت کریں گے۔ اور سورت یوسف کے متعلق بعض ائمۂ تفسیر نے فرمایا کہ جو مغموم انسان، مصیبت زدہ انسان، پریشان حال انسان، سورتِ یوسف کی تلاوت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرما دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے سرور اور فرحت عطا فرماتے ہیں۔ آخر قرآن سارے کا سارا ہی تو شفا ہے۔

میرے بھائیو! اس سورتِ مقدسہ کو الٓر کے ساتھ شروع کیا گیا ہے جو حروفِ مقطعات میں سے ہیں۔ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ حروفِ مقطعات جن سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے اس سورت میں آنے والی بات سننے والوں کے ذہن میں نہ آسکے، وہ اس بات کو اپنے عقل کے

سا تھ نہیں بلکہ جس طرح حروف مقطعات کے معانی وہ نہیں جانتے لیکن پھر بھی مانتے ہیں کہ حروف مقطعات اللہ کا کلام ہے، اسی طرح اس سورت میں آنے والا جو مضمون ہوگا اس کے متعلق بھی ان کو یقین رکھنا چاہیئے کہ وہ بھی اللہ کی بات ہے اور وہ بات یوں ہوئی ہے اگرچہ بظاہر عقل میں وہ بات نہ آتی ہو۔

ابھی میں آپ کے سامنے عرض کر چکا کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق اگر آپ خالی الذہن ہو کر یوں سوچیں کہ وہ بچہ جس کو بھائی کنوئیں میں پھینک رہے ہیں وہ کس طرح ایک ملک کا بادشاہ ہو سکتا ہے؟ اور پھر کس طرح وہی بھائی اس کے سامنے دریوزہ گری کی شکل میں جا سکتے ہیں؟ تو قرآن نے اشارہ فرمایا حروف مقطعات لا کر کہ جس طرح تم کو اس کے اللہ کا کلام ہونے پر یقین ہے، اسی طرح آنے والی بات کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جب بھائیوں نے کنوئیں میں پھینکا، وہ کنوئیں سے نکالے گئے، مصر کے بازار میں جا کر بکے، وہاں پھر ان کو اللہ نے حکومت عطا کی، اللہ نے نبوت عطا کی، یہ ساری کی ساری باتیں ممکنات ہیں جن باتوں کو تم ناممکن سمجھتے ہو وہ تمہارے احاطۂ اثر میں تو ناممکن ہو سکتی ہیں لیکن وہ اللہ جو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے، اس کے حضور میں کوئی بات ناممکن نہیں حروف مقطعات اس طرف اشارہ کر دیا کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ یہ جو کچھ تم سن رہے ہو

جو کچھ تم پر ابھی پڑھی جائیں گی، یہ قصہ نہیں ہے، یہ کہانی نہیں ہے یہ کوئی صرف تاریخی واقعہ نہیں ہے کہ اس کو یوں کہہ کر ٹال دیا جائے، بلکہ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ یہ سورت یوسف کے جو واقعات اور حالات ہیں یہ آیات ہیں اُس کتاب کی جو روشن کتاب ہے۔

میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ قرآن مجید کی ساری آیات خواہ میرے بزرگو وہ تاریخی شہادتیں ہوں، وہ کسی قوم کی تباہی کے حالات ہوں ان میں احکام ہوں، اوامر ہوں، نواہی ہوں، عبرتیں ہوں، امثال ہوں، کچھ بھی ہو جس کو ہم قرآن کہتے ہیں، جو ہمیں سنایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بزرگو وہ سارے کا سارا قرآن ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے، فرض ہے۔ ہم پہلو تہی نہیں کر سکتے کہ فلاں بات ہمارے ذہن میں نہیں آتی، یا فلاں بات جچتی نہیں قرآن کریم آپ پڑھ لیجئے، کافروں نے حضورؐ کے زمانے میں ایسی باتوں پر اعتراض کیا ——— اور یہ اعتراض جو تھا بڑی ہی سادگی تھا ہے دینی کے ساتھ تھا .... مثلاً سورت بقرہ میں آتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا (بقرہ ۲۶)

اللہ فرماتے ہیں کہ میں جو مثال دیتا ہوں مچھر کی یا اس سے کم و بیش کی، یہ بھی ایک ابتلا ہے، یہ بھی ایک امتحان ہے، جو لوگ مومن ہیں، جو لوگ یقین والے ہیں، جو لوگ مجھ پہ اور میرے نبی پہ ایمان رکھتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں؟ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ، وہ تو یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ کہا گیا یہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا ، اور جو منکر ہیں، وہ حجت بازی کرتے ہوئے کہتے ہیں مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا اللہ نے اس کو مثال دے کر کیا کہنا چاہا؟ یہ بھی کوئی مثال کی چیز تھی؟ معلوم ہوتا ہے قرآن مجید میں جو کچھ بھی آیا، اللہ نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا، خواہ وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہم اس کو جس طریقے پہ بھی دیکھیں ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اس کو اللہ کا کلام سمجھیں۔ اگر ہم نے اس میں ایک ذرہ برابر بھی کمی بیشی کی میرے بھائیو تو جس طرح پورے قرآن کا انکار کفر ہے، ایک آیت کا، ایک کلمے کا، ایک کلمے کی حرکت کا انکار بھی کفر ہے۔ اس لئے فرمایا تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ، یہ قصہ نہیں ہے یہ کہانی نہیں ہے یہ تاریخ نہیں ہے، بلکہ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ یہ آیتیں ہیں اس کتاب کی جو روشن کتاب ہے، جو وضاحت کرنے والی کتاب ہے بیان کرنے والی کتاب ہے، حقیقتوں کو کھولنے والی کتاب ہے۔

حرام حلال کو تفصیل سے بیان کرنے والی کتاب ہے۔

اور وہ کتاب کیا ہے؟ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

تَعْقِلُوْنَ ○ کتاب مبین کسی اور نے نہیں بنائی، اس کا مصنف اور ایڈیٹر کوئی اور نہیں ہے بلکہ اِنَّا بے شک ہم ہی نے، اَنْزَلْنٰهُ، اتارا اس کتاب مجید کو۔ اور اسے حیثیت کیا دی؟ قُرْاٰنًا، قرآن کی شکل میں۔ قرآن کا معنیٰ مَقْرُوْ جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اور یہ قرآن کیا ہے؟ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا، وہ قرآن جو عربی زبان کا قرآن ہے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ تاکہ تم بات کو سمجھ سکو۔

اس ایک آیت میں میرے بزرگو عقائد اور دینیات کے بہت سے مسائل بیان فرمائے، اللہ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ ہم ہی نے اس کو اتارا، کتاب مبین کو ہم نے اتارا اس سورت یوسف کو ہم نے اتارا لیکن اس کتاب مجید کی حیثیت کیا ہے؟ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وہ قرآن جو عربی زبان کا قرآن ہے۔

آج ہمارے ملک میں اور بیرون ملک میں بھی کچھ ایسے فتنے پیدا ہو چکے ہیں جو اللہ کی بات کو اپنی بات پر ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلے بھی یہ فتنہ کھڑا ہوا۔ مصر میں کچھ زمانہ پہلے یہ فتنہ کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت شیخ محمود شلتوت رحمۃ اللہ علیہ جامعہ ازہر کے شیخ تھے۔ ان کے زمانے میں مصر میں یہ فتنہ کھڑا ہوا تجدد کا۔ نئی راہ نکالنے کا۔ یہ بھی تلبیس ابلیس ہے ایک قسم کی کہ حکم مانا نہ جائے، اس میں راہیں نکالی جائیں، ترمیمیں کی جائیں۔ بندے کا کام تو خدا کا حکم ماننا ہے بھائی اور میرے بزرگو میرے دوستو یاد رہے اسلام میں بھی

قوت ہے کہ اسلام نے آنے والے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے یہ نہیں کہا کہ چونکہ فتنہ عام ہو گیا ہے لہذا اس کو مان لو۔

آج دنیا میں یہ بیماری یورپ اور دوسرے ملکوں میں آچکی ہے کہ جو برائی آج سے پچاس سال پہلے اُن کے ہاں بُرائی تھی، جب سوسائٹی میں وہ برائی اب مقبول ہو رہی ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ چلو بھائی اب یہ بُرائی بُرائی نہیں بلکہ نیکی ہے۔ یہ دنیا میں دیکھ لیں، آپ اخبار بین دوست ہیں، سب کچھ جانتے ہیں کہ وہ چیزیں جو آج سے پچاس سال پہلے یورپ میں، امریکہ میں، اور دنیا کے "عقلمند" کہلانے والے ملکوں میں جُرم تھیں۔ آج قانون بن گئی ہیں۔ امریکہ میں آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے شراب پینا حرام تھا، اب سوسائٹی کا جزو بن گیا ہے۔ اور انگلستان میں اور دوسرے ملکوں میں جو قانون بن رہے ہیں ازدواجی اور جنسی امور پر، وہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ اخباروں میں روزانہ پڑھتے رہتے ہیں۔ وہ بچارے یہی کہتے ہیں وہ گویا اللہ کے عذاب کا شکار ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ چونکہ یہ چیز سوسائٹی میں عام ہو گئی ہے لہذا ہم اس کو اب قانون بنالیں۔ یعنی جو بیماری زیادہ ہو جائے، عام ہو جائے، اس کو پھر بیماری نہ کہو، وہ پھر "صحت" کی نشانی بن گئی۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

مذہب اسلام زندہ مذہب ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی، یہ حالات کے ساتھ نہیں بدلتا

بلکہ یہ تو مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتا ہے ع

ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

اقبال نے کہا کہ زمانے کا مرکب نہیں ہے مسلمان کہ جو زمانے نے بات بنادی یہ قبول کرلے، ہر ایک کو سواری کرنے دے، نہیں، بلکہ ع

ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر، یہ تو زمانے کے رُخوں کو موڑنے والا ہے، زمانے کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے، اس نے تو بُت پرستوں کو موحد بنایا، شرابیوں کو، زانیوں کو اللہ کا قریب بنایا یہ نہیں کہا کہ چونکہ یہ فتنہ عام ہے لہذا سپر ڈال دی جائے۔

مصر میں ایک فتنہ چلا تھا کچھ زمانہ پہلے تجدد کا۔ وہاں مصری علماء کو یہ بات سوجھی کہ قرآن کریم کی جو یہ عربی ہے موجودہ عربی، جو اللہ نے اتاری ہے، یہ ذرا مشکل سی ہے، کیوں نہ ہم اس قرآن کو سلیس عربی میں ڈھال دیں؟ تلبیس ابلیس ہے شیطان مختلف چیزیں سوچتا رہتا ہے ـــ تو سلیس عربی میں قرآن کو ڈھالا گیا ـــ تھی عربی لیکن وہ مصری عربی تھی۔ اللہ تعالیٰ علمائے حق کو جزائے خیر دے، یہ ہمارے ایمان کے محافظ ہیں، یہ ہمارے ایمان کے معالج ہیں، ہم خواہ ان کو اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں، ان کے ہم پر وہ احسان ہیں کہ امت مسلمہ اپنے علمائے حق کے احسان قیامت تک نہیں اتار سکتی۔ اگر یہ نہ ہوتے تو واللہ اعلم ہم کونسی گمراہیوں میں پھنسے ہوتے۔ تو علمائے وقت تھے، مصر کے علماء نے اس طرح اس کے ساتھ

اختلاف کیا اور کہا کہ قرآن عربی ہے لیکن یہ عربی مصر کی نہیں ہے بلکہ یہ وہ عربی ہے جس کو قرآن نے خود اتارا، اللہ کی عربی۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا۔

جب عربی کو عربی میں ترجمہ کر کے "قرآن" نہیں کہا جا سکتا، تو عربی کو انگریزی میں پکھتال کا ترجمہ بنا کر "قرآن" کہہ سکتے ہیں ہم؟ عربی کو اُردو میں ترجمہ کر کے "روشن چراغ" نام رکھ کر "قرآن مجید" ہم کہہ سکتے ہیں؟

میرے بزرگو! یاد رکھیں آپ میری اس بات کو، اگر قرآن نہیں پڑھتے، نہ پڑھیں، کوئی بات نہیں، خدا معاف کر دے گا، لیکن تم نے اگر عربی کا قرآن چھوڑ کر اردو کا قرآن پڑھا، عقیدہ یہ رکھا کہ میں اسی طرح قرآن پڑھ رہا ہوں، آپ اللہ کے نزدیک گنہگار ہوں گے۔ آپ نے خدا کی کلام کو اردو میں ڈھالا، عربی کا متن ہی نکال دیا خدا کہتا ہے اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا اور آپ کہتے ہیں قُرۡءٰنًا اُردِيًّا، یہ اُردو میں قرآن ہے۔ کلام کی صفت ہے قرآن، اور قرآن کیا ہے؟ قرآن عربی۔ الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے معانی بھی اللہ تعالیٰ کے، مراد بھی اللہ تعالیٰ کی۔

ہمارے علماء نے اس حد تک احتیاط برتی ہے کہ ہمارے ہاں روایت بالمعنیٰ بھی قبول نہیں ہے یعنی ہمارے ہاں جو روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات، علماء کے اس

میں دو قول ہیں، راوی نے ایک بات حضورؐ سے سُنی اور الفاظ وہ بھول گیا۔ اب آ کر وہ کہتا ہے کہ میں نے حضورؐ کو یوں فرماتے سُنا ہے، الفاظ میرے اپنے ہیں، معنی حضورؐ کا ہے، تو ہمارے علمائے محدثین کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ وہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہے۔ اُس نے روایت بالمعنیٰ کی ہے۔ الفاظ بیان کرے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضورؐ کے الفاظ میں وہ کمال ہے جو کسی اور کے الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ فرماتے ہیں اُوْتِیْتُ جَوَامِعُ الْکَلِمِ اللہ نے مجھے جوامع الکلم بنایا ہے۔ میرے کلمات میں وہ اجتماع ہے جو دنیا کے کسی متکلم کے کلام میں نہیں ہے۔ اس نے امام الانبیاء کے الفاظ کو بدلا دیا لہذا یہ روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

حدیث میں ہمارے ہاں یہ ہے تو قرآن ہم کیسے اُردو میں قبول کر لیں گے؟ یہ بہت بڑا فتنہ ہے، میں آپ سے نہایت درد کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ اس فتنے کو آپ قبول نہ کریں۔ اگر نہیں پڑھ سکتے قرآن، اللہ سے معافی مانگیں، اگر آپ کو قرآن نہیں آتا، چلو مان لیں، اول تو کوشش کریں، سیکھیں، نہیں آتا عربی کا تو نہیں آتا، بسم اللہ تو آتی ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہی پڑھ لیا کریں۔ اگر آپ اور نہیں پڑھ سکتے، الٓمٓ پڑھ لیا کریں۔ جن بھائیوں کو قرآن پڑھنے کا شوق ہے (مسلمانوں کے

دلوں میں شوق تو قرآن کا ہے ہی نا!) کچھ ایسی رکاوٹیں ہیں، نہیں پڑھتے، سیکھتے نہیں، کہتے ہیں "جی بوڑھے ہو گئے ہیں، قرآن کہاں سیکھیں؟" اس دن کیمبلپور میں مجھے میرے ایک دوست نے کہا، پوچھا مجھ سے، (بوڑھا ہے، ریٹائر ہو چکا ہے ملازمت سے) کہنے لگا "جی میں قرآن شریف پڑھتا ہوں، میرے پاس قرآن شریف ہے، افسوس ہے میں عربی نہیں پڑھ سکا اور میں اردو میں "تلاوت" کر لیتا ہوں" میں نے کہا۔ "اللہ کے بندے! تم تو گنہگار بن گئے، مجرم بن گئے، اس "قرآن" کو نہ پڑھو، عربی میں قرآن سیکھو، ورنہ خالی الٓمّٓ پڑھتے رہا کرو۔ الٓمّٓ الٓمّٓ حضورؐ فرماتے ہیں لَآ اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ بَلْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِیْمٌ حَرْفٌ۔ ترمذی کی حدیث ہے فرمایا کہ الٓمّٓ ایک کلمہ نہیں ہے بلکہ الف ایک حرف، لام دوسرا حرف میم تیسرا حرف۔ یعنی اگر ایک مسلمان نے اللہ کا کلام سمجھ کر، قرآن کو محبت کے ساتھ پڑھا الٓمّٓ اس کو یہ کلمہ پڑھنے سے تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ تو اس دوست نے پھر "قرآن" مجھے بھیج دیا (اردو کا قرآن)۔ میں نے کہا یہ قرآن نہیں ہے۔ عربی کا پڑھو اگر پڑھ سکتے ہو تو۔ ہاں ہمارے اکابر نے جو تراجم بین السطور لکھ کر امت پر احسان عظیم فرمایا ہے، ان آیات کی تلاوت کر کے وہ تراجم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نفع ہو گا۔ میں بات کر رہا

اُن تصنیفات کی جن میں سے عربی کی آیات قطعاً اڑا دی گئیں اور صرف اردو یا انگریزی میں ترجمے چھاپ دیئے گئے اور نام رکھ دیا گیا قرآن۔ ایسی کتابوں کو قرآن کہنا غلط ہے۔ قرآن تو وہی ہے جو عربی میں نازل ہوا رب العالمین کی طرف سے بوساطت جبریلؑ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پر۔

قرآن تو یہ فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا، ہم نے قرآن اتارا عربی زبان کا۔ تو میں اس پہ عرض کر رہا تھا کہ علمائے حق نے، علمائے حدیث نے، محدثین رحمہم اللہ علیہم نے روایت بالمعنیٰ کو بھی نہیں قبول کیا۔ صحیح مسلم میں روایت آتی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الفاظ یہ تھے) اور راوی نے اپنے الفاظ میں کہا وَمَنْ يَّعْصِهِمَا۔ بجائے اس کے کہ 'اللہ' کا لفظ ذکر کرتا، 'اللہ کے رسول' کا لفظ ذکر کرتا، ضمیر لے آیا وَمَنْ يَّعْصِهِمَا۔ تو سننے والوں نے کیا کہا؟ بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ تو بہت بُرا خطیب ہے کہ امام الانبیاء کے کلام کو تُو نے بدلا دیا۔ حضور نے تو اللہ کا نام لیا اور رسول کا اور تُو نے ضمیر بیان کر دی، بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ، تو بہت بُرا خطیب ہے، (مسلم میں یہ روایت موجود ہے) اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کو اگر شوق دے بخاری مسلم عربی میں پڑھنے کا تو آپ دیکھیں گے کہ بہت جگہ پہ راوی کہہ دیتا ہے اَوْ۔ لفظ اَوْ آتا ہے —

حضورؐ نے یہ فرمایا، یا یہ فرمایا۔ جب راوی کو شک ہو جاتا ہے تو پھر زبان پر لفظ "آؤ" کا لے آتا ہے، اب مجھے بھول گیا حضورؐ نے یہ لفظ فرمایا یا یہ فرمایا۔ راوی دیانت کے ساتھ اس بات کو بیان کرتا ہے۔ راوی کوئی میٹرک فیل کلرک نہیں ہوتا جیسے ہم سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عمریں لگا دیں، زندگیاں ختم کر دیں محمد رسول اللہؐ کی حدیثوں کو جمع کرنے کے لئے۔ مگر امت، ناقدر امت ہے، بے قدر امت ہے، آج بخاری پر تنقیدیں، مسلم پر تنقیدیں اور میٹرک فیل ایک "تدبیر" لکھ دے، واہ جی! کمال کر دیا، نماز کو چھٹی دے دی، روزے کو چھٹی دے دی، کمال کر دیا، اسلام کو چھٹی دے دی۔ بڑا اچھا مصنف ہے۔ تو حدیثوں میں تو روایت بالمعنیٰ بھی قبول نہیں ہے، حدیثوں میں یہ مسئلہ ہے، قرآن میں کیسے ہو سکتی ہے بھائی؟ اس لئے میں عرض کر رہا تھا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا ہم نے قرآن کو اتارا، عربی زبان کا قرآن۔ اور یہی بات میرے بزرگو فرمائی سورت زخرف میں۔ اللہ فرماتے ہیں، اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (الزخرف ۴-۳) فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا۔ وہاں سورت زخرف میں ایک اور بات بیان فرما دی کہ تم یہ مت سمجھو کہ یہ عربی جو تھی محمد رسول اللہؐ کی زبان تھی، تو حضورؐ نے عربی میں کہا۔

بات سمجھیں، وحی کا مسئلہ آ گیا (اللہ مجھے آپ کو نورِ معرفت سے منوّر فرمائے) فرمایا کہ یہ نہیں ہے کہ میں نے کچھ اور کہا اور محمد رسول اللہ چونکہ عربی بولنے والے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لئے انہوں نے کہا کہ اللہ یہ کہتا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ـــ یہ نہیں ہے بلکہ میں نے یوں ہی اتارا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ محمد رسول نے خود نہیں کہا۔ چنانچہ سورت زخرف میں تفصیل فرمائی اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ـ وَ اِنَّهٗ، اور بے شک یہ عربی قرآن، فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ، لوحِ محفوظ میں یوں ہی موجود ہے۔ لَدَیْنَا، میرے حضور، لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ بہت بڑے بلند مقام کا یہ کلام ہے ـــ حَكِیْمٌ ۝ پختہ کلام ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں مٹا سکتی۔

یہاں پر فرمائی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا، تو ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی زبان بولنے والے تھے، حضورؐ کی مادری زبان عربی تھی، لہذا اللہ نے تو کچھ اور فرمایا ـــ جیسے کبھی ہمارے بھائی مثالیں دے دیتے ہیں ایسی ـــ تو حضورؐ چونکہ عربی بولنے والے تھے تو آپ نے اس کا ترجمہ عربی زبان میں کر دیا ـــ فرمایا نہیں، نہیں، یہ بات نہیں ہے، ہم نے تو قرآن نازل کیا حضورؐ پر عربی زبان میں اور یہ عربی زبان اصلی زبان ہے قرآن کی اس لئے میرے بزرگو! قرآن کے

الفاظ بھی معجز، قرآن کے معانی بھی معجز ــــ توراۃ کے الفاظ معجز نہیں ہیں، توراۃ معجزہ نہیں ہے، انجیل معجزہ نہیں ہے، زبور معجزہ نہیں ہے کیونکہ الفاظ وہاں نبیوں کے ہیں، معانی اللہ تعالیٰ کے ہیں ــــ انبیاء علیہم السلام نے اپنی طرف سے اپنی بولی میں لوگوں کو یوں سمجھایا اور یہاں یہ الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے، معانی بھی اللہ تعالیٰ کے، مراد بھی اللہ تعالیٰ کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ناقل ہیں، بات نقل کر رہے ہیں۔

ایک بڑا فتنہ یہ بھی ہے، کسی "مصنف" نے لکھا ہے کہ جو حضورؐ نے قرآن پیش کیا حضورؐ کے دل کی آواز تھی، دل میں ایک خیال آیا (اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ایسے فتنوں سے محفوظ رکھے) کہ حضورؐ کے دل میں جب خیال آتے تھے، حضورؐ ان کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیتے تھے ــــ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں میرے بزرگو! بات سمجھا کیجئے۔ دیکھئے! حضورؐ کو تو یہ فرمایا گیا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ــــ قُلْ، کہہ دیجئے آپ۔ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللہ یکتا ہے ــــ یہ دل سے آواز آئی یا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے؟ قُلْ، کہہ دیجئے، معلوم ہوتا ہے قائل کون ہے؟ اللہ کی ذات ہے ــــ حضورؐ نے اپنے دل سے قرآن نہیں بنایا، کہ دل میں ایک خیال آیا، بیان کر دیا گیا ــــ یہ الحاد ہے زندقہ ہے، قرآن کے خلاف یہ ایک بہت بڑی سازش ہے

یاد رکھئے قرآن کے الفاظ بھی من جانب اللہ، قرآن کے معانی بھی من جانب اللہ ہم جب قرآن پڑھتے ہیں، ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہم وہی بات پڑھ رہے ہیں جو اللہ نے نازل کی محمد رسول اللہ پر ۔ ہم جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ہمیں یقین ہوتا ہے کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو نازل ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ ہمیں قرآن کے الفاظ میں نورِ حق معلوم ہو سکتا ہے اگر ہم میں اپنی دیانتداری ہو، تقویٰ ہو۔

اس لئے فرمایا کہ ہم نے جو قرآن اتارا وہ قرآن عربی ہے۔ بلکہ ہمارے محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے، قسطلانی بخاری کی شرح ہے، اس میں ایک قول موجود ہے، انہوں نے تو فرمایا کہ جتنے الہام نازل ہوئے ہر نبی پہ عربی زبان میں نازل ہوئے اور نبی نے پھر اپنی امت کو اپنی زبان میں ترجمہ کر کے بتایا۔ تورات بھی عربی میں اتری، انجیل بھی عربی میں اتری، زبور بھی عربی میں اتری، ہر نبی پہ جو الہام ہوا وہ عربی زبان کا الہام تھا۔ نبی نے پھر اپنی امت کو کبھی عبرانی میں سمجھایا، کبھی سُریانی میں سمجھایا۔ الہام کی زبان ہے ہی عربی۔ اس لئے ہم کہتے ہیں قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، الفاظ بھی من جانب اللہ، معانی بھی من جانب اللہ، مراد بھی من جانب اللہ۔

تو فرمایا اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ ہمیں نے اتارا اس قرآن مجید کو۔ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا عربی زبان کا قرآن، لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ تاکہ تم بات کو سمجھ سکو۔ پہلے

مخاطب تو عرب ہی ہیں، تو فرمایا چونکہ تمہاری زبان عربی ہے، عربی تم جلدی سمجھ لو گے، تم تجنت نہ کر سکو گے۔ نبی کریم تم ہی میں مبعوث ہوئے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ویسے بھی میرے بزرگو! عربی زبان وہ جامع زبان ہے کہ دنیا کی کوئی بھی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ آج ہم عربی کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ آج عربی سے قریب نہ صوبی جاتا ہے نہ پیر نہ آپ لوگ جاتے ہیں۔ کالجوں میں جا کر دیکھیں تو بچارے پانچ چھ بچے ہوتے ہیں وہ بھی خوش بخت ہیں۔ انگریز چلا گیا لیکن انگریزی کے ساتھ ہم ایسے چمٹ گئے، اللہ ہمیں اس انگریزی سے بچائے انگریزی کو ہم سے اللہ تعالیٰ بچائے اور ہم میں افتراق پیدا ہو جائے ایک زبان ہے، زبان کے طور پر تو ٹھیک ہے لیکن عشق اور اولیت انگریزی کو دی جائے یہ بات درست نہیں ہے۔

تو قرآن مجید میرے بزرگو! عربی میں نازل ہوا، اور فرمایا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم بات کو سمجھو۔ اس پر میں بات عرض کر رہا تھا کہ جتنی جامع عربی زبان ہے، دنیا میں اتنی کوئی زبان جامع نہیں ہے۔ اگر میں اس پر کچھ عرض کروں تو بہت وقت صرف ہو جائے گا اس کے متعلق علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں کہ عربی زبان اُمّ الالسنہ ہے سب زبانوں کی ماں ہے عربی زبان۔ عربی زبان اتنی جامع زبان، اتنی مفصّل زبان، اتنی مفید زبان، ذہن میں جلدی آنے والی زبان۔ مگر زبان کو منوانے والی کون ہے؟ قوم۔ اگر قوم اپنی زبان کو چھوڑ دے، بولی کو چھوڑ دے، تو کون

قبول کرے گا؟ اس لئے میرے بزرگو! دیکھیں آج سے تقریباً پانچ چھ سو سال پہلے سارے ممالک اسلامیہ کی زبان، جو دینی زبان تھی وہ عربی زبان تھی، ہمارے ہاں جہاں بھی کسی مصنف نے کوئی کتاب لکھی ہے عربی زبان میں لکھی ہے۔ ریاضی کی لکھی ہے کہ فلسفے کی لکھی ہے کہ وہ حدیث کی ہے کہ فقہ کی ہے کہ تفسیر کی ہے، اور وہ لکھنے والا خواہ وہ ایران کا ہے، فارس کا ہے، خواہ وہ شام کا ہے، خواہ وہ مصر کا ہے خواہ وہ برصغیر کا ہے، خواہ وہ انڈونیشیا کا ہے جہاں کہیں مصنف تھے پہلے زمانے میں، انہوں نے جو علمی زبان اختیار کی تھی وہ عربی زبان تھی۔ وہ اردو میں نہیں لکھتے تھے، وہ فارسی میں نہیں لکھتے تھے، ان کی نظر میں علمی زبان عربی زبان تھی اور عبادت کے طور پر بھی زبان عربی ہے۔ اور آج جتنا ذخیرہ علوم و فنون کا عربی میں ہے اتنا ذخیرہ کسی اور زبان میں نہیں ہے۔ یہ جو ہمارے سروں پر مسلط تھے کبھی ــــ یہ انگریز بہادر ــــ یہ بے چارے تو بارھویں صدی عیسوی تک دنیا سے بھاگتے تھے، ان کے ہاں تو نہ دین تھا نہ دنیا تھی، کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ تو مسلمانوں کو دعا دیں جنہوں نے قرطبہ یونیورسٹی اور غرناطہ یونیورسٹیاں قائم کیں اور وہاں سے یہ پڑھ پڑھ نکلے اور پھر ہم عیاشیوں میں مبتلا ہو گئے، وہ جو ہمارے شاگرد تھے، ہمارے رہنما بن گئے ــــ اور ہم نے بھی ان کو رہنما کے طور پہ کچھ زیادہ قبول کیا ــــ اللہ کرے کہ ہم خود

رہنما بننے کی کوشش کریں۔

تو فرمایا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ تاکہ تم بات کو سمجھ سکو۔ اس پر میں عرض کر رہا تھا عربی زبان عقل و دانش کی زبان، عربی زبان عقل و فہم کی زبان، عربی زبان سمجھ و تدبر کی زبان ہے کوئی بھی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

آگے فرمایا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ علمائے تفسیر نے شان نزول لکھا ہے سورت یوسف کا کہ یہودیوں نے مشرکین مکہ کو یہ بات سمجھائی کہ تمہارا نبی جو کہتا ہے میں نبی ہوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ کہتا ہے کہ خدا میرے سامنے ہم کلام ہوتا ہے، اس سے ایک بات تو پوچھو کہ یہ جو تھے بنی اسرائیل — یعقوب علیہ السلام کا نام ہے اسرائیل اور بنی اسرائیل ان کی اولاد کو کہتے ہیں (اللہ آج کل تو بنی اسرائیل کا بیڑا غرق ہی کرے، مسلمانوں کو فتح مبین اللہ نصیب فرمائے، اللہ مسلمانوں کو ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھے) — تو یعقوب علیہ السلام کا وطن تو شام تھا، مصر میں کیسے پہنچ گئے؟ مصر میں کیسے حکومت بنالی؟ — تو پھر مکہ کے مشرکوں نے محمد رسول اللہ سے پوچھا کہ اللہ کے نبی! اگر آپ واقعی خدا کے نبی ہیں تو یہ بتائیں آپ کہ یہ شام کے بنی اسرائیل کیسے مصر پہنچ گئے؟ تو اس کے متعلق قرآن نے فرمایا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ

بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ ق صلے وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ
لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ہ اے میرے حبیبؐ! واقعی اس میں کوئی شک نہیں
آپ قرآن کے نزول سے پہلے لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ہ اس حقیقت سے
بے خبر تھے، کیونکہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم تو اُمّی تھے۔ آپ
مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ، نہ حضورؐ لکھنا جانتے
تھے، نہ حضورؐ پڑھنا جانتے تھے (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ اگر یہ ہوتا
تو پھر اُن کا اعتراض اور زیادہ قوی ہوتا، حضورؐ نہ لکھنا جانتے تھے
نہ پڑھنا جانتے تھے، اس زمانے میں نہ تاریخیں تھیں، اُس زمانے میں
نہ علم کے چرچے تھے نہ اشاعت کے اسباب تھے، تو فرمایا ہم یقین کے
ساتھ کہتے ہیں کہ آپؐ اس قصّے کے نزول سے پہلے لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ہ
آپ اس قصّے سے بے خبر تھے، یہاں غفلت کا لفظی معنیٰ ہے بے خبر
واقعی آپؐ کو کیا خبر تھی؟ کہ یوسف علیہ السلام مصر میں کیسے پہنچے ؟
یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کیسے آپؑ کو کنوئیں میں گرا دیا؟ تو فرمایا
نَحْنُ ہم ہی، ہمارے فرشتے اور ہم خود، نَقُصُّ عَلَیْکَ، بیان کرتے
ہیں آپؐ پر، اَحْسَنَ الْقَصَصِ، بہت بہتر طریقے پر بیان کرنا ۔۔۔
یہ سب جوابات آرہے ہیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ یوسف زلیخا کا ایک
قصّہ ہی ہے، جیسے ہمارے ہاں بعض دوست سمجھ لیتے ہیں ۔۔۔
اور غیروں نے بھی ہمارے کانوں میں کچھ یوں ہی پھونکا ہے۔ فرمایا
بات یہ نہیں ہے، ہم آپؐ پر ایک بہترین بیان بیان کرتے ہیں،

یوسف کا جو واقعہ ہے وہ ایسا واقعہ نہیں ہے بلکہ اَحْسَنَ الْقَصَصِ
قصص کا معنی بیان کرنا ہم آپ پر بیان کرتے ہیں یوسف علیہ السلام کا
واقعہ، اَحْسَنَ الْقَصَصِ، بہترین طریقے پر بیان کرنا وَاِنْ كُنْتَ
مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ○ اور یہ بات اپنی جگہ پر بالکل درست ہے
ہم شہادت دیتے ہیں کہ ان آیتوں کے نزول سے پہلے، یوسف علیہ السلام
کا واقعہ نازل ہونے سے پہلے آپؐ اس واقعہ سے بے خبر تھے۔ تو یہ واقعہ
بیان کرنا بھی آپؐ کی نبوت کی ایک دلیل ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں جو
قصے آتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی دلیل ہے حضورؐ کی صداقت کی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اُس وقت موجود نہ تھے، حضورؐ کو کیا علم
ہے کہ یہ واقعات کیسے ہوئے ہیں؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
متعلق فرمایا: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (القصص ۴۶)
اے میرے حبیبؐ! جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا طُور کے قریب،
مَا كُنْتَ، آپؐ وہاں پہ نہیں موجود تھے۔ تو آپؐ کو ہم خبر دے رہے ہیں
یہ دلیل ہے کہ آپؐ ہمارے رسول ہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ جب
حضرت مریم علیہا السلام وَالسَّلَامُ بیت المقدس میں پہنچیں اور
بیت المقدس کے جو راہب تھے، وہ عبادت کرنے والے، خانقاہ
میں رہنے والے، طلبہ و اساتذہ، وہ سب کے سب اس بات پر جھگڑنے
لگے، ایک نے کہا کہ مریم میری تربیت میں رہے کیونکہ میرے اُستاذ کی
میرے نبی کی، میرے پیشوا کی بیٹی ہے۔ حضرت مریم کے جو والد تھے

حضرت عمرانؑ وہ وہاں کے قائد تھے، امام تھے، نبی تھے (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) تو وہاں کے راہبوں نے، وہاں کے علماء نے، وہاں کے علماء نے آپس میں جھگڑا کیا، حضرت زکریاؑ بھی اُن میں موجود تھے۔ حضرت زکریاؑ چاہتے تھے کہ حضرت مریم میری تحویل میں آئیں۔ کیونکہ حضرت زکریاؑ حضرت مریم کے خالو ہوتے ہیں۔ اس لئے حضانت کا مسئلہ ہمارے ہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک ہے حضانت، ایک ہے وراثت۔

قرآن عجیب چیز ہے، اسلام بڑا بہترین مذہب ہے۔ افسوس آج مسلمان اسلام سے خود بھاگ رہا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یعنی ایک ہے میرے بزرگو! حضانت تربیت، ایک ہے وراثت۔ دونوں میں اسلام نے ایک عجیب منصوبہ بندی سی کر دی ہے۔ (یہ لفظ بھی آج کل بڑا محبوب لفظ ہے) عجیب منصوبہ کر دی ہے، فرمایا اسلام نے کہ وارث تو ہوگا چچا، وارث ہوگا چچے کا بیٹا، یہ ہیں عصبات۔ اگر ایک شخص مر جائے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے، بچیاں رہ گئیں، بچے رہ گئے نابالغ، باپ مر گیا اب اُن کو پالے کون؟ ماں مر گئی، بچوں کو کون پالے؟ چھوٹے بچوں کو۔ فرمایا ماموں اور خالہ پالے ــــ وراثت کون لے گا؟ چچا لے گا عصبہ ہے۔ وراثت چچے کو ملے گی، پالے گا کون؟ ماموں اور خالہ پالے گی، کیونکہ ہو سکتا ہے چچا صاحب کہیں بھتیجے کو گم شدہ نہ کر دیں وراثت کی لالچ میں ــــ ایک یہ بھی مسئلہ ہے اور دوسرا یہ ہے

کہ شفقتِ مادری شفقتِ پدری پر غالب ہوا کرتی ہے۔ تو چونکہ وہ ماں سے ہے، ماں کا رشتہ ہے، اس لئے جو بچے رہ جاتے ہیں ماں کے چھوٹے چھوٹے تو عموماً ان کو نانیاں پالتی ہیں، خالائیں پالتی ہیں اور فرمایا میرے محبوب آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْخَالَۃُ الْاُمُّ، خالہ ماں ہے، خالہ کو بھی ماں کا مقام دیا۔ یعنی تین درجے ہیں وراثت کے۔ ایک ہوتا ہے ذَوِی الْفُرُوْض جن کا حق قرآن میں مقرر ہے، ایک ہوتے ہیں عَصَبَات۔ ذَوِی الفروض کے بعد جو مال ہوتا ہے وہ ان کو ملتا ہے۔ اور تیسرے نمبر پر ہیں ذَوِی الْاَرْحَامُ۔ یہ ماموں بچارے، خالہ بچاری تیسرے نمبر پہ آتی ہے۔ لیکن پالنے والے کون ہیں؟ ماموں، خالہ پہلے پالے، اگر بچہ رہ جائے تو قاضی شرعی کا حکم ہے کہ وہ اس چھوٹے بچے کو چچا کے حوالے نہ کرے بلکہ ماموں کے حوالے کرے، خالہ کے حوالے کرے، جیسا کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خالو تھے حضرت مریم کے۔ جب حضرت مریم پہنچیں بیت المقدس میں، بچپن کی حالت میں، وہاں کے راہبوں اور وہاں کے رہنے والوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ تو پھر کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ بھائی قلمیں ڈالو پانی میں، قرعہ اندازی کرو جس کا نام نکلے وہ اس کو پالے۔ چنانچہ نام کس کا نکلا؟ حضرت زکریا علیہ السلام کا نکلا اور اس طریقے پہ جھگڑا بھی ختم ہو گیا اور حضرت مریم اپنے خالو اور خالہ کے ہاں پہنچ گئیں فرمایا؟ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (آل عمران ۴۴)

اے میرے محبوب! آپ اس وقت موجود نہیں تھے، کہاں تھے آپ اس وقت؟

(صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) جب کہ وہاں بیت المقدس میں رہنے والے علماء آپس میں لڑتے تھے کہ مریم کا کفیل کون بنے؟ تو پھر آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ یہ بات ہوئی ہے؟ ہم نے آپ پر نازل کیا، تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (بقرہ ۲۵۲) یہ میری آیتیں ہیں میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں کیونکہ آپ میرے نبی ہیں۔ تو یہاں بھی فرمایا کہ اے میرے حبیب! وَاِنْ كُنْتَ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ ○ آپ کو ان آیات کے نزول سے پہلے خبر نہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا ہوا کیا بات بنی؟ کیا معاملہ ہوا؟ کیسے شام سے مصر پہنچے؟ مصر میں کیسے حکومت بنی؟ ۔ تو قصہ یوسف علیہ السلام ایک اور فائدے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اس میں حکمت کیا تھی؟ کہ دلیل بن جائے محمد رسول اللہ کی صداقت کی۔ اس لئے فرمایا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔ بیشک ہم آپ پر بیان کرتے ہیں اَحْسَنَ الْقَصَصِ بڑے اچھے پیرائے پر بیان کرنا۔ اس میں کسی قسم کا تجاوز نہیں ہے، کسی قسم کا الزام نہیں ہے، جو حقیقی بات تھی وہ ہم نے آپ پر بیان کر دی۔ اور دنیا والے جب کوئی بات بیان کرتے ہیں اس میں بڑی تقدیم تاخیر ہوتی ہے، کمی بیشی ہوتی رہتی ہے کچھ اپنی طرف سے بھی مسالہ ڈال دیتے ہیں۔ اللہ وہی بیان فرماتے ہیں جو حقیقت ہو۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ○ (النساء ۸۷)

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ (النساء ۱۲۲)

بِمَآ اَوْحَيْنَآ ۔ پھر وہ بات چلی جو میں نے پہلے عرض کی تھی کہ یہ قصہ

نہیں ہے بلکہ یہ وحی ہے۔ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ق صلے اس وجہ سے کہ ہم نے وحی کی آپ کی طرف اس قرآن کی۔ دیکھئے یوسف علیہ السلام کے قصّے کو قرآن نے کیا کہا؟ "وحی" کہا۔ اور "قرآن" کہا میرے بزرگو! قرآن کا ہر کلمہ قرآن ہے، قرآن کا ہر حرف قرآن ہے۔ وہ قصّے کی شکل میں ہو، وہ مثال کی شکل میں ہو، وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ تو فرمایا بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ق صلے وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ اگرچہ آپؐ اس قصّے کے نزول سے پہلے اس قصّے سے بے خبر تھے۔

تو یوسف علیہ السلام کے قصّے کے متعلق قرآن نے ابتداء میں جو ہمیں تصور دیا وہ یہ ہے کہ خالی قصہ نہ سمجھو اس کو بلکہ یہ کہا ہے یہ میری آیات ہیں۔ یعنی اللہ کی ہر بات میں میرے بزرگو! احکام بھی ہوتے ہیں، ہر بات میں ارشادات ہیں، ہر بات میں حکمتیں ہیں، خواہ وہ قصّے کی شکل میں ہوں، خواہ وہ تاریخی حقیقت کی شکل میں ہوں، خواہ وہ مثالوں کی شکل میں ہوں، خواہ وہ حرام حلال کے احکام کی شکل میں ہوں۔ اس لئے قرآن مجید جن الفاظ کو بیان کرے گا اس سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا۔

حضرت سیّد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اور یہ حوالے ہم دیتے ہیں اس لئے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے اکابر کی تعلیمات اور ان کی دعاؤں کا اثر ہے ورنہ ہم کہاں اور یہ قرآن

سُننا سنانا کہاں ؟ ـــ آپؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید جو لفظ لاتا ہے اُس سے بہتر ثقلین نہیں لا سکتے ـــ شاہ صاحب کا کلام بھی ماشاء اللہ خوب ہوتا ہے ـــ فرمایا قرآن مجید جو لفظ لاتا ہے اس سے بہتر ثقلین نہیں لا سکتے ـــ انور شاہ اسلام کی زندہ دلیل تھے (رحمۃ اللہ علیہ) ہمارے اکابر کا وجود اسلام کی دلیل تھا۔ فرمایا آپؒ نے کہ قرآن مجید جو لفظ لاتا ہے (یہ الفاظ ہیں) تو اس لفظ کا بدل ثقلین نہیں لا سکتے۔ یعنی اگر جن اور انسان اکٹھے ہو کر یہ کہہ دیں کہ یوسف علیہ السلام کا جو قصّہ قرآن نے بیان کیا، ہم اس کو اپنے الفاظ میں اس سے بہتر بیان کر سکتے ہیں، یہ نا ممکن ہے جو بات اللہ نے بیان فرمائی وہ سب سے بہتر، وہ سب سے جامع، وہ سب سے مفید، وہ سب سے زیادہ حکمتوں سے پُر ہے۔ اس لئے فرمایا اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔ بعض لوگوں نے ترجمہ یہ بھی کیا ہے کہ سب قصّوں سے بہتر قصّہ، لیکن اس میں اشکال ہے۔ قصص لفظ ہے مصدر۔ اَحْسَنَ الْقَصَصِ، ہم آپؐ پر بیان کرتے ہیں یوسف علیہ السلام کا قصّہ ایسے طریقے پر جو سب طریقوں سے بہتر طریقہ ہے۔ کیونکہ کہنے والے ہم ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ) اللہ جو بات کہیں گے وہ سب سے بہتر ہو گی۔ اَحْسَنَ الْقَصَصِ اس اعتبار سے ہے، یہ نہیں ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصہ جو ہے باقی قصّوں سے زیادہ حسین ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا قصّہ حسین نہیں ہے؟ حضرت مریم کا قصّہ حسین نہیں ہے؟ سارے کا سارا قرآن حُسن سے پُر ہے۔ قرآن مجید کی آیات ساری کی ساری اَحسن ہیں

قرآن سارے کا سارا حسین ہے، قرآن سارے کا سارا جمیل ہے۔ قرآنی آیات میں اس اعتبار سے امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔

تو میرے بزرگو! جو آیات آج کے درس میں پڑھی گئی ہیں، تفسیر انشاء اللہ آئندہ درس میں آجائے گی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں چند باتیں بتائیں۔ پہلی یہ بات بتائی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو حضرت یوسفؑ کی زندگی کے ساتھ بڑی مشابہت ہے۔ جس طرح حضرت یوسفؑ کو بظاہر ناکامیاں تھیں لیکن بعد میں عظیم کامران ہوئے۔ اسی طرح امام الانبیاء بھی کامیاب ہوں گے۔

دوسری یہ بات کہ وہ قصہ جو حضورؐ سے کئی زمانہ پہلے ہو چکا ہے، آپؐ کو اس کے متعلق کوئی علم نہیں تھا، آپ دنیا والوں کو وہ قصہ بتا رہے ہیں، یہ دلیل ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

اور تیسری بات جو میں نے درس کے ضمن میں عرض کی، میرے بزرگو میں پھر بھی دہراتا ہوں کہ آج کل جو یہ فتنہ ہے کہ قرآن کو اردو میں ڈھال دیا جائے، قرآن کو پشتو میں ڈھال دیا جائے، قرآن کو دوسری زبانوں میں ڈھال دیا جائے، یہ ڈھلنے والا کلام نہیں ہے، اسے نہ ڈھالیں، کہیں خود نہ ڈھل جائیں، اسے نہ ڈھالیں، قرآن کو ڈھالنے والے خود ڈھل جایا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے اور دنیاوی سزاؤں سے بھی محفوظ رکھے، کوشش کیجئے، عربی پڑھیں اللہ کی بات کو پڑھیں، اللہ کی بات کو سمجھیں، قرآن پڑھنے کے لئے

عربی حاصل کیجئے جب ہم دنیاوی زندگی کے لئے، دنیاوی روٹی کے لئے کتنی کتنی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں تو اللہ کا کلام پڑھنے کے لئے اگر ہم عربی حاصل کرلیں تو اس میں کونسا بُعد ہے۔ اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے بھائی عثمان غنی صاحب کے چچا صاحب ۲۴ر مارچ کو انتقال کر گئے ہیں، ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، اللہ تعالٰی ان کو جنّت نصیب فرمائے۔ آمین

چھٹا درسِ قرآنِ مجید

منعقدہ ۲۹ محرّم الحرام ۱۳۸۸ھ - ۲۸ اپریل ۱۹۶۸ء

اس درس میں مندرجہ ذیل دینی اور علمی فوائد ہیں -

۱- صورت نوعیہ کا وجود

۲- سچے خواب فیضانِ نبوّت کا ۴۶/۱ حصہ ہیں

۳- تلبیس ابلیس کی چالیں

۴- علم ہی ولایت کا زینہ ہے۔

۵- اسلام میں خواب کا مقام۔

۶- علامہ سیوطی اور امام شعرانی کا ذکر خیر

۷- آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف

وباللہ التوفیق

سورۂ یوسف

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْہِ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ یٰبُنَیَّ
لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا ط
اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَکَذٰلِکَ
یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ وَیُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ
وَیُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ کَمَآ اَتَمَّھَا
عَلٰٓی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ
حَکِیْمٌ ۝ صدق اللہ العلی العظیم ۝

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ آج پھر
ہم اس کا کلامِ مقدس سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ
عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

گزشتہ ماہ سورت یوسف کی ابتدائی تین آیات پر چند گزارشات

پیش کی گئی تھیں۔ آج اس رکوع کی بقیہ تین آیتیں تلاوت کی گئی ہیں۔
کائنات میں جو کچھ فیصلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکے ہوتے ہیں یا ہونے والے ہوتے ہیں، اُن کا بدن اور ٹھوس جسم اختیار کرنے سے پہلے بھی کائنات میں وجود رہتا ہے۔ آج کی اس دنیا میں تو آپ دیکھتے ہیں کہ نئی ایجادات نے بہت کچھ ثابت کر دیا۔ ہمارے پاس یہ ٹیلی ویژن وغیرہ اس بات کی دلیل ہیں کہ کائنات میں، فضا میں بہت سی چیزیں ایسی موجود ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتیں لیکن جونہی ہم اس آلے کو یا مسالے کو لگا دیتے ہیں تو وہ چیزیں پھر ہمیں بھی نظر آنے لگ جاتی ہیں، اگر وہ فضا میں خلاء میں موجود نہ تھیں تو ہمیں کیسے نظر آگئیں؟
دیکھئے میرے بزرگو، میرے بھائیو! اس وقت یہ فضا مجھ گنہگار کی آواز سے گونج رہی ہے، اور تو کسی کی آواز یہاں پر نہ آپ سنتے ہیں نہ میں سنتا ہوں لیکن اس وقت اگر یہاں پر ریڈیو کو لگا دیا جائے اور اس کا رابطہ اپنے سٹیشن کے ساتھ قائم کر دیا جائے تو جس جس سٹیشن تک وہ آواز کو کھینچ سکتا ہے وہ آواز یہاں آپ بھی سُنیں گے، میں بھی سنوں گا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فضا میں آواز موجود ہے لیکن وہ نہ آپ سن سکتے ہیں نہ میں سن سکتا ہوں۔ جسے اللہ نے قوت عطا کی ہو وہ آلے کے بغیر بھی سُن سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنِّیْ اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُ اور ایک روایت میں فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرٰی۔ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں

دیکھ سکتے ہیں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے

تو جس طرح آلات کے ساتھ ہم ایسی چیزوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جن کا وجود پہلے ہو چکا ہے، اسی طرح رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ جب چاہتے ہیں اپنے بندوں پر آنے والی کسی چیز کو اس کی صورتِ نوعیہ میں اُسے دکھا دیتے ہیں۔

صورتِ نوعیہ کا لفظ میں نے آپ کے سامنے عرض کیا، کہ میرا بدن، آپ کا بدن، ساری کائنات میں جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس کے دو حصے ہیں جس کو فلاسفۂ قدیم کی اصطلاح میں ہیولیٰ اور صورت کہا جاتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے روح اور مادّہ۔ صورتِ نوعیہ اور ہیولیٰ یہ دونوں مل کر ایک وجود اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر صورتِ نوعیہ ہیولے سے الگ ہو جائے تو پھر بھی اس چیز کا وجود خارج میں رہتا ہے صورت کے لگنے کے ساتھ، ہیولیٰ اور صورت کے متّصل ہو جانے کے ساتھ وہ ایسا بدن بن جاتا ہے جو خارج میں سب کو نظر آنے لگ جاتا ہے۔

اس کی مثال ہمارے صوفیاء کرام نے یوں دی جیسا کہ دیکھئے آپ اپنے سامنے آئینہ رکھیں، میں اپنے آئینہ رکھوں، تو آئینے میں جو میری شکل نظر آتی ہے یا آپ کی شکل نظر آتی ہے یہ کیا ہے؟ یہ میری شکل ہے؟ آپ کی شکل ہے؟ آئینہ دیکھنے والے کی شکل ہے؟ اُسے ہم یہ کہہ دیں کہ آئینے کے اندر سے یہ چیز نکلی ہے، یہ بھی غلط ہے،

اور یہ کہہ دیں کہ بعینہٖ میں ہوں (پورے بدن کے ساتھ) یہ بھی غلط ہے، آئینے میں میری صورتِ نوعیہ پیش ہوئی اور یہ صورتِ نوعیہ نہ میری عین ہے، نہ میری غیر ہے۔ یہ منطق کی اصطلاح ہے، اس کو میں یہاں بیان نہیں کرتا۔

بہرکیف میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو باتیں فیصلہ ہو چکی ہیں وہ کائنات میں، فضا میں، خلا میں موجود رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جلّ اسمہٗ جب چاہتے ہیں، کسی اپنے بندے کے ذہن پر جاگتے ہوئے بھی اس کا القاء کر سکتے ہیں (جسے کشف کہا جاتا ہے، جیسے وجدان کہا جاتا ہے) اور نیند میں بھی القاء کر دیتے ہیں۔

اس لیے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، میں خاتم النبیین ہوں، لیکن نبوت کا اثر کچھ دنیا میں باقی ہے۔ اور ایک روایت میں حضورؐ نے فرمایا کہ نیک خواب، اچھے خواب، سچے خواب، یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔ علمائے حدیث نے اس کی شرح میں یوں بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہونا شروع ہوا وہ رؤیاءِ صادقہ تھیں اور یہ سلسلہ آپؐ پر چھ مہینے تک رہا۔ بخاری اور دوسری حدیثوں میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ مہینے ایسے خواب آتے تھے مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ جیسے صبح پھٹ

تی ہو یعنی بالکل حقیقی خواب ، دیکھتے ہی ان کا اثر ظاہر ہو جاتا تھا
چھ مہینے تک آپؐ کی یہ نوعیت رہی اور اس کے بعد پھر الہام آپؐ
شروع ہوا ، وحی آنی شروع ہوئی ۔ تو چونکہ بطور نبی ہونے کے آپؐ
کی حیات مبارکہ تیئیس سال بنتی ہے اور چھ مہینے ۲۳ سال کا چھیالیسواں
حصّہ ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں
جو ارشاد فرمایا کہ نبوّت ختم ہو چکی ہے ، آثارِ نبوّت میں سے کیا چیز باقی
ہے ؟ رؤیائے صادقہ اور رؤیائے صادقہ نبوت کا چھیالیسواں
حصّہ ہے ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ جسے اچھا خواب آجائے گا وہ نبی
ہو جائے گا ، نہیں ۔۔ یہ نہیں ہے ۔ آثارِ نبوت کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن ذہنوں پر جو ذہن صادق ہوتے ہیں ، جو ذہن
اللہ تعالیٰ کے مطیع اور پیروکار ہوتے ہیں آنے والی باتوں کا القا کر دیا
جاتا ہے اور پھر اس میں بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اس القا کو سمجھ بھی لیتے
ہیں اور اُس القاء کو اپنے ہاں سے کسی قسم کی ترمیم کے ساتھ بھی شائع
کر سکتے ہیں ۔

اس میں یہ اشارہ کر گیا کہ سچے خواب غیر نبی کو بھی آ سکتے ہیں
جیسا کہ قرآن کریم کی اسی سورت یوسف میں آتا ہے کہ جو عزیز مصر تھے
انہوں نے جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو قید کر دیا تو
انہوں نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی گائیں
ہیں ۔ دبلی گائیں موٹی گائیوں کو کھا رہی ہیں ۔ اسی طرح انہوں نے

سات خوشے دیکھے جو تر تھے اور سات خوشے دیکھے جو بالکل خشک
تھے۔ خواب تو دیکھا لیکن خواب کی تعبیر عزیز مصر، جو مصر کا بادشاہ
تھا، وہ نہ سمجھ سکا اس لئے کہ وہ روحانی قوت سے محروم تھا۔ چنانچہ
اس نے جب اپنے وزراء کے سامنے یہ خواب پیش کیا، وَقَالَ الَّذِي
نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ
فَأَرْسِلُونِ ٥ (یوسف ۴۵) جس نے کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کے ساتھ جیل خانے میں کچھ وقت گزارا تھا، اور وہ لمبا قصہ ہے۔ خواب
میں اس نے دیکھا تھا کہ مجھے آزادی مل گئی تو اب وہ جب یہاں پر آ گئے
تو انہوں نے عزیز مصر کے اس خواب کو سن کر کہا کہ اس کی تعبیر میں تمہیں
بتا سکتا ہوں۔ فَأَرْسِلُونِ ٥ تم مجھے بھیجو میں یوسف کے پاس جاتا ہوں
چنانچہ وہ پہنچے حضرت یوسفؑ کے پاس، يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ
أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ
وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ
إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ٥ (یوسف ۴۶) کہ اے یوسفؑ
مجھے بتا سات موٹی گائیں ہیں جن کو دبلی گائیں کھا گئیں اور سارا خواب
جو عزیز مصر نے دیکھا تھا وہ پیش کیا یوسف علیہ السلام کے سامنے۔ تو
حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بیان فرمائی کہ مصر میں سات
سال تک بڑا اچھا مزارعہ ہو گا، غلہ بڑی کثرت کے ساتھ پیدا ہو گا
(یہ موٹی گائیں ہیں)۔ اس کے بعد پھر سات سال قحط پڑے گا) وہ جو کچھ

تم نے کیا یا تمھارا یہ کھا جائیں گے (یہ دبلی گائیں ہیں)

تو خواب تو دیکھا عزیز مصر نے بھی حالانکہ وہ اس وقت غیر مسلم تھا لیکن تعبیر جو بتلائی وہ یوسف علیہ السلام نے بتلائی ۔ نبی اور غیر نبی کے خوابوں میں فرق ہوتا ہے ۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب، اولیاء اللہ کے خواب، نیک انسانوں کے خواب روحانیت سے پُر ہوتے ہیں ان میں وہ مدارج، وہ وہ عطایا ہوتی ہیں جو غیر نبی کے خواب میں نہیں ہو سکتیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کے مسئلے پر پورا عبور حاصل تھا اور حضور کو نبوت ملنے سے پہلے جو چھ مہینے خواب آئے وہ تو بالکل سچے خواب تھے۔ جو حضور خواب میں دیکھتے تھے صبح اس کا ظہور ہو جاتا تھا۔ نبوت کے بعد بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والے حالات کا القاء ہوا، خواب کے ذریعے اس کی میں ایک مثال عرض کرتا ہوں (بخاری میں موجود ہے) کہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ان کا کچھ رشتہ بنتا ہے ۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن میرے گھر تشریف لائے اور دوپہر کا وقت تھا۔ حضور سو گئے، میرے گھر آپ نے قیلولہ فرمایا، آرام فرمایا۔ تو سوتے سوتے حضور جب جاگے تو جاگتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ تو میں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا۔ "اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) جناب نے

یہ تبسم کیوں فرمایا؟ فرمایا حضور نے "میں نے دیکھا خواب میں کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر پر سفر کر رہے ہیں، تیر رہے ہیں جیسا کہ سلطان اور بادشاہ تختوں پہ بیٹھے ہوتے ہیں"۔ تو حضرت اُمِّ حرام عرض کرتی ہیں "اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس قافلے میں شرکت کا موقع نصیب فرمائے"۔ حضور نے دعا فرمائی اور فرمایا "اَنْتِ مِنْهُمْ تو بھی اُن میں شریک ہوگی"۔ پھر حضور آرام فرمانے لگے۔ پھر امام الانبیا، حبیب اُسی دوران جاگے، پھر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔ اُمِّ حرام نے پھر مسئلہ پیش کیا۔ پھر حضور نے یہی جواب دیا۔ اُنہوں نے پھر درخواست کی کہ "اللہ کے نبی! آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شریک فرمائے"۔ تو آپ فرماتے ہیں "اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ۔ تو پہلے قافلے میں شریک ہو سکے گی، پچھلے میں شریک نہیں ہو سکتی"۔ ـــ یہ بخاری میں تفصیل کے ساتھ واقعہ موجود ہے ـــ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں جس وقت مسلمانوں نے بحری بیڑا تیار کیا اور قبرص (جسے سائپرس بھی کہتے ہیں، یہاں ترکوں اور یونانیوں کی آپس میں جنگ چھڑی ہوئی ہے) اس کو فتح کرنے کے لئے، وہاں دینِ اسلام پھیلانے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے جب اپنی بحری فوج کو بھیجا، ان میں حضرت اُمِّ حرام بھی شریک تھیں جب یہ قافلہ قبرص کے کنارے پر لگا، آپؓ وہاں سے اتریں، تو کشتی سے

ہوگئے باونٹ پر سوار ہوتے ہوئے آپ گریں اور آپ کا وہیں انتقال ہوگیا۔ قبرص میں پہلی قبر مسلمانوں کی جو ہے وہ حضرت ام حرام صحابیہ کی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

تو دیکھئے خواب حضور نے دیکھا، اور خواب میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ردو بدل کیا۔ (ردو بدل تو نہیں تھا، امام الانبیاء نے اس کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرمایا) معلوم ہوتا ہے کہ علوم نبوت بڑے اونچے علوم ہوتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تو بہت بلند اور بالاتر تھی۔

تو اسی طرح یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خواب دیکھا، اگرچہ آپؑ فی الحال تو نبی نہ تھے لیکن بعد میں آپؑ نبی ہونے والے تھے، اور خواب تھا بڑا عجیب، اس لئے اپنے والد ماجد کے سامنے پیش کیا۔

میں ساتھ ساتھ ترجمہ کرتا جاؤں گا، چاہتا ہوں کہ آج یہ آیات ختم ہوجائیں اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيْهِ، جب کہا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خواب سے بیدار ہو کر لِاَبِيْهِ، اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے۔ خواب عجیب دیکھا تو اپنے باپ کے سامنے خواب کو پیش کیا يٰۤاَبَتِ ـ اے میرے ابا جی!، اے میرے باپ!، اے میرے والد ماجد! اِنِّىْ رَاَيْتُ، بے شک میں نے دیکھا خواب میں (آگے لفظ خواب کا آرہا ہے) اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا گیارہ ستاروں کو وَّالشَّمْسَ، اور سورج کو۔ وَالْقَمَرَ، اور چاند کو، رَاَيْتُهُمْ لِىْ

سپچ ہا یہیں ہیں نے دیکھا کہ وہ سارے کے سارے میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں ہیں نے بڑا عجیب خواب دیکھا ہے اباجی ہیں دیکھتا ہوں کہ خواب ہیں سورج اور چاند اور گیارہ ستارے میرے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ چاند کا سجدہ کرنا، سورج کا سجدہ کرنا، گیارہ ستاروں کا سجدہ کرنا یہ لڑکے کے لئے تعجب کا باعث تو ہوا۔ اور پھر آپ نے اپنا خواب سب سے پہلے جو پیش کیا، وہ اپنے والد ماجد کے سامنے پیش کیا۔

ہمارے پاس میرے بزرگو! علم رؤیا کا ایک مستقل فن ہے یعنی یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ بعض لوگ خوابوں کے ساتھ مذاق کر بیٹھتے ہیں، خواب مستقل ایک جہان کا مسئلہ ہے یہ مستقل ایک کائنات کا حصہ ہے اور لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ اس کی تعبیر کے لئے بھی علوم ایجاد ہوئے چنانچہ ہماری حدیث کی ہر کتاب میں بَابُ التَّعْبِیْرِ الرُّؤْیَا موجود ہے، بخاری میں ہے، مسلم میں ہے، ترمذی میں ہے۔ یعنی ہماری حدیث کی کتابیں ہیں میرے بزرگو! خود مشکوٰۃ میں ہے جو مجموعہ ہے۔ ان احادیث کا خلاصہ ہے کہ خواب دیکھ لینا اور خواب کی پھر تعبیر کرانا اور خواب پر احکام کا مرتب کرنا، یہ درست ہے، یہ صحیح ہے۔ اور خواب کی تعبیر کرنے کے لئے کچھ اصول ہیں ان اصول میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ جب کوئی آدمی خواب دیکھے تو خواب اس کے سامنے بیان کرے جو تعبیر رؤیا کا ماہر ہو کیونکہ تعبیر میں وہ چیزیں ہو سکتی ہیں جو غیر تعبیر میں نہیں ہو سکتیں۔

ہمارے ہاں تابعی گذرے ہیں محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت انس بن مالکؓ کے غلام زادے تھے۔ سیرین ہے یہ مخفف ہے شیرین کا۔ یہ ایران کے تھے، غلام ہو کے پہنچے حضرت انس ابن مالکؓ کے پاس۔ پھر آپ نے ان کو آزاد کیا اور ان کی شادی کرائی۔ بہت ملیے مناقب ہیں سیرین کے۔ ان کے بیٹے ہیں محمد ابن سیرین رحمہ اللہ نے آپ کو تعبیر رؤیا کا فن سکھایا اور تعبیر رؤیا کے فن میں آپ بہت اچھے مقام کے مالک ہیں۔ محمد ابن سیرین کا فالنامہ چھپا ہوا ملتا ہے۔ ایک بڑا فالنامہ ہے ایک چھوٹا فالنامہ ہے۔ واقعی ان کے فالناموں میں بہت دلچسپی ہے اور وہ فن کے نہایت ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ تو تعبیر رؤیا کا ایک مستقل فن ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد ابن سیرین سے روایات نقل کی ہیں۔ اور تعبیر رؤیا کے سلسلے میں ان کی طرف رجوع کیا ہے۔ لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ ہر فن کے لئے رجال ہوتے ہیں اس لئے فرمایا کہ خواب اس کے سامنے بیان کیا جائے جو خواب کی تعبیر کا واقف ہو۔

زبیدہ خاتون، ہارون الرشید کی بڑی صالحہ، بڑی نیک، بڑی پارسا بیوی تھیں جن کے نام سے آج بھی مکہ مکرمہ میں اور عرفات میں اور منیٰ میں نہر زبیدہ جاری ہے۔ بارہ سو سال ہو چکے ہیں۔ اس نہر کو جاری ہوئے آج تک وہ جاری ہے، انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔ حضرت زبیدہ نے خواب دیکھا کہ میرے بدن کے ساتھ ساری کی کائنات کی مخلوقات

چمٹی ہے ایک اژدھے ملا ہوا ہے، سانپ، بچھو، حشرات، پرندے، چرندے سب میرے بدن کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ تو وہ بیچاری بہت پریشان ہوئیں۔ کہ یہ تو بڑا عجیب خواب ہے، بڑا ہیبت ناک خواب ہے لیکن جب معبّر کے سامنے بیان کیا جو علم تعبیر رؤیا کا واقف تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ خاتون گھبرانے کی بات نہیں، اللہ تعالیٰ تجھ سے ایسا کام لیں گے کہ جس سے اللہ کی ساری مخلوق فائدہ پائے گی۔ چنانچہ زبیدہ نے نہر زبیدہ جو کھدوائی مکہ مکرمہ میں عرفات میں اور منیٰ کے مقام میں وہ چلتی ہے، اس سے کروڑ ہا انسان فائدہ پا چکے ہیں، اللہ کے ولی، غوث، قطب، ابدال اور عامۃ المسلمین اس سے فائدہ پا رہے ہیں اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو خواب دکھا دے تو اس خواب کی تعبیر کے لئے رجوع ایسے انسان کی طرف کرے جو تعبیر رؤیا کا واقف ہو۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے والد ماجد کے سامنے خواب پیش کیا، اور کسی سے ذکر نہیں کیا۔ کہ اے ابا جی! میں خواب میں یوں دیکھتا ہوں کہ ۱۱ ستارے اور ایک سورج اور ایک چاند میرے سامنے سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔

تو آپ نے کیا فرمایا؟ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ — قَالَ — یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پہلے متنبہ کیا کہ تیرے میرے درمیان جو بات ہو چکی ہے، اب اگر کوئی اوپر سے آ گیا تو یہ بات نہ کرنا، پہلے میری بات سن لے۔ یٰبُنَیَّ، اے میرے بچے! اے میرے

چھوٹے بچے! اے میرے پیارے بچے! قرآن مجید میں یہ لفظ سورت یوسف ہی میں آتا ہے ایک جگہ آتا ہے بے کی زبر کے ساتھ یٰبُنَیَّ اور یہاں آتا ہے یٰبُنَیَّ۔ بے پر پیش ہو تو معنی ہے "اے میرے چھوٹے بچے!" اور بے پر زبر ہو تو معنی ہے "اے میرے بہت سے بچو"۔ بَنِیَّ جمع کا صیغہ ہے اور بُنَیَّ اسم تصغیر ہے۔ یٰبُنَیَّ اے میرے چھوٹے بچے جیسے ہماری بولی میں کہتے ہیں "اے بچوٗ" اے چھوٹے بچے! لَا تَقْصُصْ، نہ بیان کرنا تو۔ رُءْيَاكَ اپنے اس خواب کو، عَلٰۤى اِخْوَتِكَ اپنے بھائیوں پر اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب بیان نہ کرنا، تیرا بڑا عظیم خواب ہے۔ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ہو سکتا ہے کہ وہ تیرے لئے کوئی تدبیر سوچ لیں۔ تیرے خواب میں تو بڑی عظمت ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس عظمت کو پالیں کیونکہ تعبیر اس کی ظاہر ہے۔ آخر دیکھئے نا کہ جب آدمی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ چاند میرے سامنے سجدہ کر رہا ہے، سورج میرے سامنے سجدہ کر رہا ہے، ستارے میرے سامنے جھک رہے ہیں تو اس خواب کی تعبیر تقریباً ہر آدمی جان لیتا ہے کہ جس کے سامنے چاند جھک رہا ہے جس کے سامنے سورج جھک رہا ہے، یہ تعبیر کوئی اتنی مشکل نہیں ہے تو وہ اسے سمجھ لیں گے، بھانپ لیں گے کہ ہمارے بھائی یوسف کو کوئی مقام رفیع ملنے والا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ وہ تیرے ساتھ کسی قسم کی گڑبڑ کریں۔

اسی سے علماء اسلام نے یہ بات ثابت کی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے جو گیارہ بھائی تھے وہ سارے کے سارے نبی تھے لیکن جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ دس بھائی جو سوتیلے تھے وہ یقیناً نبی نہ تھے کیونکہ نبی نبوت سے پہلے بھی کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ بات سمجھ لیجئے میرے بھائیو! نبوت بڑا رفیع مقام ہے۔ نبی نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اور نبوت کے بعد تو یقیناً نہیں ہوتا کیوں؟ اس لئے کہ نبوت اور رسالت، یہ اللہ کا اپنا انتخاب ہے۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (الشوریٰ ۱۳) اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جس کو چاہے۔ تو میرے بھائیو! جس کو اللہ تعالیٰ چن لے اس میں اگر گناہِ کبیرہ کا جذبہ موجود ہو، وہ نبوت سے پہلے بھی گناہِ کبیرہ کر سکتا ہو، کرنے والا ہو، تو اس سے اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر اعتراض آتا ہے کہ اللہ نے اس انسان کو اپنا رازدار بنایا۔ اس پر اپنا الہام نازل کیا، جو اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ اس لئے جمہور علماء اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعطائے نبوت سے پہلے بھی گناہِ کبیرہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور نبوت کے ملنے کے بعد تو یقیناً محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے تفسیر نے اس پر اقوال نقل کئے اور اجماع نقل فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے

جو دس بھائی تھے، حقیقتاً نبوت سے وہ محروم تھے۔ وہ نبی نہیں تھے اگر وہ نبی ہوتے تو کیا وہ اپنے بھائی کو کنوئیں میں ڈالتے؟ جو کچھ انہوں نے کیا وہ کرتے؟

تو یہاں پہ اس کی نشاندہی کی یعقوب علیہ السلام نے کہ حسد کریں گے تیرے ساتھ، اس خواب کی تعبیر کو وہ بھی سمجھ جائیں گے اتنی گہری تعبیر نہیں ہے۔ اور پھر دلیل بیان فرمائی اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۝ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ تو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے کہ کسی طرح دل میں کچھ سیاہی پیدا ہو، کسی طرح دل میں کچھ گمراہی پیدا ہو، کسی طرح دل میں کچھ گمراہ پیدا ہو تو پھر میں لمبا کر دوں معاملے کو۔

اس طرف یہاں بھی اشارہ کیا کہ شیطان حملہ تو سب پر کرتا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ شیطان کے حملے سے کوئی بندہ خالی نہیں ہوتا لیکن اللہ کے نیک بندے ہیں اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ ۝ (بنی اسرائیل ع۶۵) فرمایا کہ اے شیطان! جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں چلے گا، حملہ کرتا ہے سب پر لیکن جو اللہ کے بندے ہیں، نبیوں کے بغیر بھی، ان پر تیرا غلبہ نہیں چل سکے گا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ آپ ایک دفعہ رات کو اپنی خانقاہ میں، خلوت گاہ میں، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں

مشغول تھے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کا حجرۂ مبارک سارے کا سارا نور سے منور ہو گیا۔ اور زمین سے لے کر آسمان تک نور ہی نور نظر آنے لگا۔ نور ہی سے آواز آئی اے عبدالقادر! بس کر! میں تجھ سے راضی ہو گیا۔ جو مقام تجھے دینا تھا وہ میں نے دے دیا۔ آپ پڑھتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط تھوڑی دیر بعد روشنی اچانک گئی پھر وہی اندھیرا چھا گیا۔ پھر آواز آئی کہ اے عبدالقادر! تو نے اپنے علم کی بدولت مجھ سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ پھر آپ پڑھتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط صبح جب ہوئی تو اپنے خلفاء اور مریدوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے پوچھا کہ حضرت! آپ کو کیسے تنبیہ ہوا کہ یہ آپ پر شیطان کا حملہ ہے؟ فرمایا کہ میں اللہ کے ذکر میں مصروف تھا، اللہ کی عبادت میں مصروف تھا اور میرا کمرہ سارا نور سے منور ہو گیا اور نور سے یہ آواز آئی کہ اے عبدالقادر! بس کر تجھے وہ مقام رفیع مل گیا، تو میں سمجھا کہ یہ شیطان کی آواز ہے، اللہ تعالیٰ تو حکم دیتے ہیں وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ہ (الحجر ۹۹) کہ موت تک اپنے رب کی عبادت کو مت چھوڑ۔ اللہ تو قرآن میں یہ فرماتے ہیں، اپنے نبی کو فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عام مسلمانوں کو فرماتے ہیں، عام انسانوں کو فرماتے ہیں کسی وقت بھی کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اپنے آپ کو مبرا نہیں سمجھ سکتا، اور نہ مجھے

لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبد القادر تو کیس کرے معلوم ہوتا ہے یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ شیطان مختلف وسوسوں سے مختلف حیلوں سے انسانوں کے مختلف انواع کو گمراہ کرتا رہتا ہے اس لئے میں نے جب پڑھا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط تو وہ جو شیطانی حملہ تھا وہ دور ہو گیا۔ تو شاگردوں نے عرض کی "حضرت پھر دوبارہ آپ نے کیوں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا؟ فرمایا کہ یہ دوسرا حملہ کیا اس خبیث نے مجھ پر۔ پہلے حملے میں تو میں بچ گیا۔ پھر جب یہ آواز دی کہ اے عبد القادر تو اپنے علم کے ساتھ اپنے آپ کو بچا گیا۔ تو میں سمجھا کہ یہ اب مجھے فخر اور غرور میں ڈالنا چاہتا ہے اس لئے پھر میں نے پڑھا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ــــ اسے کہتے ہیں ولایت۔

آج ہم میں جو یہ چیزیں آجاتی ہیں کہ بھائی پڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟ قرآن ہے نہ حدیث ہے، نہ کسی کی بیعت ہے، نہ ذکر ہے نہ اذکار ہے تو میرے بھائی پھر آپ ہی سوچ لیجئے۔ اس لئے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلام میں فرماتے ہیں ؎

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا
وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِیْ

میں نے علم پڑھا اور اس کی برکت سے اللہ نے مجھے قطب کا مقام عطا کیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت بڑے بلند مقام حاصل کر لئے۔

تو یہاں پر بھی جو فرمایا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝

شیطان اس تاک میں رہتا ہے کہ بندے کا ذرا پاؤں پھسلے اور لیں پا پھر اس کو قابو کر لوں لیکن جو اللہ کے نیک بندے ہیں ان کے متعلق قرآن شریف میں آتا ہے اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (اعراف ۲۰۱) جب ان پر شیطان کا حملہ ہوتا ہے، وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں۔ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝ (اعراف ۲۰۲) اور جو شیطان کے بھائی ہیں وہ اور اس کے ساتھ چلنا شروع کر دیتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو بچا لیں، وہ اور چلنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس تنبیہ کے بعد فرماتے آپ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ، اور میرے بچے جس طرح اللہ نے تجھے یہ خواب دکھایا كَذٰلِكَ، اسی طرح يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ چن لے گا تجھے تیرا رب، نبوت تجھے اللہ دے گا۔ کیونکہ جانتے ہیں یعقوب علیہ السلام، نبی تو غیر نبی کے سامنے سجدہ نہیں کرتا۔ میں جو تیرے سامنے سجدہ کر رہا ہوں میں نبی ہوں اور نبی جب سجدہ کرے کسی کے سامنے تو لامحالہ وہ نبی ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تو نبی ہونے والا ہے كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ، اسی طرح تجھے چن لے گا تیرا رب۔

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔ اور دوسرا تجھے یہ کمال عطا کرے گا کمالات نبوت میں سے، وَيُعَلِّمُكَ اور سکھائے گا تجھے تیرا رب مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ، خوابوں کی تعبیر۔ یعنی وہ بات،

دیکھنے والا اور ہو اور ہاس کی تعبیر ہے، بیان کرنے والا اور ہو، یہ بہت بڑا فن ہے۔ اور یہ فن علوم نبوت ہیں سے ہے۔ فرمایا تجھے تیرا رب چن لے گا۔ نبوت عطا کرے گا وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور تجھے میرا رب خواب کی تعبیروں کا فن بھی سکھا دے گا۔

وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اور اپنی نعمت کامل کرے گا تجھ پر۔ ختم کرنا مراد نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے ترجمہ کیا ہے وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اپنی نعمت تجھ پر ختم کر دے گا۔ میرے بزرگو ختم کا معنی تو ہو گا کہ نبوت ختم کر دے گا، آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوں گے۔ حالانکہ یوسف علیہ السلام تو خاتم النبیین نہیں ہیں یُتِمُّ کا معنی کامل کرنا۔ اور نعمت کامل متعدد انسانوں پر ہو سکتی ہے۔ آپ پر نعمت کامل کی گئی۔ اللہ کی سب سے بڑی نعمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرب۔ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے قرب سے نوازیں، اللہ جس پر اپنا الہام نازل کریں، اللہ جس کو چن لیں، مخلوقات کی ہدایت کے لئے اللہ جسے نمونہ بنا دیں، ساری اس وقت کی کائنات، یا اس حلقے ہیں، یا اس علاقے میں جن لوگوں سے اللہ یہ فرماوے کہ جب تک اس پر ایمان نہ لاؤ گے اس وقت تک میں راضی نہیں ہوتا، اس سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ آپ سوچ لیں دنیا میں اس وقت اربوں انسان موجود ہیں میرے بھائی — اربوں انسان۔ لیکن کسی بھی انسان کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ اگر اس کا انکار کر دیا جائے تو خدا ناراض ہو۔ آج اگر دنیا میں

کسی بہت بڑے دنیادار کا انکار کر دیا جائے کہ میں اس کو نہیں مانتا ایک آدمی یہ کہہ دے کہ میں اس وقت دنیا میں جتنے بھی انسان آباد ہیں کسی انسان کو اپنا ہادی، اپنا رہنما، اپنا پیشوا نہیں مانتا، تو اس کو ہم کافر نہیں کہہ سکتے جب وہ یہ اقرار کرے کہ صرف میں ایک ذات بابرکات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی مانتا ہوں باقی کسی کو نہیں مانتا، تو ہم اس کو کافر نہیں کہہ سکتے بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ اس کی نظر تو اتنی اونچی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ کسی کو شریک ہی نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی انسان یہ کہہ دے (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) کہ اور تو سب کو مانتا ہوں لیکن اس ہادیِ برحق کو نہیں مانتا، تو ہم اس کو کافر کہیں گے، وہ اسلام سے جا چکا، وہ اللہ کا دشمن ہے۔

اسی طرح یہاں پہ بھی فرمایا وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ اللہ اپنی نعمت تجھ پہ پوری کرے گا۔ اللہ اپنی نعمت تجھ پہ کامل کردے گا۔ وہ کونسی نعمت ہے؟ اللہ تجھے نبوت دے گا، اس وقت کے انسان اس بات کے مکلف ہوں گے کہ وہ تیرا کلمہ پڑھیں، تجھے اللہ کا رسول مانیں، چنانچہ مصر میں آپؑ نے نبوت کا دعوٰی بھی کیا۔ سورتِ یوسف میں شاید نبوت کے دعوے کا ذکر نہیں ہے لیکن دوسری سورتوں میں آتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مصر میں پہنچے تو آپؑ نے جو مصریوں سے خطاب کیا اس میں آپؑ نے

صاف فرمایا حَتّٰی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (مومن ۳۴) یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ اے مصر کے لوگو! وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ۔ (مومن ۳۴) تمہارے پاس یوسف علیہ السلام آ چکے ہیں مجھ سے پہلے بھی کھلے کھلے معجزات لے کر جب وہ دنیا سے چلے گئے تو تم یہ سمجھ بیٹھے کہ ان کے بعد کوئی رسول پیدا نہ ہو گا تو یہ بات نص قطعی ہے اس بات میں کہ یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اس آیت میں بھی صراحت موجود ہے یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ، پوری کرے گا تیرا رب اپنی نعمت تجھ پہ، تجھے نبوت اور رسالت سے نوازے گا۔

آگے تفسیر فرمائی، تشریح فرمائی وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ اور یعقوب کی اولاد پر بھی اللہ تعالیٰ اپنی نبوت جاری رکھے گا۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں بڑے کافی نبی ہوئے جن کی تعداد بہت زیادہ ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کا جو لقب ہے وہ اسرائیل بھی ہے اور آپؑ کے دو نام قرآن میں آتے ہیں یعقوب بھی ہے اور اسرائیل بھی ہے۔ اور آپؑ کی اولاد کو کہتے ہیں بنی اسرائیل۔ تو بنی اسرائیل میں بڑے کافی نبی گذرے ہیں تو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اے میرے بچے! اللہ تعالیٰ تجھے نبوت سے نوازیں گے اور آلِ یعقوب میں بھی اللہ تعالیٰ نبوت کو جاری رکھیں گے۔

كَمَا اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ط۔
کما، جس طرح، اتمھا، کامل کیا اس نعمت کو تیرے رب نے، علٰی
ابویک۔ تیرے دو باپوں پر۔۔۔ یہاں پر ایک باپ سے مراد دادا ہے
اور ایک باپ سے مراد پردادا ہے۔ وہ کون ہیں؟ ابراہیم و اسحٰق ط
ایک ہیں حضرت ابراہیمؑ اور ایک ہیں حضرت اسحٰقؑ۔

یہاں پر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنا نام
نہیں لیا۔ جہاں تبلیغ کا وقت تھا، جہاں نصیحت کا وقت تھا تو وہاں پر
پیش کیا اپنے آپ کو۔ قرآن مجید کے پہلے پارے میں آتا ہے کہ جب
یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیا سے جانے لگے۔ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ط قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ
اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (بقرہ ۱۳۳) یعقوب علیہ السلام نے
موت کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ط
میرے دنیا سے جانے کے بعد کس کو پوجو گے؟ کس کی عبادت کرو گے؟ تو
انہوں نے کہا کہ ہم تیرے معبود کی عبادت کریں گے، حضرت اسحٰقؑ کے معبود
کی عبادت کریں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت
ابراہیمؑ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ جو سب کا معبود،
معبود ایک ہی ہے ۔۔ اور یہاں پر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
نے جو تعبیر بیان فرمائی اس میں آپ نے کیا فرمایا؟ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى
اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ط یعنی اپنے آپ کو آپؑ نے

باہر کر دیا، عظمت کے لئے، ادب کے لئے۔ کیونکہ جب اپنے باپ کو پیش فرمایا اپنے دادے کو پیش فرمایا، تو اپنے آپ کا ذکر نہیں فرمایا کہ جیسے اللہ نے مجھے نبوت دی۔ جیسے اللہ نے حضرت ابراہیم کو نبوت دی، جیسے اللہ نے حضرت اسحٰق کو نبوت دی بلکہ اپنے وجود گرامی کو باہر کر دیا۔ ادب کی وجہ سے اپنے باپ کو پیش فرمایا کہ جس طرح اللہ نے تیرے دادے اسحاقؑ کو نبوت دی، جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے پڑدادے ابراہیمؑ کو نبوت دی، اور اس میں اشارہ اظہر بھی کیا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نبوت کے دور میں، رسالت کے دور میں، بڑی ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑا، آگ کے الاؤ میں ڈالے گئے، وطن سے نکالے گئے، اور بڑی تکلیفیں آپؑ نے برداشت کیں، اسی طرح آپؑ پر بھی تکلیفیں آئیں گی لیکن اللہ تعالیٰ آپؑ کو نبوت سے سرفراز فرمائیں گے۔

اور آگے مختصر نتیجے کے طور پر بیان فرمایا اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ بے شک میرے بچے! تیرا رب علم والا ہے اور حکمت والا ہے۔ کیا مطلب؟ اللہ سب کچھ جانتے ہیں، جس کو نبی بنانا ہو اُس کو نبی بنا دیتے ہیں۔ اور اللہ حکیم ہیں، اللہ جو فیصلہ کرتے ہیں اس فیصلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے۔

تو میرے بھائیو یہ پہلا رکوع ہے سورت یوسف کا اور ہمارے اپنے نظام کے مطابق ہر سورت کے پہلے ہی رکوع پر درس دیا جاتا ہے قصہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بیان کرنے میں، میں پہلے بھی عرض کر

چکا ہوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ خالی ایک قصہ ہی نہیں بیان کرتے کہ یوسف علیہ السلام دنیا میں یوں تشریف لائے، یہ واقعہ ہوا بلکہ اس قصے میں مسلمانوں کے لئے بہت بڑے سبق ہیں۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کی بشارت ہے جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نکالا گیا، حضور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، نکالنے والی آپؐ کی قوم قریش ہی تھی۔ مدینہ منورہ میں پھر آپؐ کچھ زمانہ رہے۔ پھر آپ فاتحانہ طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اور سارے عرب میں لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نام بلند ہوا۔

میرے آپ کے لئے اس قصے میں جو سب سے بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی پاکیزگی کے ساتھ، اپنی طہارت اور تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان علوم سے مشرف ہو سکتا ہے جن علوم کو ہم علوم روحانیات کہہ سکتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرے روحانی علماء نے اس پر بڑی بحثیں کی ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ انسان اگر اپنے اعمال صالحہ کا مرتکب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے تو کائنات میں اور فضا میں جو کچھ ہو رہا ہے، جو کچھ ہونے والا ہے، اللہ اس پر اس کو مطلع کر دیتے ہیں لیکن اس میں چند شرطیں ہیں۔

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ جو خواب شریعت مطہرہ کے خلاف ہو، اس خواب پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ حجت میرے لئے اور آپ کے لئے آج صرف قرآن مجید ہے۔ اور قرآن و حدیث کی وہ شرح جس کو ہم

فقہ کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں، وہ ہمارے لئے حجت ہے۔ اگر ایک آدمی کو خواب میں کچھ ایسی بات نظر آ جائے جو شریعت کے خلاف ہو تو اس کے خواب کو ہم قطعاً قابلِ اعتماد نہیں سمجھیں گے۔ نہ وہ اس کے لئے قابلِ اعتماد ہے، نہ وہ ہمارے لئے قابلِ اعتماد ہے ہاں ویسے خوابوں سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ جس کسی کو خواب آئے عالمِ بیداری میں کچھ ایسی باتوں کا شہود ہو جائے، اس کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

سید اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے گروہ علمائے توحید کے بہت بڑے سرتاج ہیں (شہید بالاکوٹ) انہوں نے اپنی کتاب عبقات میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی انسان عالمِ مثال کا انکار کر دے، کوئی انسان خوابوں کی زندگی کا انکار کر دے تو اس کو شریعتِ مطہرہ کے ہزارہا احکام کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے ہاں بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ اذان کو ہی آپ دیکھ لیں۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک صحابیؓ نے اذان خواب میں دیکھی، خواب میں آپؓ پر القاء ہوا۔ تو آپ نے آ کر وہ خواب امام الانبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش فرمایا۔ حضورؐ نے اس خواب کی تصدیق کی، بلکہ حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد صحابہ کرام سے پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے تو اپنا خواب بیان کرے۔ حضورؐ اس خواب کو سنتے تھے اور اس کی تعبیر

بیان فرمایا کرتے تھے اور حضورؐ اس خواب کو قبول فرماتے تھے۔

تو خواب، کا انکار کر دینا، یا خواب کو یہ کہہ دینا کہ یہ ایسی چیز ہے بہ شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ پھر خصوصاً وہ خواب جن کو ہم رؤیائے صادقہ کہہ سکتے ہیں، جن کو ہم رؤیائے صالحہ کہہ سکتے ہیں۔ سب سے بڑا صالح خواب کیا ہے؟ جس میں کسی خوش بخت کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، اس کا انکار کرنا شریعت مطہرہ کے ایک بہت بڑے رکن کا انکار ہے۔

میرے بھائی! ہم اس بات کے قائل ہیں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰ الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ۔ جس نے مجھے دیکھا ---- خواب میں دیکھا یا عالم بیداری میں دیکھا، وہ سمجھے کہ اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری شکل مثالی بھی نہیں بنا سکتا حقیقی تو بجائے خود رہی، میری شکل مثالی بھی نہیں بنا سکتا اور ہمارے پاس اس مسئلے پر بڑا کافی مواد موجود ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی گزرے ہیں دسویں صدی ہجری میں جنہوں نے تفسیر جلالین لکھی اور در منثور تفسیر لکھی اور بہت سی کتابیں آپؒ نے لکھیں، بہت بڑے مصنف ہیں۔ اور ہمارے بعض علماء کے عقیدے کے مطابق وہ دسویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے چودہ مرتبہ

عالم بیداری میں جناب محمد رسول اللہ کی زیارت کی ہے، (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کی "لطائف المنن" ایک کتاب ہے، نایاب ہے لیکن ملتی ہے، اس میں آپ نے تصریح کی ہے کہ میں نے چوبیس مرتبہ عالم بیداری میں محمد رسول کی زیارت کی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو اگر کوئی خوش بخت یہ کہہ دے تو ہمیں مان لینا چاہیے، اس میں کوئی امتناع نہیں، اس میں کوئی بُعد نہیں۔ اور خواب میں حضور کسی کو آجائیں تب بھی اُسے مان لینا چاہیئے، اس میں کوئی بُعد نہیں، ہو سکتا ہے ــــ

آپ یہ سُن کر تعجب کریں گے، پٹنہ میں ایک لائبریری ہے "خدا بخش لائبریری" اُس کا نام ہے ــــ اب تو وہ پٹنے میں رہ گئی، اللہ ہندوستانی مسلمانوں پر اپنا فضل و کرم فرمائیں، اپنی نمازوں میں ان کے لئے دعا کیا کریں۔ وہ کروڑوں کی تعداد میں آج ہندوؤں کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں، اللہ اُن کی اعانت فرمائے، اللہ ان کی مددگیری کرے، اُن بھائیوں نے اپنے آپ کو آگ میں ڈالا اور ہمارے لئے ایک گلشن خطہ پاکستان کا پیش کیا، وہ جانتے تھے کہ یہ جب الگ ملک بنالیں گے تو ہمارے ساتھ ہندو کیا سلوک کریں گے لیکن انہوں نے اپنے آرام کو ہمارے آرام پر قربان کیا، ہم اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو اللہ سے دعائیں تو کر سکتے ہیں اور دعا

کے متعلق فرمایا اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ - دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ دعاؤں سے بہت کچھ ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔ اللہ میری اور آپ کی دعاؤں کو بھی قبول فرمائیں) تو پٹنہ جو بہار کا دارالسلطنت ہے وہاں ایک لائبریری ہے، خدا بخش لائبریری اس کا نام ہے۔ اس کی فہرست چھپی ہوئی ہے۔ بڑی فہرست تو کئی جلدوں میں ہے، اور چھوٹا سا تعارف بھی ہے، اس فہرست کے دیباچے میں لکھتے ہیں مصنف رحمۃ اللہ علیہ، اپنے کتب خانے کے متعلق، کہ میں ایک دن گھر میں سویا ہوا تھا۔ میں دروازے سارے بند کر کے آیا۔ دفتر وغیرہ سارا ٹھیک ٹھاک کر کے آیا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میرے کتب خانے میں اور کسی نے مجھ سے کہا کہ حضورؐ تشریف لائے ہیں میں دوڑا، دوڑتے ہوئے گیا، میں نے دیکھا خواب میں کہ بڑی مخلوقات کا ہجوم ہے اور کتب خانے کے دروازے کھلے ہیں۔ جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضورؐ تشریف لے جا چکے تھے، لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضورؐ حدیث کی یہ دو کتابیں دیکھ کر تشریف لے گئے ہیں اور واقعی تشریف لائے تھے — وہ کہتے ہیں میں خواب سے بیدار ہوا، صبح میں جب کتب خانے میں پہنچا، تو میں نے میز پر دو کھلی ہوئی حدیث کی کتابیں پائیں — چنانچہ انھوں نے وصیت کیا ہے، ان دو حدیث کی کتابوں کو کتب خانے سے کبھی باہر نہ لیا جائے

جن کو امام الانبیاء دیکھ کر گئے ہیں۔

یہ سعادت کی باتیں ہیں، یہ تو اپنا اپنا تعلق ہے، جس کو امام الانبیاء کے ساتھ تعلق ہے، ہو سکتا ہے کہ اُس کو حضورؐ خواب میں تشریف لے آئیں اور ایسے خوش نصیب اس وقت بھی دنیا میں ہوں گے جن کو عالم رویاء میں تو حضورؐ کی بشارت ہوتی ہی ہے، اور میرا خیال ہے کہ ایسے بھی ہوں گے جن کو عالم بیداری میں امام الانبیاء کی بشارت ہوتی ہے۔ اس مسئلے پر میرا اپنا ایک رسالہ ہے ۔۔ "رحمت کائنات"۔۔ اگر آپ اس کو پڑھ سکیں تو اچھی بات ہے، نہ پڑھیں، تب بھی کوئی بات نہیں، بہرکیف اس عقیدے کا ماننا ضروری ہے کہ عالم رویاء ایک مستقل جہان ہے اور اس میں جو کچھ کسی انسان پر تجلیات ہوتی ہیں، اس کی تعبیریں ہوتی ہیں اور اُن تعبیروں کو صحیح مانا جائے اور خصوصیت کے ساتھ جو کوئی خوش بخت اس شرف سے مشرف ہو جائے کہ امام الانبیاء کی اسے زیارت ہو تو وہ اپنے آپ کو خوش بخت سمجھے ہاں اگر اُس نے غلط ہی سے کہہ دیا اور حضورؐ نظر نہیں آئے، ویسے اُس نے کہہ دیا کسی بہانے کے لئے، کسی وجہ کے لئے، تو پھر اُس کی تعزیر بھی امام الانبیاء فرماتے ہیں

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ـــــ

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا، اُس کو جہنّم کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اگر جھوٹ کہتا ہے کہ میں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا تو ظاہر بات ہے کہ وہ تو اپنی اس سزا کو بھگتے گا، لیکن جب یہ کہتا ہے

تو ہمیں اُس کے اِس کہنے کا انکار نہیں کرنا چاہیئے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی اور ہو گا، —— نہیں، بلکہ وہ حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق، بخاری مسلم کی حدیث کے مطابق مَنْ رَانِیْ فَقَدْ رَاَ حَقًّا فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ —— حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔

اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ساتواں درسِ قرآن مجید

منعقدہ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۶۸ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد مذکور ہیں۔

۱۔ دین اسلام دینِ بصیرت ہے۔

۲۔ دینِ اسلام عقل سلیم کے مطابق ہے۔

۳۔ علمائے اسلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روزمرہ کی حیاتِ طیبہ کو بھی محفوظ رکھا ہے۔

۴۔ تسبیح غضبِ خداوندی کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔

۵۔ عظمت رسالت قرآن مجید میں۔

۶۔ نسبِ خیری کی برکات

۷۔ ذکر بوعلی قلندر پانی پتی و خواجہ نظام الدین اولیاء

۸۔ تقویٰ سے علم میں یقین کا مقام حاصل ہو جاتا ہے

۹۔ التحیات میں شفقتِ نبوی کی جھلک

۱۰۔ تدوین حدیث عہدِ فاروقی میں

واللہ الموفق

سورۂ رعد

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۗ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۭ

میرے محترم بھائیو اور بزرگو اور میری بہنو! اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا

احسان اور فضل عظیم ہے کہ اُس نے آج پھر ہمیں اپنی زندگی میں قرآن کریم سننے کے لئے اور سنانے کے لئے جمع کردیا، اللہ ہمیں قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آج جو آیات تلاوت کی گئی ہیں یہ ہیں سورت رعد کی آیتیں۔ سورت رعد مکیہ ہے، ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔

سورت یوسف کے آخر میں رب العالمین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ دنیا والوں کو یہ اعلان کردیں قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط (یوسف ۱۰۸)

اے دنیا والو! اس بات کو سن لو هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ، میرا راستہ، میرا طرزِ عمل، میرا موضوع، میری غرض کیا ہے؟ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف میں تم سب کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بلاتا تب ہوں کہ مجھ کو اللہ کی بات پر یقین ہے اور یہ یقین میرا صرف میرے لئے ہی نہیں ہے بلکہ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط میں پوری بصیرت پر ہوں۔ میں پوری روشنی پر ہوں میں پوری حقیقت پر ہوں۔ میں اور وہ لوگ جو میرے پیروکار رہیں۔

ان آیات میں جو سورت یوسف کے آخر میں ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروایا رب العالمین نے کہ آپ فرمادیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ویسے ہی نہیں مانتا ہوں سنی سنائی بات نہیں ہے بلکہ عَلٰى بَصِيْرَةٍ

میں پورے یقین پر ہوں - پوری روشنی پر ہوں ، اللہ تعالیٰ پر میرا ایمان ، حق الیقین ، عین الیقین کے مقام تک پہنچا ہوا ہے - نہ صرف میرا بلکہ وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ط ان لوگوں کا بھی جو میرے پیروکار ہیں -

اس آیت گرامیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت توحید دی اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے کا جو اعلان فرمایا ، اس میں حضور نے بصیرت کو بیان فرمایا - اور سورت رعد میں اللہ تعالیٰ نے آفاقی دلائل بیان فرمائے (میں دونوں سورتوں کے درمیان ربط اور مناسبت عرض کر رہا ہوں) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ، اللہ کے کلام میں ربط ہے مناسبت ہے ، اللہ کی بات بے ربط اور بے مناسبت نہیں ہو سکتی - یہ ہو سکتا ہے کہ میرے ذہن میں آپ کے ذہن میں وہ مناسبت اور وہ ربط نہ آئے لیکن در حقیقت اس میں ربط ضرور ہوتا ہے -

سورت یوسف کے آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروایا کہ تم میری بات مانو ، کیونکہ میں بصیرت پر ہوں - جب تم سے میں کہہ دوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہیں ، تمہیں چاہیے کہ تم میری بات کو مان لو ، اس کے لئے تم کسی اور دلیل کی طرف نہ جھانکو - سب سے بڑا ایمان تو یہ ہے کہ تم مجھے مانو -

حدیثوں میں آتا ہے - عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کبھی قسم کھایا کرتی تھیں تو آپ فرمایا کرتی تھیں وَرَبِّ مُحَمَّدٍ ، مجھے قسم ہے محمد کے رب کی (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اللہ تعالیٰ کو بھی پہچانا تو کس کے واسطے سے

پہچانا ہو محمد رسول اللہ کے واسطے سے پہچانا حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور یہی میرے بزرگو! ایمان کامل ہے کہ حضور کی بات پر یقین رکھ کر اس کے سوا کسی اور دلیل کی طرف نہ جھانکا جائے، نہ دیکھا جائے۔ یہ ہے ایمان بالغیب یہ ہے ایمان کامل اور اسی کو حضور نے اس آیت میں بیان فرمایا (من جانب اللہ) عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں روشنی پر ہوں، میں بصیرت پر ہوں، اور وہ لوگ بھی جو میرے پیروکار ہیں کیونکہ ان کا ایمان میری بات کے ساتھ ہے، وہ مجھ سے جو سنتے ہیں اس کو پورا سمجھتے ہیں اس کو حقیقت سمجھتے ہیں وہ میری بات سن لینے کے بعد کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس کو ہم میرے بزرگو! ایمان تقلیدی کہہ سکتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سن کر اللہ پر ایمان لے آنا۔

سورۃ رعد میں رب العالمین نے ایمان کے لئے دلائل بیان فرمائے کہ اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نہیں سمجھتے یا تم اُن کی طرف اپنا رخ کرنا نہیں چاہتے تو تم کائنات کو دیکھ لو، زمین کو دیکھ لو، آسمان کو دیکھ لو۔ اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے دلائل بیان فرمائے، آسمانی دلائل بیان فرمائے، کائنات کے دلائل اور آفاقی دلائل بیان فرمائے کہ میں واحد لاشریک ہوں، محمد رسول اللہ کی بصیرت ویسے ہی نہیں ہے، وہ بادلیل ہے، حضور جو کچھ کہتے ہیں اس کے لئے دلیل موجود ہے۔

یہاں ایک شبہے کا میں ازالہ کر دوں۔ یہ جو ہم کہتے رہتے ہیں کہ اللہ کی بات مانو، اللہ کے نبیؐ کی بات مانو اور اسلام یہی کہتا ہے کہ اللہ کی بات مانو اللہ کے نبی کی بات مانو (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس کا یہ مطلب نہیں ہو اکہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی بات فرماتے ہیں، میرے بھائیو! جو ہماری عقل کے خلاف ہو۔ یا اللہ کے نبی کوئی ایسی بات فرماتے ہیں جو عقل کے خلاف ہو نہیں، اسلام تو عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے عقل سلیم تو اسلام کی ہر بات کو مانتا ہے۔ اور میں عرض کر دوں، قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ۝ (ص ۸۸) جتنا زمانہ گزرتا چلا جائے گا، تم قرآن کی صداقتوں کو سمجھتے چلے جاؤ گے۔ قرآن مجید کی صداقتوں کو خود زمانہ تسلیم کرے گا۔ خواہ وہ زمانہ ایمان محمد رسول اللہ پر لائے یا نہ لائے لیکن زمانہ اس کو تسلیم کرے گا کہ جو کچھ محمد رسول اللہ نے فرمایا، بالکل صحیح ہے۔

میں ایک موٹی سی مثال دوں جو آج کل ہمارے ہاں عمومی طور پر چل رہی ہے۔ دیکھیے ہم الفاظ کو منضبط کرتے ہیں ہم الفاظ کو محفوظ کر لیتے ہیں، ہم صوت کو ریکارڈ میں لے آتے ہیں۔ سب سے پہلے اس بات کی طرف کس نے اشارہ کیا؟ کس طرح واضح طور پر فرمایا، قرآن کو اٹھا کر دیکھیے مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ (ق ۱۸) اور فرمایا كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝ (الانفطار ۹ تا ۱۲)

تمہارے کلمات، تمہارے اعمال سب محفوظ ہیں حضور نے چودہ سو سال پہلے فرمایا۔ اس کے لئے اُن لوگوں نے جو قرآنی صداقتوں کے منکر تھے اور قرآن کو اپنے ناقص عقلوں کے ساتھ ناپنا چاہتے تھے، مختلف تاویلیں کیں، لیکن آج وہ دنیا میں دیکھتے، آج دیکھ لیتے کیوں بات ٹھیک ہے یا نہیں؟ وہ نبی اُمّی نے جو چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ الفاظ محفوظ ہیں تمہارے اعمال محفوظ ہیں، قیامت کے دن تمہارے الفاظ بولیں گے، تمہارے اعمال بولیں گے، تمہارے اعمال کی شکلیں ہوں گی اور تمہارے بدن کے ذرّے ذرّے اکٹھے کر کے اس پر شہادت قائم کر دی جائے گی۔

اگلے دن میں اخبار میں پڑھ رہا تھا روس کے ایک سائنس دان نے رودکی کی جو بہت بڑا شاعر گذرا ہے جس کا ذکر علامہ حالی نے "مقدمہ شعر و شاعری" میں کیا ہے، رودکی کے اشعار بھی نقل کئے ہیں شاد بخارا کے متعلق، رودکی کی قبر کو کھیڑا گیا اور اس کا ڈھانچہ نکل ہوا۔ ہڈیاں جو تھیں، وہ ایک جُوڑا جُوڑا تھا، اس کو جمع کیا اور بالکل بعینہٖ اس سائنس دان نے رودکی کی شکل بنا کر پیش کر دی۔ اور اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ میں ہر قبر کو جہاں بھی ڈھانچہ پڑا ہو، ہڈیاں ہوں، چُورا ہو، ریت ہو، ذرات ہوں، راکھ ہو، میں اس کو جمع کر کے اس کی اصلی شکل میں تبدیل کر سکتا ہوں۔ اور میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ اس کی کتنی عمر تھی اور یہ کب مرا ہے؟ پورا صفحہ نقل تھا بلکہ پورا مقالہ تھا۔

تو بھائی اگر روس کا ایک سائنس دان اس پر قادر ہے تو کیا رب العالمین قادر نہیں ہیں؟ اس لئے قرآن نے فرمایا:- لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ (قیامت)

ہم تو اس پر بھی قادر ہیں کہ تیرے بندوں کو تیرے جوڑوں کو بھی جمع کر دیں۔

تو عرض میں یہ کر رہا تھا کہ سورت رعد میں اس چیز کو بیان کیا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بات کہتے ہیں وہ عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اسلام کورانہ تقلید کا حکم دیتا ہے، لیکن عقل کس کا؟ میرا یا آپ کا؟ نہیں، عقل معتبر ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، عقل معتبر ہے صحابہ کرام کا، عقل معتبر ہے نور معرفت والے لوگوں کا، اُن کے عقلوں کے سامنے اللہ کی بات کو دیکھئے تو پھر بالکل صحیح بات ثابت ہو جاتی ہے۔

تو سورت رعد میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے دلائل بیان فرمائے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے دلائل بیان فرمائے جن کو ہم آفاقی دلائل کہہ سکتے ہیں کہ اگر تم ان چیزوں میں غور و فکر کرو، اس کائنات کے نقشے کو دیکھو، تو تم سمجھ سکو گے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے ان کا خالق موجود ہے اور اسی خالق کی طرف دعوت دیتے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سورت رعد کا یہ موضوع ہے۔ سورت رعد میں اسی مضمون کو بیان فرمایا۔

"رعد" میرے بزرگو! عربی میں کہتے ہیں کانپنے کو۔ کانپنا۔ یَرْتَعِدُ — کانپنا تھا وہ۔ رعد کا معنی کانپنا۔ تو جب آسمان پہ بادل چھا جاتا ہے اور بادلوں کے کچھ ٹکڑے آپس میں کانپتے ہوئے ٹکراتے ہیں تو اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے جسے ہماری اردو میں گرج کہتے ہیں۔ اور عربی میں اُسے کہتے ہیں رعد۔

اس سورتِ رعد میں رعد کے متعلق ذکر فرمایا وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ (الرعد ۱۳) فرمایا کہ رعد تسبیح پڑھتی ہے اللہ کے ذکر کے ساتھ اور فرشتے بھی اللہ کی حمد و ثنا کہتے ہیں، خدا کے خوف سے ڈر کر۔ اسی مناسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کا نام رکھا ہے سورتِ رعد۔ کہ اس میں رعد کی تسبیح و تحلیل کا ذکر آتا ہے۔ رعد کون ہے؟ کیا ہے؟ اس میں اقوال مفسرین مختلف ہیں بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ رعد اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کے ہانکنے پہ اور ان کے برسانے پر مقرر ہے۔ وہ ایک فرشتہ ہے، اس کا نام ہے رعد۔ بعض یہ فرماتے ہیں کہ رعد بادل کی کڑک ہی کو کہتے ہیں، بادل کی چمک کو کہا جاتا ہے برق اور بادل کی کڑک کو کہا جاتا ہے رعد۔ اور یہ آخری قول زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے، اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ رعد کا معنی ہے اس بادل کا کڑکنا، بادل کا گرجنا، جب اس کے مختلف حصے آپس میں ٹکراتے ہیں تو اس میں کڑک پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ کیوں ٹکراتے ہیں؟ قرآن تو یہ فرماتا ہے يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ رعد

اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے، وہ جو بادل کی کڑک ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی تحلیل بیان کرتی ہے۔ کیوں تسبیح و تحلیل بیان کرتی ہے؟ آگے دوسرے حصے میں فرمایا وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ج اور اللہ کے سارے فرشتے بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، خدا کے خوف سے ڈر کر۔ کیونکہ جب بادل آتا ہے، آسمان پر چھا جاتا ہے، تو بادل میں دو چیزیں ہوتی ہیں کبھی، بادل رحمت بن کر برستا ہے، کبھی بادل عذاب بن کر برستا ہے۔ اس لئے حدیثوں میں آتا ہے کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل چھا جاتے تھے تو حضور کبھی اندر تشریف لے جاتے تھے، کبھی باہر اور امام الانبیاء کے رنگ میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی، آپ بادل کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ جس طرح بادل نے قوم عاد کو تباہ کیا، جس طرح بادل نے قوم ثمود کو تباہ کیا اور جس طرح بادل نے قوم نوح کو تباہ کیا، ہو سکتا ہے کہ اس قوم پر بھی عذاب نہ آجائے۔

تو بادل میں دو چیزیں ہوتی ہیں، کبھی خیر ہوتی ہے، کبھی شر ہوتی ہے تو جب بادل میں بجلی کی کڑک پیدا ہو تو وہ بادل کڑکتا ہے، گرجتا ہے اس گرجنے اور کڑکنے کی وجہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے اس میں تسبیح الٰہی ہوتی ہے۔ تسبیح کیوں بیان کرتا ہے؟ وہ اللہ کے عذاب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اللہ کے عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ اگر خدا کا عذاب ٹل سکتا ہے تو خدا کی تسبیح ہی سے ٹل سکتا ہے۔ اس لئے حدیثوں میں آتا ہے کہ جب بادل کڑکتے تھے تو

امام الانبیاء دعا مانگا کرتے تھے۔

علامہ ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو چوتھی صدی ہجری کے بہت بڑے محدث گزرے ہیں، حدیثیں لکھنے والے، حدیثیں پڑھنے والے، حدیثیں پڑھانے والے اصحاب النبی ہوتے ہیں۔ بھائی! جو لوگ اللہ کے نبی کی بات کرتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ظاہر ہے کہ ان کو تعلق حضور کے ساتھ ہو ہی گیا۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

امام الانبیاء کا ذکر حضور کی ملاقات سے کم نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہے جن لوگوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ امام الانبیاء کی بات کو سنتے ہیں، امام الانبیاء کی بات کو سناتے ہیں، امام الانبیاء کی بات کو لکھتے ہیں امام الانبیاء کی بات کو پڑھتے ہیں، ان کو خوش ہونا چاہیئے کہ ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے حضور کا نام کئی مرتبہ نکال دیا۔ اور فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے نزدیک قیامت کے دن وہ ہو گا جس نے دنیا میں مجھ پر زیادہ درود پڑھا ہو گا (حدیثوں میں آتا ہے) ــــ پڑھ لیجئے ایک دفعہ درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

تو علامہ ابن السنی نے ایک کتاب لکھی ہے "عَمَلُ الْیَوْمِ وَاللَّیْلِ" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوبیس گھنٹوں کے حالات

کہ حضورؐ رات اور دن میں کون کون سی دعائیں پڑھا کرتے تھے ـــــ علماء نے کتنی محنت کی ہمارے لیے، اللہ ان کی قبروں کو پُر نور فرمائیے، اللہ مسلمانوں کو ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، علماء نے میرے بزرگو! اپنی زندگیاں ختم کر دیں، انہی ابن السنّی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ وہ ایک دن حدیثیں نقل کر رہے تھے اور نقل کرتے کرتے حضورؐ کے ساتھ جب عشق اور محبت میں فراوانی ہوئی تو قلم کو رکھا دوات میں اور اپنے دونوں ہاتھ اللہ کے حضور کھڑے کیے کہ اللہ! تو اس میری محنت کو قبول کر۔ ہاتھوں کا کھڑا کرنا تھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، موت واقع ہو گئی ــ یعنی حدیث لکھتے لکھتے موت واقع ہوئی علامہ ابن السنّی رحمۃ اللہ علیہ کی۔

تو علامہ ابن السنّی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل کڑکتا تھا تو حضورؐ کیا دعا مانگتے تھے، فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ۔ اے اللہ! ہمیں نہ ہلاک کرنا اپنے غضب کے ساتھ۔ تو بادل کیوں کڑکتا ہے؟ بادل مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ کا عذاب کہیں اس مخلوق پر نازل نہ ہو جائے۔ تو اللہ کے عذاب کو روکنے والی کونسی چیز ہے؟ تسبیح ـــ اللہ تعالیٰ کا عذاب رک جاتا ہے جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے۔ قرآن شریف میں موجود ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ، اپنے فرشتوں کے ساتھ کلام فرمایا جس کلام میں ذرا کچھ تنبیہ اور جلال تھا تو فرشتوں نے اور بندوں نے

جو جواب دیا، جواب کہنے سے پہلے تسبیح کہی ہے تاکہ اللہ کا جلال ذرا ٹھنڈا ہو جائے پہلے ہی پارے میں دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ بتاؤ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤـؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (البقرہ ۳۱) تو فرشتے سمجھ گئے کہ ربّ العلمین کچھ ناراض ہیں۔ جواب میں کیا کہا؟ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ ۔ (پہلے تسبیح پڑھی)

حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب مچھلی کے پیٹ میں پہنچے تو کیا پڑھا؟ وَذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۖ‌ (الانبیاء ۸۷) اسی کو "آیۃ کریمہ" کہتے ہیں۔ (تسبیح پڑھی)

اور حضرت مسیح علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، وَاِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ (المائدہ ۱۱۶) کیا عیسیٰ تو نے کہا تھا دنیا میں کہ مجھے اور میری ماں کو معبود من دون اللہ سمجھو؟ حضرت مسیح علیہ السلام سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھتے ہیں، اللہ غصے میں ہیں، تو کیا جواب عرض کریں گے؟ قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَـيۡسَ لِىۡ بِحَقٍّ‌ؕ (المائدہ ۱۱۶) اللّٰھم تو پاک ہے، (پہلے تسبیح ہوئی)

تو میرے بندگو! جو ہم بیکار وقت اپنا ضائع کر دیتے ہیں سبحان اللہ کہنے سے خدا کا غضب ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اپنے اوقات کو

یوں ضائع نہ کیجئے۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنی زندگی کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے ہاں پیڈی پیسے کی قدر ہے، پیڈی پیسہ گر جائے ہم اٹھا لیتے ہیں۔ دو آنے زیادہ ملیں ہم خوش ہو جاتے ہیں، دو آنے ضائع ہو جائیں ہمیں نیند نہیں آتی۔ لیکن زندگی خراب ہو جائے، برباد چلی جائے لہو و لعب میں ہمیں کبھی احساس بھی نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے میرے بزرگو نیک بندوں کی کیا تعریف بیان فرمائی؟ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ (المومنون ع ۳) میرے نیک بندے وہ ہیں جو لغو سے، بیکار بات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ حرام نہیں فرمایا لغو، جس کام میں کوئی مطلب ہی نہیں میرا، اس کام میں مجھے لگنے میں کیا فائدہ؟ حرام تو الگ مسئلہ ہے۔ تو بجائے اس کے کہ میں بیکار باتیں کرتا رہوں، اگر مجھے اللہ نے صحت عطا کی ہو، اللہ نے مجھے فراغت عطا کی ہو تو میں بجائے اس کے کہ دن میں کبھی شطرنج کھیلوں، تاش کھیلوں، کبھی ایک دوکان پر جھانکوں، کبھی دوسری پر جھانکوں کبھی اپنا واک (WALK) کرتا پھروں، مجھے بہتر ہے کہ جس حال میں رہوں سبحان اللہ پڑھتا رہوں، ایک دفعہ سُبحان اللہ کہنے سے جنت میں پودا لگ جاتا ہے (یہ بھی حدیثوں میں آتا ہے) ایک دفعہ سبحان اللہ کہا، جنت میں ایک پودا لگ گیا۔ یہ تو قیامت میں پتہ چلے گا کہ جو کچھ محمد رسول اللہ نے فرمایا وہ بالکل صحیح تھا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو حضرت علامہ ابن السنیؒ کی میں بات کر رہا تھا، انہوں نے حدیث

نقل کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل گرجتے تھے تو حضورؐ یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ اے ہمارے اللہ! ہم کو ہلاک نہ کرنا اپنے غضب کے ساتھ۔

یہاں ایک مسئلہ حل کر دوں۔ لَا تَقْتُلْنَا فرمایا۔ بے ادبی کا زمانہ ہے اللہ تعالیٰ حضور کی بے ادبی سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آج سب سے بڑا مظلوم قرآن کریم اور سب سے بڑی تنقید جو مسلمان کرتا ہے، حضورؐ کی ذات پر اور صحابہؓ کی ذات پر جن کی برکت سے قرآن ہمیں ملا جن کی برکت سے ایمان ملا جن کی برکت سے خدا پر یقین نصیب ہوا آج ہمارے قلم کا سب سے بڑا شکار کون ہیں؟ قرآن کریم، محمد رسول اللہ کی ذات، صحابہ کرامؓ، اسلاف — اللہ تعالیٰ گستاخیوں سے بچائے اللہ بے ادبیوں سے بچائے، یاد رکھئے میرے بزرگو! امام الانبیاءؐ کے متعلق بے ادبی کا اگر وہم بھی پیدا ہو اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۞ (الحجرات ۲) سارے عمل برباد ہو جاتے ہیں حضورؐ کے متعلق اگر بے ادبی کا شائبہ بھی پیدا ہو، نیت بھی نہ ہو اگر نیت نہیں کی، تنقید کر رہا ہے، "تحقیق" کر رہا ہے "ریسرچ" کر رہا ہے قرآن پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۞ تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم کو پتہ بھی نہ چلے گا۔

سورت حجرات پڑھ لیجئے۔ صحابہ آتے ہیں گاؤں کے نئے صحابہ

ناواقف صحابہ، آکر حضورِ انور کو پکارتے ہیں یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُخْرُجْ اِلَیْنَا "اللہ کے نبی! باہر تشریف لے آئیں" اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی ناگوار گذرتی ہے۔ اور فرمایا اے مسلمانو! وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ (الحجرات ۵) یہ باہر ہی کھڑے رہتے، میرے حبیب کو آواز نہ دیتے۔ میرے حبیب خود نکل کر آتے تو بات بہتر ہوتی۔

اور آگے چل کر پھر سفارش کی کہ میرے نبی! اے میرے حبیب! ان کو معاف کر دیجئے۔ یہ جانتے نہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (الحجرات ۴) جنہوں نے آپ کو حجرے کے باہر آکر آواز دی یہ نادان ہیں، جانتے نہیں ہیں۔

اللہ نے دو باتیں یہاں بیان کر دیں میرے بھائیو! ایک مقامِ نبوت کو بیان کیا کہ محمد رسول اللہ کا اتنا عظیم مقام ہے، نبی جہاں کھڑا ہو اُمت کو حق نہیں ہے کہ اُس کو وہاں سے بلائے۔ نبی جہاں بیٹھ جائے وہ اللہ کے حکم سے بیٹھتا ہے۔ نبی جہاں دنیا سے چلا جائے، روضہ بھی وہیں بنے گا امام الانبیاء کا مزار کہاں ہے؟ اُسی حجرۂ مبارک میں، اُسی چارپائی کی جگہ میں جہاں پر امام الانبیاء نے دنیائے فانی کے آخری دن گذارے، حضور آج بھی اسی جگہ پر آرام فرما ہیں۔ نبی جہاں دنیا سے جائے اُسی جگہ نبی کی آخری آرام گاہ ہو، نبی جہاں بیٹھ جائے وہاں بیٹھے، اُمت نہیں اٹھا سکتی۔ اُمت کو حق نہیں پہنچتا کہ "ذرا گلی سنیا جے نبی صاحب"

(نبی صاحب! ذرا سی بات سنئے) — وہ کیسا نبی ہے جو امت کی باتیں سنتا پھرے۔ نبی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ آگے بھی، پیچھے بھی، دائیں بھی، بائیں بھی، اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں اور انبیاء کا قدم اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں اٹھ سکتا خصوصاً امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تو فرمایا اے میرے حبیبؐ! جو آپ کو حجرات کے باہر آ کر پکارتے ہیں یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" — حجرے سے باہر کہہ رہے ہیں، یاد رکھیں، فرمایا، جو آپؐ کو پکارتے ہیں لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ یہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ نبی کا مقام کیا ہے۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ط (حجرات ۵) یہ صبر کرتے کہ حضورؐ خود باہر تشریف لے آتے۔

یہاں پہ ایک بیان کیا مقام نبوت کو اور ساتھ ہی بیان کیا مقام صحابہ کو۔ کہ میرے حبیبؐ! ان سے آپؐ ناراض نہ ہوں، یہ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ ابھی اس بات کو سمجھے نہیں ہیں۔ اور پھر اسی سورت میں آتا ہے آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے سفارش کی کہ میں نے بھی معاف کر دیا آپ بھی معاف کر دیں۔ مقام صحابہؓ بھی معلوم ہو گیا مقام نبوّت بھی معلوم ہو گیا۔

تو میں بات اس پر کر رہا تھا کہ کہیں شبہ نہ پڑ جائے (اللہ مجھے آپ کو شبہوں سے بچائے) آپ تو الحمد للہ بڑے خوش نصیب بھائی ہیں اور آپ کا یہاں آنا دلیل ہے اس بات کی کہ آپ کے دل میں قرآن کی محبت ہے (اللہ اس محبت کو میرے آپ کے لئے قیامت اور قبر کی بہتری کا ذخیرہ فرمائے

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے) میں ویسے بات کر رہا ہوں، آج کل گستاخی کا زمانہ ہے کوئی یہ نہ کہہ دے کہ حضورؐ نے جو فرمایا لَا تَقْتُلْنَا، یہ تو جمع کا صیغہ ہے۔ "ہمیں نہ مارنا اپنے غضب کے ساتھ"۔ تو کیا نبی بھی خدا کے غضب کا شکار ہو سکتا ہے؟ اس لئے میں عرض کر رہا ہوں یہ ہے لَا تَقْتُلْنَا ــ جمع کا صیغہ ہے۔ "اے میرے اللہ! ان سارے انسانوں کو اپنے غضب کا شکار نہ کرنا"۔ اور اپنی ذات کو بھی حضورؐ نے اس میں داخل کر دیا۔ کیونکہ آپؐ رحمت دو عالم ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (الانفال ع ۲۲)

اے میرے حبیبؐ! جس قوم میں، جس مجلس میں، جس محفل میں، جس دنیا میں، جس کائنات کے حصے میں تیرا وجود گرامی ہو گا اس پر عذاب نازل نہیں کرتا۔

اسی کو حضرت بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو گذرے ہیں پانی پت میں بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کے بہت بڑے ولی تھے اللہ کرے ہم میں ایسے ولی ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں۔ بڑے عجیب انسان تھے، اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے۔ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی، آپ نے بھیجا ایک خادم کو رات کے وقت کہ جا کر ذرا پانی لے آ۔ فقیر لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں ہم تو راتوں کو سوتے ہیں اور یہ راتوں کو جاگتے ہیں، راتوں کو روتے ہیں۔ جو رات کو روتا ہے وہ دن کو ہنستا ہے۔ جو رات کو ہنستا ہے وہ دن کو روتا ہے ــ ہاں ــ آج کہتے ہیں مصیبتیں ہیں، جس گھر میں جاؤ، بڑی شاندار کوٹھیاں ہیں، باہر کاریں ہیں، اندر پوچھو

ساری شکایت۔ بیگم صاحبہ شکایت کر رہی ہیں مصیبت ہے، بیماری ہے، میاں صاحب شکایت کر رہے ہیں بلڈ پریشر (BLOOD PRESSURE) ذیابیطس ہے، پتہ نہیں کیا کیا ہے؟ (اللہ بیماروں کو شفا دے) — میں مذاق نہیں کر رہا، میں عرض کرتا ہوں کہ آج ہم عذابوں کا شکار کیوں ہیں؟ ہم راتوں کو ہنستے ہیں، دن کو روتے ہیں، ہم گیارہ بجے بارہ بجے "لال بجھکڑ" دیکھ کر واپس آتے ہیں، فلمیں دیکھ کر واپس آتے ہیں، جو اللہ کی یاد کا وقت ہوتا ہے، شیطان نے ہمیں دوسری طرف لگا دیا — اور جو راتوں کو روتے ہیں وہ دن کو ہنستے ہیں — یاد رکھو! اللہ مجھے آپ کو رات کے وقت رونے کی توفیق عطا فرمائے، وہ راتوں کو روتے ہیں، دن کو خوش ہوتے ہیں، ساری کائنات قدموں میں آجاتی ہے۔

بوعلی شاہ نے اپنے چیلے کو بھیجا کہ جا پانی لے آ۔ وہ گیا تو کوئی سر پھرا چوبدار پھیر رہا تھا، اس نے پوچھا "کدھر جا رہیاں اے او چیلیا؟" (ارے چیلے! کدھر جا رہے ہو؟) "جی پانی لانا ہے، بابا نے پانی مانگا ہے۔" — "او تو بھی اور تیرا بابا بھی دونوں نکمے ہو، یہ وقت پانی کا ہے؟" — دو تھپڑ لگا دئے۔ چیلا روتا ہوا آیا، رات کا وقت تھا، بابا بھی جلال میں تھا۔ (بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ) — پوچھا "کیوں روتے ہو؟" "حضرت! گیا، مجھے دو تھپڑ لگا دئے۔" "اچھا۔" فرمایا "لاؤ ذرا کاغذ" — اکبر شاہ ثانی کا زمانہ ہے خط لکھتے ہیں اکبر شاہ ثانی کو، جسے اقبال نے نقل کیا اپنے کلام میں ہے

بازگیر این عاملے بدگوہرے
ورنہ بخشم ملک تو با دیگرے

"اس گورنر کو بدل، ورنہ حکومت چھین کر دوسرے کو دیتا ہوں"

—— یہ ہیں اللہ والے۔ نِعْمَ الاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ وَبِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ فرمایا وہ امیر کتنا اچھا لگتا ہے جو فقیر کے دروازے پر جائے جس امیر نے فقیر کے دروازے کو پکڑا، اُس نے خدا کے نام کو بلند کیا، اور جس فقیر نے امیر کے دروازے کو پکڑا، اُس نے خدا کے نام کو گرایا —— وہ فقیر ننگ ہے ملّت کے لئے جو امیروں کے دروازوں پر جا کر اُن کی ٹوہ (TOE) چاٹتا ہے۔ اور وہ امیر عزّت ہے دین کے لئے جو فقیروں کے دروازوں پر جاتا ہے۔ اللہ ہمیں ایسے فقیر عطا کرے، اللہ ہمیں ایسے امیر عطا کرے۔ جو اس میں شرف سمجھے، یہ کیا شرف ہے؟ یاد رکھیں، میں درخواست کرتا ہوں آپ کی خدمت میں اپنے گھروں پر مولویوں کو، حافظوں کو بلا کر ذلیل نہ کیا کریں۔ یاد رکھیں میری بات کو، قرآن کے پیچھے جائیں، قرآن کو گھر نہ بُلایا کرو —— قرآن کے پیچھے جاؤ۔ مزا آتا ہے —— برکت حاصل کرنی ہے تو خود پڑھو۔ مولوی کو بلا لیا، دو پارے پڑھوا لئے، ایک چائے کی پیالی پر ٹرخا دیا۔ جاؤ جی۔ مولوی کو کبھی بے غرض بھی چائے پلائی ہے؟ ہم دعوتیں کرتے ہیں شادیوں کی، غموں کی، دعاؤں کی، ان میں مولوی کو کھانا مفت نہیں دیتے پہلے دو پارے پڑھواتے ہیں، پھر کھانا دیتے ہیں —— اور

دوسرے لوگ مفت کھا کر چلے جاتے ہیں ۔ کیا فائدہ اس کھانے کا ؟ اس میں کیا ثواب ہے ؟ مولوی کا پیٹ آپ نے نکال لیا۔ یاد رکھئے علماء کا احترام کیا کیجئے ۔ میں تو گنہگار ہوں ہوں اپنی بات نہیں کر رہا ہوں تو بڑا پاجی ہوں ۔ اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے ۔ میں بات کر رہا ہوں ۔

بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا اکبر شاہ ثانی کو ۔ ذرا پڑھیں نا اقبال کو ۔ "پڑھا ہے اقبال کو ؟" "ہاں جی پڑھا ہے !" "کتھوں تک؟ (کہاں تک پڑھا ہے ؟)" "گلے سے اوپر اوپر پڑھا ہے ، گلے سے نیچے نہیں " ۔ اقبال بھی یاد رکھے گا کہ مجھے بھی اچھی امت ملی ہے ، اچھی ملت ہے ۔ اقبال کی بھی اب حجامت بنانے لگے ہیں ، چھوڑتے نہیں ہیں اقبال کو بھی ۔ یعنی اقبال مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا ؂

باز گیر ایں عاملے بد گوہرے
ورنہ بخشم ملک تو با دیگرے

اور نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ ، وہ جو مبارک خلجی تھا وہاں کا بادشاہ دہلی کا اُن کے زمانے میں ، اُس نے پیغام بھیجا کہ صبح میرے دربار میں پیش ہو ۔ خسرو موجود تھا ۔ میرے دربار میں پیش ہو ۔ نظام الدین ؒ نے کہا اچھا صبح تو ہونے دیجئے ۔ چنانچہ آپؒ رات کا پنے برآمدے میں ٹہل رہے تھے ..... اس کو بھی اقبال نے نقل کیا ؂

اے دُرو بہ یک چراغ نشستی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

او لومڑی کے بچے! اپنی جگہ پر بیٹھا رہنا تو اچھی بات تھی۔ تُو نے شیر کے ساتھ پنجہ ملا دیا۔ میرے ساتھ تُو لڑنے کے لئے آ گیا؟ اپنی سزا دیکھ لی —— رات کو وہ بادشاہ قتل ہو گیا —— میں خود نہیں کہہ رہا میں اقبال کی بات نقل کر رہا ہوں۔

یہ تو عرض یہ کر رہا تھا وہ پانی پت سے بات چلی تھی بوعلی قلندرؒ نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... (باتیں مجھے تو یاد رہتی ہیں، اللہ کرے آپ کو بھی یاد رہیں، یہ سب فیض ہے قرآن کریم کا، ہم تو گناہ گار ہیں بھائی! یہ سب قرآن کی برکت ہے، اللہ اس برکت میں مزید اضافہ فرمائے) —— تو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رباعی میں لکھا ہے، امام الانبیاء کی شان میں لکھی ہے، اس میں آپؒ فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ التحیات میں جہاں یہ فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۝ - یہ التحیات میں جو آخری جملہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۝ یہ امام الانبیاء کا اپنا قول ہے جو حضورؐ نے شبِ معراج فرشتوں کی مجلس میں فرمایا، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا، سلام ہم سب پر ہو - وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۝ اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو، تو بوعلی قلندرؒ یہاں ایک نکتہ نکالتے ہیں - یہ صوفیوں کی

تفسیریں الگ ہوتی ہیں، بڑی ہی پیاری تھی۔ کیونکہ صوفی حال سے کہتے ہیں قال سے نہیں کہتے ۔ بوعلی سینا نے قال سے کہا، حال سے نہ کہہ سکا اور ابوسعید ابوالخیرؒ نے حال سے کہا۔

ابوسعید ابوالخیرؒ کی خدمت میں پہنچے بوعلی سینا جو دنیا کے بہت بڑے طبیب گذر چکے ہیں۔ جا کر بحث شروع کر دیتا ایک فقیر کے ساتھ ۔ شاہ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ ہمارے ہفت سلاطین میں سے ایک سلطان گذرے ہیں۔ ہمارے خاندان میں وہ آتے ہیں، اللہ اُن کی برکات مجھے آپ کو نصیب فرمائیں۔ اُن کے ہاں بڑا مال بھی تھا، دولت بھی تھی سونے چاندی کے کلّے (کھونٹے) تھے گھوڑوں کے ۔ بوعلی سینا گیا شکایت لے کر کہنے لگا "مولوی صاحب! پیر صاحب! یہ کیا پاکھنڈ بنا رکھا ہے"۔ فرمایا آپؒ نے "بوعلی ابن سینا! یہ کلّے اور یہ زنجیریں زمین میں ہیں، میرے دل میں نہیں ہیں اور تجھے اپنے علم پر گھمنڈ نہ ہونا چاہیئے ۔ تُو جو قال سے کہتا ہے، میں حال سے کہتا ہوں، آنچہ تو مے دانی من مے بینم ۔ تُو جو جانتا ہے، میں آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ تیرا علم سمعی ہے، میرا علم بصری ہے ۔ دین کی باتوں کو، یا فن کی باتوں کو، یا منطق کی باتوں کو، یا فلسفے کی باتوں کو تُو جانتا ہے، تیرے پاس ایک علم ہے کہ آسمان سات ہیں تیرے پاس علم ہے کہ زمین گول ہے اور میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں زمین گول ہے۔ آنچہ تو میدانی من می بینم - تُو جو جانتا ہے، میں دیکھتا ہوں۔ میرے سامنے جگہ جا انہ کہ میرا علم ہے جس کا پارہ ہے جناب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ۔؟

تو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کے نبی نے جو کچھ فرمایا التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۔ سلام ہو ہم پر بھی اور اللہ کے صالحین بندوں پر بھی ۔ تو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۔ کو الگ کر دیا اور ہم گنہگاروں کو اپنے ساتھ کر لیا ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا ہم سب پر تیرا سلام ہو، جو نیک بندے ہیں اُن پر بھی سلام ہو ۔ تو حضورؐ نے ہم نے گنہگاروں کو اپنے ساتھ لگا دیا ۔

میں حدیث کی بات کر رہا تھا جہاں پر فرمایا لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ اے اللہ ! ہمیں اپنے غضب کے ساتھ ہلاک نہ کرنا ۔ تو اس سے حضورؐ کی اپنی ذات مراد نہیں ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ ساری امت مراد ہے بلکہ سارے انسان مراد ہیں ۔ حضور سب انسانوں کے لئے رحمتِ دو عالم ہیں ۔ حضورؐ نے سب کے لئے دعائیں مانگیں کہ اللہ اپنی مخلوقات کو اپنے عذاب کا شکار نہ کرے

تو " رعد " پر بات چل رہی تھی کہ رعد جو ہے وہ تسبیح کہتی ہے ۔ تو تسبیح کیوں کہتی ہے رعد ؟ اللہ کے عذاب کا جب مشاہدہ کر لیتی ہے تو وہ تسبیح کہتی ہے اور فرشتے بھی تسبیح کہتے ہیں ۔ کیوں تسبیح کہتے ہیں ؟ کہ اللہ ! ان دُنیا والوں کو اپنے عذاب سے بچا لے ۔

قرآن میں دوسری جگہ آتا ہے ۔ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

(شوریٰ ع۵) فرشتے اپنے رب کی حمد و ثنا کہتے ہیں وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ط (شوریٰ ع۵) اور ان لوگوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں جو زمین میں گنہگار رہیں۔ اور دوسری جگہ فرمایا وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (المؤمن ع۱) اور ایمان والوں کے لئے خدا سے معافیاں مانگتے ہیں۔

تو رعد اگر فرشتہ ہے تب بھی معافی مانگتا ہے، اگر فرشتہ نہیں ہے تب بھی معافی مانگتا ہے۔ کس سے؟ رب العالمین سے۔ اور کیوں معافی مانگتا ہے؟ وہ دیکھتا ہے کہ بادل جو ہے یہ کائنات کو کبھی تباہ کر سکتا ہے، کائنات کو کبھی آباد کر سکتا ہے۔ اس لئے فرشتے اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہیبت میں آ کر خداوند تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کیا پڑھتے ہیں؟ "سبحان اللہ" تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اللہ مجھے آپ کو کثرت کے ساتھ تسبیح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تسبیح زیادہ کیا کیجئے۔ اس کے لئے یاد رکھیں میرے بزرگو! وضو کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ وضو ہو تو ٹھیک ہے، لیکن اگر آپ بلا وضو ہیں، سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے میں بھائی کیا حرج ہے؟ کچھ حرج ہے اس میں؟ سبحان اللہ پڑھنے میں کوئی تکلیف ہے؟ سبحان اللہ پڑھنے میں کوئی بوجھ ہے؟ الحمد للہ کہنے میں کوئی بوجھ ہے؟ اللہ اکبر کہنے میں کوئی بوجھ ہے؟ انسان پر، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے میں کوئی بوجھ ہے؟ انسان پر کوئی تکلیف نہیں آتی لیکن وہ جو ہمارے ساتھ "ساتھی" ہے نا، وہ کہتا ہے ہو رہا ہے کام کریں، خدا دے

(اور سارے کام کیجو مگر خدا کے قریب مت جائیو) آگے ہے سورت مجادلہ میں اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المجادلہ ع ۱۹) فرمایا قرآن کریم نے اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ ـــ ان پر شیطان نے پورا پنجہ ڈال لیا ہے۔ پھر کیا نتیجہ نکلا ؟ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ؕ ان سے خدا کا ذکر بھلا دیا۔ سب باتیں یاد ہیں، خدا یاد نہیں ہے۔ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ یہ شیطان کی جماعت ہے، یہ شیطان کی پارٹی ہے۔ اَلَآ، یاد رکھو۔ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ اور شیطان کا ٹولہ ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے اللہ مجھے آپ کو اس گروہ سے بچائے۔ اللہ سب مسلمانوں کو شیطان کے پنجوں سے بچائے۔ تو یہ رعد کی وجہ تسمیہ تھی اور یہ رعد کے متعلق ابتدائی کلمات تھے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ساتھ ساتھ ایک دو آیتیں ہو جائیں تو اچھا ہے۔

الٓمّٓرٰ ؕ یہ بھی ہیں حروف مقطعات، جیسے کہ سورت بقرہ کے شروع میں، سورت آل عمران کے شروع میں، سورت یوسف کے شروع میں آچکے ہیں۔ یہ ہیں حروف مقطعات ـــ حروف مقطعات کے متعلق میں ابتداء میں عرض کر چکا ہوں کہ حروف مقطعات وہ حروف ہیں جن حرفوں کے معانی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ہمارا صحیح مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حروف سے اپنی مراد کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور جن

سورتوں کے شروع میں اِن کلمات کو لایا جاتا ہے، ہمارے ناقص علم کے مطابق اُس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سورت میں جو آنے والا مضمون ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ بندوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن بندوں کو اس مضمون پر اس طرح ایمان لانا چاہیے جس طرح اِن حروف کا معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود ایمان لاتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں نا الٓمٓ اللہ تعالیٰ کی بات ہے؟ ہمارا ایمان ہے کہ الٓمٓ قرآن ہے، الٓرٰ قرآن ہے طٰسٓمٓ قرآن ہے، کٓھٰیٰعٓصٓ قرآن ہے ہم مانتے ہیں لیکن جس طرح ہم اِس کو مانتے ہیں، آگے قصّہ آرہا ہے، ایک واقعہ آرہا ہے، ایک حقیقت آرہی ہے ہو سکتا ہے وہ ہمارے ذہن میں نہ آئے، اس لئے فرمایا کہ میرے بندے جس طرح اِن کلمات کو تُو میرا کلام سمجھتا ہے، معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود اس طرح اس سورت میں جو حقائق آرہے ہیں، ہو سکتا ہے تیرے ناقص ذہن میں نہ آئیں، اُن کا انکار نہ کرنا، اُن کو بھی میری بات ماننا۔ چنانچہ سورتِ رعد میں آرہا ہے کہ رعد تسبیح پڑھتی ہے، فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں، کائنات تسبیح پڑھتی ہے، تو ہو سکتا ہے تُو کہیں شُبہ کردے، تیرے دل میں کوئی شک ڈال دے کہ رعد کیسے تسبیح پڑھ دی اے اینویں ملوانے لگے ہوئے نیں (رعد کہاں تسبیح پڑھتی ہے، یونہی مُلّانے کہتے رہتے ہیں) عجیب حساب ہے! بات قرآن کی بیان کرو، نام مُلّاں کا آجاتا ہے۔ قرآن بیان کرو، "مُلّاں یہ کہتا ہے" عجیب حساب ہے — اچھا جی، چلو اچھی بات ہے، مُلّاں خوش ہے الحمدللہ کہ قرآن کے سلسلہ میں

مُلّاں کو رہنما سمجھا گیا۔ الحمد للہ۔ مُلّاں اور کیا چاہتا ہے؟ قرآن کی بات میں مُلّاں منسلک ہو جائے، یہ تو قیامت کے دن پتہ چلے گا اَلْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ۔ فرمایا قیامت کے دن قرآن تیرے حق میں گواہی دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔ اگر تُو نے قرآن پر عمل کیا قرآن تیرے حق میں گواہی دے جائے گا، اگر تُو نے قرآن کی مخالفت کی، قرآن تیرے خلاف گواہی دے جائے گا۔ اور محمد رسول اللہ فرمائیں گے۔ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم قیامت کے دن یہ شکایت کریں گے۔ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا ۝ (الفرقان ع۳) ۔ اے میرے اللہ! میری اس قوم نے قرآن کو ردی کاغذ سمجھ لیا تھا۔ یہ تو وہاں پتہ چلے گا۔ تو اس لئے فرمایا کہ الٓمّٓرٰ کا ترجمہ اگر تجھے نہیں آتا، تجھے معنٰی نہیں پتہ چلتا تو اس میں شک نہ کر۔ اس کو خدا کی بات مان۔ اسی طرح جو اس سورت میں حقائق آرہے ہیں، اگر تُو نہیں سمجھ سکتا کہ رعد کی کڑک سے اللہ کی تسبیح پیدا ہوتی ہے، رعد خدا کی تسبیح کہتی ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ط (بنی اسرائیل ۴۴) ہر چیز خدا کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن اے انسانو! تم اس تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔ فرمایا تو اگر اس بات کو نہیں سمجھ سکتا تو انکار نہ کرنا، یہ کہہ دینا کہ واقعی اللہ کی بات ہے اور میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔

آگے فرمایا تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ط۔ اے میرے حبیبؐ! جو کچھ آپؐ

پڑھا بھی پڑھا جانے والا ہے تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ط یہ آیتیں ہیں کتاب مجید کی۔ ان کو جغرافیہ نہ سمجھنا، علم الافلاک نہ سمجھنا، فلسفہ نہ سمجھنا، فلسفہ نہ سمجھنا اور ریاضی نہ سمجھنا کہ یا دلوں کی بات ہو رہی ہے یا زرعی بات نہ سمجھنا، تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ط یہ تو آیتیں ہیں کتاب مجید کی۔

اور کتاب مجید کیا ہے وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ۔ وَالَّذِیْٓ اور وہ ساری حقیقت، وہ ساری بات، وہ سارا الہام جو نازل کیا گیا آپ کی طرف مِنْ رَّبِّکَ، آپ کے رب کے ہاں سے۔ اَلْحَقُّ وہ بالکل صحیح ہے۔ یہاں پر کیا فرمایا؟ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کتنا لمبا لفظ ہے؟ یہ نہیں فرمایا وَالْقُرْاٰنُ حَقٌّ ــــ بھائی! یوں بھی تو اللہ تعالیٰ فرما سکتے تھے۔ وَالْقُرْاٰنُ حَقٌّ۔ قرآن حق ہے۔ ٹھیک ہے۔ نہیں، یہاں کچھ اور فرمانا چاہتے ہیں۔ وَالَّذِیْٓ اور وہ ساری حقیقت، اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو آپ کی طرف نازل کی گئی ــــ خواہ وہ قرآن کی شکل میں ہے، خواہ وہ حدیث کی شکل میں ہے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے، مِنْ رَّبِّکَ، آپ کے رب کی طرف سے، اَلْحَقُّ، وہ بالکل صحیح ہے جس طرح قرآن کا ماننا ضروری ہے، حدیث کا ماننا بھی ضروری ہے۔ قرآن متن ہے، حدیث اس کی شرح ہے۔ قرآن کو اگر مانے، حدیث کو نہ مانے، قرآن مانا ہی نہیں جا سکتا۔ قرآن تب مانا جا سکتا ہے کہ حدیث کو مانا جائے۔ حدیث نطق ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

حدیث شرح ہے قرآن مجید کی۔ قرآن کو مانے گا تو حدیث کو بھی مانے گا قرآن کو نہیں مانے گا احادیث کو بھی نہیں مانے گا۔ اور یہ بھی عرض کر دوں کہ میرے اندر گویا حدیثیں ویسے ہی نہیں آئی ہیں کہ بیٹھے بیٹھے سگریٹ کا کش لگایا، ایک حدیث لکھ دی ـــ یہ نہیں ہے۔ حدیثیں جمع کرنے کے لئے علوم اکٹھے کئے گئے۔ اور صحابہ کے دور ہی میں حدیثوں کے لئے باقاعدہ قانون بنائے گئے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے عمر فاروق نے بلایا ایک دن۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سب کہا کرو) ۔ میں گیا میں نے تین دفعہ باہر سلام کہا ـــ حکم ہے کہ جب کسی کے گھر میں جاؤ تو باب الاستیذان۔ استیذان کا کیا معنی ہے؟ اجازت مانگ کر اندر جاؤ۔ اپنے گھر آؤ۔ تب بھی کھانسی وغیرہ کر کے اندر آؤ۔ ہم چق اٹھا لیتے ہیں " اجازت ہے جی؟ " (اجازت ہے جی) ۔ اندر چلا گیا جب، پھر تو اجازت ہی ہے چق اٹھا کے اجازت نہیں پوچھنی چاہئے۔ پہلے پوچھیے یہ جو کارڈ وغیرہ دینے ہوتے ہیں یہ اسی طرح ہیں۔ پہلے اجازت مانگو، کوئی بھی ہو کیسے بادشاہ کسی سے ملنے کے لئے جانا ہے تو پہلے جا کر آواز دو، اور آواز کیا ہے؟ السلام علیکم۔ قرآن نے فرمایا کہ تم پہلے استیناس کرو، استیذان کرو۔

حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں گیا حضرت عمر فاروق کے ہاں، باہر آ کر

تین دفعہ کہا السلام علیکم، اندر سے کوئی جواب نہ آیا، شاید آپ دور ہوں گے یا نہ سنا ہوگا، ابو موسیٰ اشعریؓ واپس چلے آئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پھر بلا بھیجا، جب بات چیت ہوئی تو فرمایا تجھے میں نے پہلے بھی طلب کیا تھا، تو نہیں آیا؟ عرض کی حضرت! میں تو حاضر ہوا تھا، تین دفعہ میں نے سلام کہا، اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تو میں واپس چلا گیا۔ اور کیوں گیا؟ دلیل بیان کی اس لئے کہ میں نے خود سنا ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب تم کسی کے ہاں جاؤ اور تین دفعہ استیذان کرو، اندر سے جواب نہ آئے تو واپس چلے آیا کرو۔ اس لئے چوتھی مرتبہ انتظار میں نے نہیں کیا۔

اب کیا بات بنتی ہے؟ سنیں، جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں "تیرے پاس کوئی اس بات پر شہادت ہے؟ — یہ ویسے ہی تمہاری حدیثیں بن گئیں، الزام لگاتے ہیں یہ لوگ، یہودیوں کی نقالی کرتے ہیں یہ لوگ، یہودیوں نے طعنہ دیا صحابہ کو کہ تم ہر بات لکھتے ہو محمد رسول کی۔ حدیث ترمذی میں موجود ہے۔ آپؐ کے سامنے بات پیش کی گئی تو آپؐ فرماتے ہیں "لکھا کرو، جو میرے منہ سے نکلے لکھا کرو، وَاللّٰہِ مَا خَرَجَ مِنِّیْٓ اِلَّا حَقٌّ" مجھے خدا کی قسم ہے میرے منہ سے وہی بات نکلتی ہے جو حق ہوتا ہے" حکم فرمایا

تو حضرت ابو موسیٰؓ سے پوچھتے ہیں عمر فاروقؓ "تیرے پاس کوئی

گواہ ہے اس بات پر کہ حضورؐ نے یوں کہا ؟ میں تو خلیفۃ المسلمین ہوں، میں تو قانون بناتا ہوں، بتا " ۔۔۔ اسی وقت آپؓ اٹھتے ہیں، کہتے ہیں " ہاں، بیٹا ہے، ہم بہت سے صحابہ تھے !" (ہو سکتا ہے عمر فاروقؓ کو بھی پتہ ہو لیکن وہ تحقیق کرنا چاہتے تھے تاکہ حدیث کے لئے کوئی ایسے ہی بات نہ کر دے ۔ صحابہ کا زمانہ ہے ۔ یہ غلط ہے کہ بعد میں حدیثیں جمع کی گئیں، کون کہتا ہے کہ بعد میں جمع ہوئیں حدیثیں ؟ صحابہ نے جمع نہیں کیں ؟ ان کو عشق نہیں تھا ؟ مجھے عشق ہے !! یعنی صحابہ تو عاشق رسولؐ نہیں تھے اور چودہ سو سال کے بعد ہم عاشق بن گئے ۔۔۔ ہم جمع کر رہے ہیں، انہوں نے چھوڑ دیا ۔ غلط ہے ۔ صحابہ نے حضورؐ کی ایک ایک ادا کو جمع کیا ۔ صحابہ نے حضورؐ کے قیام کو جمع کیا، قعود کو جمع کیا، حضورؐ کی ہنسی کو جمع کیا، حضورؐ کے دانت گن کر بتلائے ۔ امام الانبیاءؐ کی داڑھی کے سفید بال گن کے بتائے ۔ تم کیا تم سمجھتے ہو صحابہ کو الزام دینے والو ؟ وہ عاشق تھے محمد رسولؐ کے ۔ وہ اپنے محبوب کی ادا پوچھا ہیں دینے والے تھے ۔ انہوں نے حضورؐ کی داڑھی مبارک کے بال گن کر بتائے ہیں ۔ شمائل ترمذی پڑھو، کہ حضورؐ کی داڑھی میں سفید بال کتنے تھے ؟ سیاہ کتنے تھے ؟ اور پھر سفید بالوں پر بحث کی ہے سفید بال جو تھے وہ سرخ رنگ کے تھے یا سفید تھے ؟ پھر سرخ کیوں بن گئے تھے ؟ حضورؐ مہندی لگاتے تھے یا ویسے سرخ بن گئے تھے ؟ صحابہ تو اس حد تک تحقیق کرتے ہیں امام الانبیاءؐ کے عشق اور محبت کی ۔

اور آج گستاخ ان پر اعتراض کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ "گواہ پیش کر"۔ ابوموسیٰؓ جاتے ہیں دوڑتے دوڑتے، کہتے ہیں "گواہ ہے جی" — گئے ابو سعید خدریؓ کے پاس۔ وہ جو راوی حدیث ہے۔ حاجی صاحبان دیکھ کر آئے ہیں، ہمارے حکیم غلام محمد صاحب اور مولانا محمد داؤد صاحب ٹیکسلا والے اس دفعہ حج سے تشریف لائے ہیں۔ اللہ ان کے حج کو حج مقبول فرمائے، جتنے بھائی گئے ہیں اللہ سب کے حجوں کو قبول فرمائے، جتنی بہنیں مائیں گئی ہیں اللہ ان سب کے حجوں کو قبول فرمائے۔ اللہ مجھے آپ کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائے۔

تو وہاں پر مدینہ منورہ جنۃ البقیع کے باہر، دیوار کے باہر قبر ہے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اور وہ آج بھی مدینہ میں "راوی حدیث" کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ کبھی شوق دے تو مدینہ میں تشریف لے جائیں آپ اور وہاں جا کر کسی چھوٹے سے بچے سے پوچھیں، کسی مزدور سے پوچھیں، کسی قلی سے پوچھیں، کسی عورت سے پوچھیں — بوڑھی عورت سے، جوان سے نہ پوچھنا ورنہ کہیں گپ لگا دو کہ قاضی صاحب نے کہا ہے — جوان عورتوں کے سامنے گپیں لمبی لگانا گناہ ہے، سلام کلام ٹھیک نہیں ہوتا۔ اچھا! — حضرت مدنیؒ فرمایا کرتے تھے لِکُلِّ سَاقِطَۃٍ لَاقِطَۃٌ — بچوں سے بھی میں یہی عرض کرتا ہوں بلا ضرورت لمبے سلام کلام نہیں کرنے چاہییں، — تو پوچھو کسی سے "آین قبر

رَاوِیِ حَدِیْثِ رَسُوْلَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ جو حضورؐ کی حدیث کے
راوی ہیں، اُن کی قبر کہاں ہے؟ وہ چھوٹا بچہ بھی آپ کو ابوسعید خُدری
کی قبر پر لے جائے گا۔ ابوسعید خُدری راویِ حدیث مشہور ہیں حضورؐ
کی حدیثوں کو روایت کرتے تھے۔

تو ابوموسیٰؓ پہنچے ان کے پاس، "کہ بھائی! تُو تو بیک سے حدیثوں کا
یہ قصہ بن گیا، عمرؓ تو چھوڑنے والا نہیں ہے، کہیں مجھ پر سزا نہ جاری
کر دے چل میرے ساتھ۔ تُو نے سنا ہے؟" اُنہوں نے کہا "ہاں جی
میں نے بھی سنا ہے، اور میں نے کتنی مرتبہ سنا ہے، میں بھی چلتا ہوں آپ
کے ساتھ"۔ تو ابوسعید حاضرِ خدمت ہوتے ہیں عمر فاروقؓ کے پاس اور
انہی الفاظ کو دہراتے ہیں اے عمر! اے خلیفۃُ المسلمین! اے
پاسبانِ ملّتِ اسلامیہ! اے محمد رسول اللہؐ کے جاں نثار! میں نے بھی
وہی باتیں سنی ہیں جو ابوموسیٰ نے سُنی ہیں۔ یہ حدیث میں نے بھی سُنی ہے
جنابِ محمد رسول اللہ سے (صلی اللہ علیہ وسلم) — تو تب جا کر ابوموسیٰؓ کی جان
چھوٹی کہ ہاں ٹھیک ہے، گواہی مل گئی۔

دو گواہوں پر آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ نہیں کرتے؟ اگر دو گواہ کسی جج کے
سامنے گواہی دے جائیں کہ "اس آدمی نے ہمارے سامنے دس لاکھ روپیہ
لیا ہے اس سے۔ جج فیصلہ کرے گا کہ نہیں کرے گا؟ — وہ کہ تم
قانونی طور پر جھوٹا نہیں کہہ سکتے — حدیثوں کے معاملے میں تم کیوں کہتے
ہو کہ وہ جھوٹ کہہ سکتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)

وہ صحابہ؛ وہ عادل؛ جن کے دامنوں پر فرشتے سجدہ کرتے ہیں وہ عثمان جس کے متعلق امام الانبیاء فرماتے ہیں "اے عثمان! تجھ سے فرشتے بھی شرماتے ہیں" (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے متعلق ہم یہ باتیں کریں؟ اللہ مجھے آپ کو بے ادبی سے بچائے۔

تو میں بات یہ عرض کر رہا تھا وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اور وہ ساری ہدایت جو آپ کی طرف نازل کی گئی آپ کے رب کے ہاں سے۔ اَلْحَقُّ، وہ بالکل صحیح ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ، لیکن بہت سے لوگ، لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ یقین نہیں رکھتے۔

اب جو یقین نہ رکھے اس کا کیا علاج ہے؟ اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے، اس لئے ان کے ساتھ جھیڑ جھاڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کا کام یہ ہے فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ۝ (الغاشیہ ۲۱) — وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الذاریات ۵۵)

اے علماء! اے صلحاء! اے میرے عام مسلمان بھائیو! میں آپ سے یہی درخواست کرتا ہوں (مجھ طلبہ سے بھی) کہ آپ اللہ کے نام کی منادی کرتے رہا کریں جس کے نصیب میں ایمان ہے وہ ایمان لے آئے گا جس کے نصیب میں ہدایت ہے، وہ ہدایت پا جائے گا۔ ورنہ آپ کو تو فائدہ مل جائے گا کہ آپ نے اس مشن کو ادا کیا جو مشن ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آٹھواں درس قرآن مجید

منعقدہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۶۸ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل دینی، علمی، روحانی فوائد مذکور ہیں:-

۱- سورۃ الرعد میں توحید باری تعالیٰ کے آفاقی دلائل ہیں۔

۲- عجائبات قدرت کی تحقیق سے مسلمان کا ایمان قوی ہوتا ہے اور غیر مسلم کا اعتقاد متزلزل ہوتا ہے۔

۳- اسلامی روایات کا محافظ خداوند قدوس ہے۔

۴- مشہور پشتو صوفی شاعر کا ارشاد کہ آنکھوں کا مجبوکا کبھی سیر نہیں ہوتا۔

۵- کائنات سماوی راز خداوندی ہے بشر اس کو نہیں پا سکتا۔

۶- معجزہ شق القمر سید الانبیاء کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔

۷- سچے اور جھوٹے نبی میں فرق معجزہ پیدا کرتا ہے۔

واللہ الموفق

سورۃ رعد

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ (صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ)

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آج پھر ہمیں اپنی بات سننے، سنانے اور سمجھنے کے لئے اکٹھا کر دیا ہے، اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

گزشتہ درس میں سورت رعد کی پہلی آیت کے متعلق کچھ تشریح پیش کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ عزاسمہ نے اس میں فرمایا تھا کہ سورت رعد میں جو کچھ بھی بیان ہو

رہا ہے اس میں کائنات کے ارضی، سماوی اور آفاقی دلائل ہیں، ان کو تم ویسے ہی ایک قصہ کہانی مت سمجھو۔ یہ مت سمجھو کہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ ہمیں تو علوم باقی معلوم ہو رہے ہیں جنہیں جان لینا اتنا ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ یہ ساری کی ساری میرے بزرگو! حظ نفس کی باتیں ہوتی ہیں مسلمان کا مطمح نظر کائنات کی ہر چیز کو دیکھ کر، زمین و آسمان کے انقلابات کو دیکھ کر، دلائل کو سن کر مسلمان کا مطمح نظر کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور ایمان میں انقباد، ایمان میں انشراح، ایمان میں قوت کا پیدا ہونا۔

مسلمان اور غیر مسلمان کی تحقیقات میں یہی فرق ہے۔ قرآن کریم آسمانی اور ارضی علوم سے نہیں روکتا، قرآن کریم نے تحقیقات سے، کائنات کے اندر صنعت سے، کاریگری سے، تخلیق سے مسلمانوں کو روکا نہیں بلکہ علوم کائنات کو مزید حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید نے تعلیم دی، اللہ نے حکم دیا لیکن مسلم اور غیر مسلم میں ایک ہی بات کا فرق ہے۔ مسلمان جب اپنی کسی کاریگری کو، کسی صنعت کو، کسی حرفت کو دیکھتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی کائنات کی عجیب عجیب رنگینیوں کو اگر دیکھتا ہے تو مسلمان یہ کہہ دیتا ہے سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران ۱۹۱)۔ اللہ! تو پاک ہے، ساری عظمتوں کا مالک تو ہی ہے، یہ ساری کائنات اللہ! تیرے وجود پر گواہی دیتی ہے، تو اس لئے اے رب العلمین! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے جہنم کے عذاب سے بچا۔ لیکن غیر مسلم ان تحقیقات میں کھو کر سرے سے اللہ کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ یہی فرق ہے

مسلمان اور غیر مسلم کی تحقیق میں۔ مسلمان کا اپنی تمام تحقیقات کے باوجود اپنے سارے علوم کے باوجود مطمح نظر کیا ہوگا؟ اللہ کی ذات پر ایمان اور غیر مسلم کا مطمح نظر کیا ہوگا؟ اللہ سے بغاوت، اللہ کی نافرمانی، بلکہ (نعوذ باللہ) اللہ کے وجود ہی کا انکار۔ آج کے دور میں آپ دیکھ لیں جسے کچھ تھوڑی سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں، کسی دنیاوی تخلیق کا وہ تجربہ کر لیتا ہے، یا کوئی تھوڑی سی بات بھی سمجھ لیتا ہے سائنس وغیرہ کی، تو اس کا سب سے پہلا حملہ مذہب پر ہوتا ہے پھر دوسرا حملہ اس کا (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے حالانکہ ہمارے ہاں بھی فلاسفر گزرے ہیں، ابن سینا جیسا شخص بھی تو فلسفی تھا، یہ دنیا کا بہت بڑا سائنسدان ہے ابن سینا۔ اس کو لوگ معلّم ثانی کہتے ہیں، معلّم اوّل ارسطو کو کہتے ہیں فلسفے اور منطق کے اعتبار سے، لیکن ابن سینا کی موت کا جب وقت آیا تو اس کے سینے پر بخاری شریف تھی، بخاری پڑھتے پڑھتے ابن سینا کا انتقال ہوا۔ یعنی مسلمان فلاسفر، مسلمان مناطقہ اور مسلمان محقق اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات کو دیکھ کر، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

تو اس سورت رعد کی ابتداء میں جو ابھی آیات تلاوت کی گئیں آپ کے سامنے، میرے بزرگو! رب العالمین نے تین باتیں بیان فرمائیں پہلی چیز ہے دعوت الی اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے نبی، خصوصاً آخری

نبی اور امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو حضور کی دعوت کیا ہے؟ اللہ کی طرف بلانا۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ قف (یوسف ۱۰۸) سورۃ یوسف کے آخر میں اسی کا اعلان فرمایا قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ، اے میرے حبیب! ان دنیا والوں سے کہہ دیجئے هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ، میرا راستہ کون سا ہے؟ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ قف میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میری دعوت، میرا طریق کار، میری محنت کا جو نتیجہ ہے میرا جو مقصد اور منشا ہے وہ کیا ہے؟ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ قف میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اور یہ میرا تمہیں اللہ کی طرف بلانا ویسے ہی نہیں ہے، عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ط (یوسف ۱۰۸) میں پوری بصیرت پر ہوں، میں پوری روشنی پر ہوں۔ اگر دنیا کے سارے انسان اس بات کا انکار کر دیں (نعوذ باللہ) کہ اللہ کی ذات نہیں ہے تو میں پورے یقین پر ہوں کہ اللہ یقیناً موجود ہے۔ اگر دنیا میں کوئی بھی اللہ کو نہ مانے، میری بصیرت ہے، میں دیکھتا ہوں، میں سوچتا ہوں، میں سمجھتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ رب العالمین کی ذات با برکات موجود ہے اور اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو اس لئے پہلی چیز جو سورۃ رعد کے شروع میں فرمائی میرے بزرگو! وہ دعوت ہے توحید کی، اللہ پر ایمان لانے کی دعوت۔

اور دوسری چیز، ابھی جو آیتیں آپ کے سامنے پڑھی گئی ہیں

اُس وقت کے لئے دلائل دے، مجھ جیسے آپ جیسے آدمیوں کے لئے کہ اگر تم سوچنا چاہو، اگر تم غور کرنا چاہو اگر تم فکر کرنا چاہو، اگر تم دلیل ہی سے ماننا چاہو ـــ ویسے مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

...... ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (بقرہ ۲-۳)

جس ذات بابرکات پر اعتماد تمہیں حاصل ہو چکا ہے اب وہ جو بات کہہ دے اس کو تم مان لو بلا کم و کاست کے، جب ہم نے یقین کر لیا، زبان سے کہہ دیا، اقرار کر دیا کہ ہم ایمان لاتے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، تو ہمارے ایمان کا بھائی اب تقاضا کیا ہونا چاہئے؟ جب ہم نے حضورؐ کو اللہ کا رسول مان لیا، رسول کے لفظ میں ہی دیکھئے کیا حکمت ہے، ہم جو کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط تو اس میں ہم کیا پڑھتے ہیں؟ اذان میں کیا کہتے ہیں؟ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اللہ کا رسول مانتے ہیں ـــ رسول کا معنی قاصد، پیغام لانے والا۔ تو حضورؐ پر جب ہم ایمان لاتے ہیں تو حضورؐ کی رسالت پر بھی ایمان لاتے ہیں اور رسالت کیا ہے؟ جو حضورؐ من جانب اللہ لے کر آئے جو بات امام الانبیاءؑ کی طرف سے لے کر آئے ہمارا اس پر ایمان ہے بلا کسی تحقیق کے، بلا کسی ہیر پھیر کے۔ اس پر میں پہلے اپنے درس میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ مسلمان کا پیشہ ہی کچھ نہیں ہے کہ وہ

اللہ کے نبی سے یہ پوچھے، یا اللہ سے یہ پوچھے، یا قرآن سے یہ پوچھے کہ تو نے یہ بات یوں کیوں کہی؟ اسی لیے سورت حجرات میں فرمایا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (الحجرات ۱) نہ اللہ سے آگے چلو نہ اللہ کے نبی سے آگے چلو۔ یعنی جب اللہ ایک بات کہہ دیں، بس تم مان لو۔ اللہ کے رسول ایک بات کہہ دیں، بس تم مان لو۔ مسلمان کا تو یہ طرزِ عمل ہونا چاہیے کہ وہ اللہ سے آگے ایک قدم نہ اٹھائے اور نہ وہ اللہ کے نبی سے آگے قدم اٹھائے — لیکن فرمایا چلو اگر تم غور ہی کرنا چاہتے ہو، تم اگر دلائل مانگنا ہی چاہتے ہو، کہ ہم بلا دلیل نہیں مانتے، سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ جو سب سے بڑی سچی ذات ہے — محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — انہوں نے جو بات فرما دی، بس تم مان لو، سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے — اور اسی کو ہماری منطق کی اصطلاح میں کہتے ہیں "برہان"۔ چلو اگر تم دلیلیں ہی مانگتے ہو تو پھر فرمایا دلیلیں دیکھو اور دلیلوں کیلئے تمہیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں، آسمان کو دیکھ لو، زمین کو دیکھ لو، پھلوں کو دیکھ لو، پھولوں کو دیکھ لو، زمین کی تاثیر کو دیکھ لو، آگ، پانی، ہوا، مٹی کو دیکھ لو، بارش کو دیکھ لو، گرمی سردی کو دیکھ لو، غرضیکہ جس چیز پر تم ہاتھ رکھتے ہو اسی کو دیکھو، غور و فکر کرو، تم سمجھ جاؤ گے کہ اللہ کی ذات موجود ہے۔ ملنا جانے کی تمہیں ضرورت ہی نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں شاید ایک واقعہ آتا ہے۔ ایک آدمی حاضر ہوا مسجد نبوی میں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور وہ آتے ہی

مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا "کیا بات ہے؟ آج تو نے کوئی لمبی بحث نہیں کی اور آتے ہی تو مسلمان ہو گیا ہے، بات چیت تو نے نہیں کی! (جانتے تھے کہ عادت کا ہے)۔ اس نے عرض کی "اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) سچی بات تو یہ ہے کہ پہلے جو کچھ آپؐ تقریر فرمایا کرتے تھے، مجھے سننے کی سعادت ہی نہیں ہوئی اور اچھے سوچنے کی بھی اللہ نے توفیق نہیں دی تھی۔ آج میں نے سوچا، سوچنے کے فوراً بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ وہ واحد لاشریک ہے۔" فرمایا "کیسے سوچا؟" "حضور! میں باغ سے آرہا تھا، میرے سر پر بہت بڑا گٹھا تھا لکڑیوں کا، میں تھک گیا تو ایک سایہ دار پودے کے نیچے میں نے گٹھے کو گرایا اور میں بیٹھ گیا تو میری نظر پڑی، میں نے دیکھا کہ اس سائے میں اونٹ کی مینگنیاں پڑی ہوئی تھیں تو میں نے سوچا کہ یہ مینگنیاں کہاں سے آگئیں؟ معلوم ہوا کہ یہاں کوئی اونٹ یا اونٹنی بیٹھی ہے تبھی تو یہ مینگنیاں آگئی ہیں۔ تو حضورؐ! اس تصور نے مجھے دوسری طرف پہنچا دیا، میں نے سوچا جب مینگنیوں کا وجود اونٹ کے بغیر نہیں ہو سکتا تو اس ساری کائنات کا وجود بغیر خالق کے نہیں ہو سکتا!" معمولی سی بات سے اللہ نے ہدایت دے دی جب راستہ کھلا، نیت نیک ہو، اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○ (الشعراء ۸۹) دل سلامت جو لے کر آیا جائے گا، اللہ تعالیٰ انسان کے دلوں

کے پردوں کو کھول دیتے ہیں، لیکن اگر دل ہی نہ ہو تو پھر ہزار ہا دلائل بھی بیکار ہیں۔ جو دل کے اندھے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کیسے روشنی دے؟ وہ تو دل کے اندھے ہو چکے ہیں اور جو آنکھوں کے اندھے ہیں وہ کبھی کبھی باتوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ (اللہ مجھے آپ کو دل کا اندھا ہونے سے محفوظ رکھے)

تو دلائل دیئے ——— آفاقی دلائل، کہ تم زمین اور آسمان میں سے کسی بھی چیز کو دیکھ لو، کسی بڑی چیز کو دیکھ لو، .... کسی چھوٹی چیز کو دیکھ لو۔ تم اس بات کو سمجھ جاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں اور جو دعوت دیتے ہیں امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ دعوت بالکل صحیح ہے

آگے تیسری چیز، جو ان آیتوں میں بیان کی ——— قرآن مجید ہے

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، دعا فرمایا کریں اللہ تعالیٰ ایسی محفلوں کو قائم رکھے اور یہ ہمارے بھائی جو اہتمام کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ بھائیوں کو بھی اجر دے، آپ یقین سمجھیں اس گرمی میں آپ جو قرآن سننے کے لئے آئے ہیں، آپ کو اور مجھے یقین رکھنا چاہئے کہ یہ گرمی ہمیں انشاء اللہ قیامت کی گرمی سے محفوظ رکھے گی۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ میرا آپ کا یہاں جمع ہونا اور کس مقصد کے لئے ہے؟ اسی لئے تو ہے کہ اللہ کی بات سنیں۔ جو ہمیں اللہ نے سکھایا، جتنی ہمت اللہ نے دی، یہ اللہ نے ہم پر فضل کیا کہ مہینے میں ہم ایک دفعہ جمع ہو جاتے ہیں

اللہ کرے یہ مجلسیں ہمیشہ قائم رہیں اور اللہ کرے پاکستان میں ایسی مجالس قرآن کا بہت اہتمام ہو، جگہ جگہ اہتمام ہو، تو یہ جو کفر، شرک، فسق اور بے دینی اور یہ جو دین کے چور ہیں، دین پر حملہ کر رہے ہیں خناس بن کر ان سے انشاءاللہ مسلمان محفوظ رہیں گے اگر ایسی مجلسیں قائم ہو جائیں۔ قرآن نور ہے، قرآن ہدایت ہے، محمد رسول اللہ کا ذکر پاک احمت ہے جہاں یہ آئیں وہاں شیطان نہیں ٹھہر سکتے، لیکن جہاں یہ چیزیں نہ ہوں تو پھر یہ نقب لگانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دین کبھی نہیں مٹ سکتا ہے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

یہ قرآن کیسے مٹ سکتا ہے؟ اللہ کا دین کیسے مٹ سکتا ہے؟ بائیسویں پارے میں پڑھ لیجئے، اللہ فرماتے ہیں قُلْ جَآءَ الْحَقُّ (السباء ع ۴۹) اعلان کر دیجئے اے میرے نبی محمد (صلی اللہ علیک وسلم) اور یہ مکی صورت ہے، جہاں حضور پر ایمان لانے والے چند لوگ ہیں۔ کیا فرمایا؟ قُلْ، اعلان کر دیجئے — کہلوایا گیا — قُلْ، کہہ دیجئے۔ آج بعض بے دین، ہمارے ملک میں رہنے والے، ہمارے سرکاری خزانوں سے تنخواہیں پانے والے ایسی کتابیں لکھتے ہیں اور ان کتابوں میں یہ لکھتے ہیں کہ حضور جو قرآن پیش کرتے ہیں یہ آپ کے دل کی آواز ہوتی ہے، کہ دل میں ایک خیال آ گیا، کہہ دیا کہ اللہ نے یہ فرمایا — نعوذ باللہ من ذالک۔

قرآن کیا کہتا ہے؟ قُلْ — آپ کہہ دیجئے۔ تو کہلانے والا کوئی اور ہے کہ دل کہہ رہا ہے؟ یہ جو قُل کا لفظ ہے میرے بزرگو! قرآن میں آتا ہے اللہ تو علیم ہے، اللہ کو پتہ تھا کہ ایسے خناس پیدا ہوں گے، اس لئے قرآن میں پہلے ہی اہتمام کر دیا۔ قُلْ، آپ اعلان کر دیجئے — اعلان کروانے والا کوئی اور ہے کہ خود دل ہے محمد رسول اللہ کا؟ — کوئی اور ذات ہے قُلْ، آپ فرما دیجئے، ان مکے والوں سے کہہ دیجئے، ابولہب سے کہہ دیجئے، ابوجہل سے کہہ دیجئے، عتبہ سے کہہ دیجئے اور ساری دنیا والوں کو کہہ دیجئے کہ او دنیا کے لوگو! جَآءَ الْحَقُّ — حق آ پہنچا۔ حق کا معنی اَن مِٹ — یہ اب کبھی نہیں مٹے گا — اَن مِٹ دین۔ چنانچہ سورت رعد میں حق کی تفسیر اللہ نے بیان فرمائی — اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھئے جب آسمان سے مینہ برستا ہے، بارش اترتی ہے، ندی نالوں میں سیلاب آ جاتا ہے، پانی میں طغیانی آ جاتی ہے، کچھ اس میں جھاگ ہوتی ہے، کچھ اچھا پانی ہوتا ہے، جھاگ بظاہر بڑی خوبصورت معلوم ہوتی ہے، شان شوں کرتی ہے، بڑی نمائش ہوتی ہے، لیکن نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ (الرّعد ۱۷) وہ تھوڑی دیر کے بعد سورج کی گرمی سے اڑ جاتی ہے، جھاگ کا نشان باقی نہیں رہتا، وہ کرّ و فر ختم ہو جاتی ہے۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ (رعد ۱۷) اور جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ تو زمین میں دھنس جاتی ہے۔ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ

(رعد ۱۷) اللہ یوں مثال بیان کرتے ہیں حق اور باطل کی۔ اسلام کے خلاف بڑی آندھیاں چلیں، بڑے بڑے لوگ کھڑے ہوئے، بڑے بڑے جھوٹے نبی بنے، بہت بڑے لوگوں نے دعوے کئے، لیکن الحمد للہ محمد رسول اللہ کا دین آج چودہ سو سال سے موجود ہے، قیامت تک باقی رہے گا، دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں مٹا سکتی۔

فرمایا قُلْ۔ آپ فرما دیجئے، جَآءَ الْحَقُّ (السبا ۴۹) حق آ پہنچا تو کیا یہ حق کبھی مٹے گا؟ فرمایا نہیں، وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ (السبا ۴۹) اب باطل ظاہر نہیں ہو سکتا۔ وَمَا يُعِيدُ ۝ (السبا ۴۹) اور باطل پھر دوبارہ حملہ بھی نہیں کر سکتا حق پر۔ اگر کرے گا تو وہ منہ کی کھائے گا۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (الصف ۸)
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر ۹) میرے بزرگو! ہمیں یقین ہے قرآن نہیں مٹ سکتا۔ ہمیں یقین ہے سنت محمد رسول اللہ نہیں مٹ سکتی۔ ہمیں یقین ہے دین نہیں مٹ سکتا۔ صرف اتنی سی بات ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو اپنا نام اُن مزدوروں میں لکھوائے گا جن مزدوروں نے اسلام کے قلعے پر حملہ کرنے والوں کے سامنے خالی ہاتھ کھڑے کر دیئے کہ خبردار حملہ نہ کرنا، وہ مزدور اللہ کے ہاں بخشا جائے گا۔ اللہ ہمیں اُن مزدوروں میں شمار کرلے۔ وہ گر نہیں سکتا، اس قلعے کو کون گرا سکتا ہے؟ فرعون نہیں گرا سکا شداد نہیں گرا

سکا، ہاں نہیں گرا سکا اور چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو کتنے کتنے فتنے اُبھرے، نہیں گرا سکے، آج تک اسلام باقی ہے، خوش بخت ہے وہ انسان جو نیکی کو نہ چھوڑے۔ برائی بیشک حملہ کرتی رہے لیکن نیکی کو نہ چھوڑے۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ آپ بڑے خوش نصیب ہیں، اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھیں اور میں بھی الحمدللہ خوش نصیب ہوں۔ یہ فخر کی بات نہیں ہے، یہ ہم اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس دور میں دین کے ساتھ محبت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ اس میں مزید قوت پیدا فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا قرآن قدیم ہے، کلام اللہ جیسے کہ اللہ کی ذات قدیم ہے، اُس پاداش میں آپ پر بہت کچھ ہوا لمبی بات ہے۔ وہ اکثر اوقات دعا کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے "اللہ ابوالہیثم کو جزائے خیر دے۔" کسی نے کہا "حضرت! ابوالہیثم تو بہت نامی گرامی چور ہے بغداد کا، آپ اس کو دعا دیتے رہتے ہیں؟" فرمایا "بات اور ہے، جب مجھے گرفتار کیا معتصم کے سپاہیوں نے"...... (امام احمد بن حنبل کو گرفتار کیا گیا، ہتھکڑیاں لگائی گئیں کوڑوں کی سزا دی گئی، اپنے وقت کا امام، آج سے بارہ سو سال پہلے جس نے مسندِ احمد حنبل جمع کی، کئی لاکھ حدیثیں جمع کیں اور حدیث کا سب سے بڑا ذخیرہ یہ ہے "مسند احمد") تو فرمایا کہ "مجھے جب پکڑ کر

لے جا رہے تھے تو راستے میں مجھے ملا ابوالہیثم وہی ڈاکو۔ اُس نے کہا "جی امام صاحب! السلام علیکم"۔ "وعلیکم السلام"۔ "حضرت! مجھے پہچانتے ہیں آپ؟" "ہاں میں پہچانتا ہوں، تم بڑے نامی گرامی چور ہو، بڑے ڈاکو ہو"۔ کہنے لگا۔ "جی حضرت! آپ نے دیکھا! میں کتنی مرتبہ چوری کرتا ہوں پکڑ کر لے جاتے ہیں سزا ہوتی ہے، پھر آتا ہوں، پھر چوری کر لیتا ہوں، پھر لے جاتے ہیں، پھر سزا ہوتی ہے، پھر آتا ہوں، پھر چوری کرتا ہوں۔ یعنی حضرت! میں نے ان کے کوڑوں سے، ان کے جوتوں سے، ان کی سزا سے اپنے برے فعل سے توبہ نہیں کی ہے، دیکھنا! آپ اس سزا سے ڈر کر اچھے فعل سے مت توبہ کر ڈالیں — میں بُرے فعل سے باز نہیں آیا آپ اچھے فعل سے باز نہ آنا — تو فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کو دعائیں دیتا ہوں کہ اس نے میری تصدیق کی۔ تصدیق کا معنی مجھ کو اور دلیری دی، میری ہمت کو اس نے اور بڑھایا!"

تو عرض خدمت یہ کر رہا تھا میرے دوستو میرے بھائیو! کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں جو ابھی پڑھی گئی ہیں تین باتیں بیان فرمائیں ایک دعوت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ہے؟ اللہ کی جانب بلانا مخلوقات کو اور یہ بتانا کہ جو قرآن تمہارے سامنے پڑھا جاتا ہے یہ قرآن قصے کہانیوں کی بات نہیں ہے، یہ اللہ کی کلام ہے — اور دوسری اگر تم اس پر دلیل ہی مانگتے ہو تو پھر دلیل دیکھ لو، یہ ساری کی کائنات دلیل ہے خداوند تعالیٰ کے وجود پر میرے بزرگو! دنیا میں دو ہی قسم کی دلیلیں

ہوتی ہیں۔ یا دلیل ہوتی ہے سمعی یا دلیل ہوتی ہے عقلی۔ سمعی دلیل کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کسی آدمی سے ایک بات سُن لی آپ نے وہ کہہ دی، دوسری دلیل ہے عقلی کہ آپ نے اپنے عقل سے ایک بات کو ثابت کیا بات کو سمجھ گئے۔ اگر ایک آدمی دونوں دلیلیں نہ مانے نہ سمعی مانے نہ عقلی مانے، نہ کسی کی مانے نہ اپنی مانے تو اس کی کوئی وجہ ہوا کرتی ہے، تیسری بات ان آیتوں میں قرآن نے وجہ بیان کی کہ وہ وجہ کیا ہے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اجو بات قرآن مجید کہتا ہے، دلائل کی روشنی میں یہ لوگ اسے کیوں نہیں مانتے؟ فرمایا وہ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ قیامت کے منکر ہیں۔ ان کو اس بات پر یقین نہیں ہے کہ ایسا وقت آنے والا ہے جس وقت ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اگر ان کو قیامت کا یقین ہوتا تو پھر یہ آپ کی دلیلوں کو سنتے، یہ آپ کو دیکھتے آپ کی بات کو سنتے، قرآن مجید کے دلائل کو دیکھتے۔ اس لئے نتیجے کے طور پر آگے چل کر بیان فرمایا وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ (رعد، ع ۵) جب ہم مر جائیں گے، ہم مٹی ہو جائیں گے، مٹی ہونے کے بعد کون ہے ہمیں دوبارہ زندہ کرنے والا؟ اس لئے موت کے بعد جب زندگی نہیں ہے تو یہ تھوڑا سا جو وقت ہے، یہ پیٹ کو بھرنے کا جو دھندہ ہے اس کو چلا لیجئے پھر دیکھا جائے گا، حالانکہ اسی سورت میں میرے بزرگو اللہ نے آگے چل کر فرمایا کہ پیٹ کبھی نہیں بھر سکتا، پیٹ تو اگر بھر بھی گیا لیکن آنکھیں کون بھرے گا؟

رحمان بابا گذرے ہیں صوفی شاعر پشتو کے۔ پہلے زمانے کے ہمارے شعراء (اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے) انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں حکمت کے موتی پرو دیئے اور میرا یقین ہے پہلے جو ہمارے شاعر تھے، معمولی محبوبی شاعر بھی میرے خیال کے مطابق وہ بھی حقیقتہ ولی ہوا کرتے تھے۔ یہ پہلے زمانے کی سی حرفیاں، بھی بارہ ماہ، یہ سیف الملوک اور دوسری تیسری کتابیں یہ پڑھیں، کچھ ان میں باتیں ایسی بھی ہیں لیکن ان میں جو حکمت ہے جو عشق اور درد ہے ان میں جو تشبیہات ہیں، حقیقت یہ ہے وہ چاہتے تھے کہ ان کتابوں کو پڑھ کر لوگ اللہ سے مل جائیں۔ اسی طرح رحمان بابا پشتو کا بہت بڑا شاعر گذرا ہے پشاور میں اس کا مزار ہے صوفی شاعر اس کا اپنا دیوان چھپا ہے (دیوانِ رحمان بابا)۔ انہوں نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ بھوکوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے پیٹ کا بھوکا، ایک ہے نظر کا بھوکا لکھا جس کا پیٹ بھوکا ہے وہ دو تین روٹیاں کھا کر بھر جائے گا جس کی نظر بھوکی ہے قیامت تک نہیں بھرتی۔ آج ہماری نظر بھوکی ہو چکی ہے، اللہ میری آپ کی نظر کو قناعت نصیب فرمائے۔ کسی کی کوٹھی دیکھی "ہا! جی بڑے مزے دار کوٹھی ہے یار اک کوٹھی بنالی ہے!" (چاہے جہنم میں چلا جاؤں، کوٹھی بنانی ہے ضرور) — کار دیکھی "آہا! جی شیورلیٹ بڑی مزے دار ہے، کار تو لینی ہے جی! میں پیدل چلوں!" (خواہ جہنم میں چلا جائے) کسی کا اچھا محل دیکھ لیا، آنکھیں ابھی تک ہماری پر نہیں ہو سکیں، کروڑوں کما لیتے ہیں، اربوں کما لیتے ہیں جائیدادوں کے مالک ہیں

جاتے ہیں، لیکن آنکھ کی بھوک ہماری جاتی رہتی ہے، باقی رہتے رہتے مر جاتے ہیں۔ اور ہمارے مرنے کے بعد ہمارے ورثا ہمیں گندگی میں ڈال دیتے ہیں اور خود اس دولت سے مزے کرتے ہیں۔ صوفیہ کرام نے ایسے لوگوں کو ریشم کے کیڑے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ریشم کا کیڑا پہلے تو لوگ اس علاقے میں عموماً پالتے تھے، ریشم کا کیڑا اپنے لعاب سے ریشم بناتا ہے، پتوں کو چوستا ہے، اس سے جو لعاب نکلتا ہے، لعاب سے ریشم بنتا ہے بڑا لمبا کیڑا ہوتا ہے، تین تین چار چار انچ لمبا کیڑا وہ ریشم بناتا ہے، پھر ریشم کو اپنے بدن پر تلتا رہتا ہے، تنتے تنتے تنتے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ایک ڈوڈی سی بن جاتی ہے مونگ پھلی کی طرح اور کیڑا صاحب جو ہوتا ہے وہ اندر خود مر جاتا ہے۔ کیڑا ڈوڈی کے اندر پھنس کر مر جاتا ہے پھر جب اس ڈوڈی کو کارخانے میں لایا جاتا ہے، صاف کرتے ہیں ریشم بنانے کے لئے تو کیا کرتے ہیں؟ ڈوڈی کو کتر دیتے ہیں اور اس کیڑے کو جو تین چار انچ لمبا تھا جس نے بڑے نخرے کے ساتھ ریشم تنا تھا اس کو گندگی کے، غلاظت کے ڈھیر پر ڈال دیتے ہیں اور ریشم بنا کر تھانوں کی شکل میں بازار لے جاتے ہیں۔ ریشم کے پیسے کما لئے اور کیڑے کو گندگی کے، غلاظت کے ڈھیر میں ڈال دیا۔ یہ حال ہے ہمارا۔ ہم اپنے بیوی بچوں کے لئے نہ قیامت کو سوچتے ہیں، نہ قبر کو سوچتے ہیں، ریشم کے کیڑے ہیں، ریشم بنا رہے ہیں، بنا رہے ہیں، جب ڈوڈی تیار ہو جاتی ہے، ہم اندر پڑ کر ختم ہو جاتے ہیں اور ہمیں مرنے کے بعد ایک گڑھے میں جا کر ڈال

دیتے ہیں اور وہ جو ہمارا پسماندہ ہوتا ہے دولت اور مال اس مال سے ہماری بیوی مزے کرتی ہے، ہمارا بال بچہ مزے کرتا ہے، ہمارے یار دوست کھاتے ہیں اور ہم؟ پھر جو ہم پر گذرتی ہے، کوئی جا کر پوچھتا بھی نہیں ہے کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اکبر الہ آبادی نے مذاقاً کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد یہی ہوتا ہے احباب پلاؤ زردے کھاتے ہیں اور فاتحہ بھی پڑھ دیتے ہیں، مجھ سے کوئی نہیں پوچھتا کہ وہاں کیا حال ہو رہا ہے؟ کبھی پوچھا جا کر قبروں پر؟ کبھی ماں باپ کی قبروں پر کوئی گیا ہے؟ واہ سے کی قبر پر گیا ہے؟ کہ تم نے مجھے جائیداد دی، تم نے مجھے عہدے دئے، تم نے مجھے کارخانے دیں، تم نے مجھے امریکہ انگلینڈ تک تعلیم دلوائی، اب تیری قبر کا کیا حال ہے؟ اتنے بڑے مجمعے ہیں میں پوچھ سکتا ہوں کہ ہے ہم میں سے کوئی شخص نے کبھی ایک جوڑا کپڑوں کا ہی کر کسی غریب کو دیا ہو، کسی نمازی کو دیا ہو، کسی مولوی، عالم کو دیا ہو یا کسی بیوہ عورت کو دیا ہو کہ اسے آپ پہنیں اور اس کے بعد آپ نماز پڑھیں اور میری ماں یا باپ کے لئے دعا کریں کہ خدا ان کی قبروں کو منور کرے۔ اگر ہے کوئی تو مجھے بتادے! کون؟ ہم ریشم کے کیڑے ہیں اپنے بنتے ہیں اور اس کے بعد ہمارا حشر جو ہوتا ہے وہ کیوں ہوتا ہے؟ (اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو ایسے عقیدے سے بچائے) ہمارے ہاں مطمح نظر صرف یہ ہے کہ دولت بن جائے، ہماری آنکھ اتنی بھوکی ہے کہ یہ کروڑوں پہ بھی جا کر نہیں رکتی، پیٹ تو رج جاتا ہے، جیسے بابا رحمان کہتے ہیں کہ پیٹ تو سیر

ہو جاتا ہے لیکن آنکھ ؟ یہ سیر نہیں ہوتی (اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں کو قناعت نصیب فرمائے)۔

اس لئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝ (طٰہٰ ۱۳۱-۱۳۲) فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ! یا اے انسان، اے مسلمان! جو ہم نے دنیا والوں کو دنیا دی، وہ دنیا اگر حرام کی ہے تو آزمائش ہے۔ تم اپنی آنکھوں کو لمبی مت کرو، بلکہ جو ہم دیتے ہیں، وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ جو میں دیتا ہوں وہ بہت بہتر ہے، اس میں برکت ہے، اس میں خوبی ہے، .... اس میں خیر ہے، اس میں بقا ہے اور جو رزق تم نے خود حاصل کیا، اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے، اس میں نہ خیر ہے، نہ برکت ہے، نہ بقا ہے بلکہ اسی سورت رعد میں میرے بزرگو! مثال آگے قرآن نے دی۔ فرمایا جیسے کہ وہ انسان جو پیاسا ہو، اس کو پیاس لگی ہو اور وہ کسی ایسے کنوئیں پر جاکے پانی کی تلاش کرے جو کنواں پانی سے بھرا ہوا ہو اور پانی اس کے منہ تک پہنچ چکا ہو جیسے ہمارے ہاں دیہات میں کنوئیں ہوتے ہیں لیکن وہاں پر نہ لوٹا ہو نہ رسی ہو، اب پانی بڑا گہرا ہے اور کنوئیں کے منہ تک پانی ایسا ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، اب یہ کیا کرتا ہے پانی پینے کے لئے ؟

کبھی کبھی تکلیفیں ہوتی ہیں تو انسان یوں گذرتا ہے، یہ کنوئیں کے منہ پر لیٹا پڑا جاتا ہے پیچھے پاؤں کا بھی خیال رکھتا ہے کسی چیز کے ساتھ پاؤں پھنساتا ہے کہ کنوئیں میں گر نہ جاؤں۔ اور آگے ہوتا ہے پانی لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ پی نہیں سکتا، نظر آرہا ہے، سامنے دیکھتا ہے پانی ہے، ایک انچ یا دو انچ پانی رہ جاتا ہے اور اسی طرح اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہی حال ہے اس حریص انسان کا جو رزق کے پیچھے پڑا ہوا ہے، نہ حلال دیکھتا ہے نہ حرام دیکھتا ہے، فرمایا وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ط (رعد ع۱۴) یہ اپنی منزل کو کبھی نہیں پا سکتا یہ اس پانی سے کبھی اپنے آپ کو سیراب نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے سامنے جو چیز پیش کی گئی ہے وہ صرف اس کو ترسانے کے لئے ہے۔

تو میرے بزرگو اور میرے بھائیو! انہی آیتوں میں جو ابھی میں نے پڑھی ہیں، تیسری بات جو قرآن مجید نے بیان کی وہ کیا بات ہے؟ کہ قیامت پر یقین نہ رکھنا، جس آدمی کو قیامت پر یقین نہ ہو گا وہ آدمی اللہ کی بات میں غور نہیں کرے گا، نہ وہ اللہ کی بات سنے گا نہ وہ اللہ کی بات پر عمل کرے گا۔ تین باتیں قرآن مجید نے یہاں پر بیان فرمائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج یہ چند آیتیں ہو جائیں تو باقی تفسیر ان شاء اللہ پھر کر دی جائے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ دلیل دی۔ پہلے دعوت تھی، اب دلیل دی۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ ہی وہ ذات

رَفَعَ السَّمٰوٰتِ جس نے بلند کیا آسمانوں کو بِغَیْرِ عَمَدٍ، بغیر کسی بھی ستون کے۔ ستون نہیں دئے، نہ کوئی لینٹر بنائے، کچھ بھی نہیں بنایا، آسمان بنائے، سمٰوٰت، ہمارا عقیدہ ہے کہ سَبْعَ سمٰوٰت، سات آسمان ہیں طِبَاقًا، تہ بہ تہ ہیں، تہ بتہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان میں ایک فٹ یا دو فٹ کا فاصلہ ہے جیسا کہ فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک آسمان کا جو حُجم ہے وہ اتنا موٹا ہے کہ پانچ سو سال تک انسان چلے تب جا کر اس کو طے کر سکتا ہے۔ اور ایک آسمان کے درمیان .... دوسرے آسمان تک پہنچنے کا جو راستہ ہے وہ بھی پانچ سو سال کا راستہ ہے ابھی ہم نے پایا کیا ہے ؟

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ہ (بنی اسرائیل ع۸۵)

آج ہم مذاق کر دیتے ہیں۔ وہ گگارین وغیرہ جو گیا تھا "آسمان" پر، کہتا تھا کہ میں نے دیکھا سارا آسمان اور خدا کہیں نہیں ملا، پھر ملا تو ماسکو کے قریب ہی کہیں مل گیا۔ پھر اس کی جناب راکھ نیچے آئی۔ اللہ سے ڈرا کیجئے۔ اللہ مجھے آپ کو اپنی خشیت کی توفیق عطا فرمائے۔

تو فرمایا اَللّٰهُ الَّذِیْ، اللہ وہ ذات ہے، رَفَعَ السَّمٰوٰتِ، جس نے بلند کیا آسمانوں کو، سات آسمانوں کو، بِغَیْرِ عَمَدٍ، بغیر کسی بھی ستون کے، تَرَوْنَهَا، تم اپنی آنکھوں سے آسمانوں کو دیکھتے ہو ستون نہیں ہیں۔ اپنی آنکھوں کے ساتھ تمہیں آسمان نظر آتے ہیں، تم چاند کو دیکھتے ہو، تم سورج کو دیکھتے ہو، تم ستاروں کو دیکھتے ہو، تم شہاب

ثاقب کو دیکھتے ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ، اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ متوجّہ ہوا، قابض ہوا، مسلّط ہوا، اللہ کی ذات۔ کس پر؟ عَلَی الْعَرْشِ، عرشِ مجید پر۔ ان سب آسمانوں سے جو بڑا آسمان ہے جو تمام آسمانوں پر حاوی ہے، اُسے ہماری اصطلاح میں کہتے ہیں عرش۔ عرشِ عظیم بھی قرآن میں آتا ہے۔ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ○ (التوبہ ۱۲۹) اور عرشِ کریم بھی آتا ہے هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ○ (المومنون ۱۱۶) اللہ تعالیٰ عرش کا مالک ہے، عرش جو آسمانی کائنات پر حاوی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا، بغیر ستونوں کے اور تم آسمانوں کو دیکھ رہے ہو تمہیں نظر آتے ہیں آسمان، اور پھر اللہ تعالیٰ مسلّط ہوا، اللہ تعالیٰ قابض ہوا، اللہ تعالیٰ متصرّف ہوا، عَلَی الْعَرْشِ، عرش مجید پر بھی۔ عرش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چلتا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ عرش پر جاکر بیٹھ گیا۔ اُسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کا عقیدہ غلط ہے، اسلام کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط (الحدید ۴) اللہ ہر جگہ ہے جہاں بھی تم ہو۔ عرش پر مسلّط ہونے کا، عرش پر قابض ہونے کا، عرش پر مستوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خدائیت، ربّ العالمین کا جلال اور جبروت اس قدر عظیم ہے کہ آسمان کی ساری کائنات اس سے لرزاں رہتی ہے۔ ایک ذرہ بھی آسمان کا، ایک کونہ بھی آسمان کا اللہ کے حکم سے باہر نہیں جا سکتا اس لئے قرآن مجید نے انسانوں کو متنبّہ کرتے ہوئے فرمایا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ

وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ط لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۵ (الرحمٰن ۳۳،۳۴) : اے جنو! اے انسانو! اگر تم میں کچھ طاقت ہے تو آسمانوں کے کناروں سے باہر نکل کر دیکھ لو۔ اگر تم میں کوئی طاقت ہے تو خدا کی خدائی سے باہر نکل کے دیکھ لو، تم کبھی اللہ کی خدائیت سے باہر نہیں نکل سکتے، تم کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے باہر نہیں جا سکتے تو عرش مجید پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے میرے بھائیو کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بھی مسلط ہے، رب العالمین عرش پر بھی متصرف ہے اور کائنات سماوی کا چپہ چپہ اللہ کے حکم کے تحت ہے، جو اللہ فرمائے اس کو ماننے کے لئے تیار ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط فرمایا اور دیکھ لو، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یا اللہ آسمان میں کون علم الافلاک پڑھتا پھرے گا؟ کوئی آسان سی بات کیجیے فرمایا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط اور کام میں لگا دیا اسی اللہ نے سورج کو اور کام میں لگا دیا اسی اللہ نے چاند کو۔ اچھا بھائی سورج کیا ہے؟ کون ہے خالق سورج کا؟ اللہ۔ چاند کا خالق کون ہے؟ اللہ۔ ایک دن کو روشنی دیتا ہے، ایک رات کو روشنی دیتا ہے۔ ایک بڑھتا گھٹتا ہے، ایک بڑھتا گھٹتا نہیں ہے لیکن دونوں کو قرار نہیں۔ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۵ (یٰس ۴۰) فرمایا نہ سورج کو قرار ہے، نہ چاند کو قرار ہے

وہ کون ذات ہے جو سورج کو بھی اور چاند کو بھی اپنے حکم کے ماتحت لاتی ہے؟ وہ اللہ کی ذات ہے۔ سورج کبھی ایک ہئیت پر رہا ہے میرے بزرگو! کبھی اس نے اپنا نظریہ حیات موڑا ہے؟ کبھی یوں ہوا ہے کہ جون اور جولائی کا مہینہ ہو اور کیمبل پور میں یا راولپنڈی اور لاہور میں یا پاکستان کے کسی حصے میں جون یا جولائی کے مہینے میں سورج وہاں سے چڑھ آئے جہاں سے جنوری میں چڑھا کرتا ہے؟ نہیں نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی ہوا ہے کہ چاند اکتیس دن کا ہو جائے؟ نہیں ہو سکتا یہ کبھی ہوا ہے کہ پہلے دن کا چاند بھی اتنا ہی ہو جتنا کہ چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے؟ نہیں ہو سکتا۔ یہ کائناتِ سماوی اتنی عظیم کائنات ہے جس کو ابھی تک انسان نہیں پا سکا۔ اور ہم یہ کہتے ہیں نہیں پا سکے گا۔ یہ کائنات سماوی اللہ کا راز ہے، اللہ کے راز کو زمین والے نہیں پا سکتے۔ محنتیں کرتے رہیں۔ اللہ کے راز کو یہ نہیں پا سکیں گے۔ خداوند قدوس کے رازوں میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ وہ شیاطین جو حضورؐ کے آنے سے پہلے ملاءِ اعلیٰ کی طرف جایا کرتے تھے، آسمان کی خبروں کو کھینچا کرتے تھے۔ اب حضورؐ کے آنے کے بعد جو کوئی اوپر جاتا ہے فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (الصّٰفّٰت ۱۰) اس کے پیچھے شہاب ثاقب لگ جاتا ہے۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جو کائناتِ سماوی ہے وہ اُلوہیت کا ایک رازِ عظیم ہے۔ انسان اس راز کو نہیں پا سکتا۔

تو فرمایا کہ میں نے چاند کو بھی کام میں لگا دیا میں نے سورج کو بھی کام میں لگا دیا، اگر تم چاند کو دیکھو، اسی مسئلے پر غور کرو، یہ چاند کیسے چلتا ہے، کبھی ہلال ہوتا ہے، کبھی قمر ہوتا ہے، کبھی بدر منیر ہوتا ہے پھر گھٹتا ہے، یہ کس طرح سورج کے مقابلے میں آجاتا ہے، سورج کو نور کس نے بخشا، سورج میں گرمی کس نے پیدا کی؟ یہ کہاں سے کمرہ ناری آگیا؟ اگر تم اتنا ہی سوچو تو تم مانو گے کہ اس عظیم کائنات کا خالق یقیناً کوئی ہے اور وہی اللہ کی ذات ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط

یہ سارے کے سارے چل رہے ہیں ایک اجل مسمّٰی تک۔ یعنی ان کا ایک وقت ہے، ابھی ان کی چابی ختم نہیں ہوئی ہے، جب چابی ختم ہو جائے گی تو پھر کوئی چابی نہیں دے سکے گا۔ یہ چل رہے ہیں، سورج بھی چل رہا ہے، چاند بھی چل رہا ہے، کبھی چاند میں پیٹرول ڈالا گیا؟ کبھی وارنش کی گئی؟ کبھی سورج میں پیٹرول ڈالا گیا؟ کبھی وہاں پر کوئی کوئلہ وغیرہ ڈالا گیا؟ فرمایا یہ میرے حکم سے چل رہے ہیں اور چلتے رہیں گے لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط ایک وقت مقرر کے لئے۔ جب وہ وقت آجائے گا تو کیا ہوگا؟ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ (القیامۃ ۷ تا ۱۰) فرمایا جب میں چاند اور سورج کو توڑ دوں گا اور تمہاری آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔

چاند اور سورج آپس میں ٹکرا جائیں گے، یہ بے نور ہو جائیں گے اور سماوی کائنات میں ایک انقلابِ عظیم آ جائے گا تو پھر کیا حال ہو گا؟ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝ ہر انسان یہ کہے گا کہ اب میں کہاں بھاگ کر جاؤں؟ اب تو میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے! کائنات میں ذرا سا انقلاب آئے میرے بھائیو! انسان ایک سیکنڈ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کی ساری قوتیں سلب ہو جائیں۔ اس کی ساری (نعوذ باللہ) مصنوعی خدائی کافور ہو جائے اگر ایک سیکنڈ زلزلہ آتا ہے تو پھر ہمارا کیا حال ہوتا ہے؟ "او جی باہر نکلو باہر نکلو بھونچال آ گیا ہے، مکان ہل رہا ہے!" "اندر بیٹھو نا ذرا، ریڈیو بجاؤ!" "نہیں باہر سے پھر چلاتے ہیں" "جلدی کرو جلدی کرو" "کیوں جی؟" ذرا بریک لگا تو وہ اسے تاکہ پتہ تو چلے کہ تم بھی ایک چھوٹے سے "خدا" ہو ختم شد۔ وہ جو تھا آسٹریلیا کا وزیر اعظم اسے اپنے ملک میں مچھلی نگل گئی۔ کچھ بھی نہ کر سکا۔ اور یہ کینیڈی بیچارا، اور اس کا بھائی، اپنے ملک میں گولیوں کے شکار ہو گئے، ان کو کوئی بچا سکا؟ اللہ جب فیصلہ کرنا چاہے، کوئی طاقت بچا سکتی ہے بھائی؟ کوئی بھی نہیں بچا سکتا، ہم تو سارے مٹی کے ڈھیر ہیں گوشت کے ہم لاشے ہیں، اگر اللہ کا حکم اس میں ہے تو اس حکم کے تحت ہم بولتے بھی ہیں، کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں، چلتے بھی ہیں جب اس نے کہہ دیا کہ "او ٹانگو! اب تم نہیں چلو گی" دنیا کی کوئی

طاقت ٹانگوں کو نہیں چلا سکتی۔ اگر وہ کہہ دے کہ " او آنکھو! تم اس بدن میں لگی ہو میرے حکم کے ساتھ، اب میں نور سلب کرتا ہوں " دنیا میں کوئی طاقت نور نہیں دے سکتی۔ اگر وہ کہہ دے کہ " اے کانو! اب تم سننا چھوڑ دو " دنیا کی کوئی طاقت بہرے کو کان نہیں دے سکتی اگر وہ دل سے کہہ دے کہ " او دل! تجھ پر اس زندگی کا سارا دارو مدار تھا یہ ساری منزل تجھ پر قائم تھی، یہ عظیم منصوبہ کائنات تجھ پر قائم تھا، تو کس کے حکم میں ہے؟ تو میرے حکم میں ہے۔ اب میں تیرے بدن کو دباتا ہوں، تیری حرکت کو بند کرتا ہوں " دنیا کی کوئی طاقت دل کو پھر چالو نہیں کر سکتی۔

تو فرمایا یاد رکھو! سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط یہ چاند، یہ سورج، یہ زمین، یہ آسمان، یہ ساری کائنات يَجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط یہ ساری کی ساری وقت مقررتک کے لئے چلتی ہے جب میں ان کا وقت چھین لیتا ہوں، تم ان کو پھر وقت نہیں دے سکتے۔ میرے بھائیو! چاند سورج تو لمبی بات ہے، اکثر میرے زمیندار بھائی بیٹھے ہیں، آپ میں سے اکثر زمینداری جانتے بھی ہیں، میرے بزرگو! اب اگر کوئی زمیندار یہ کوشش کرے کہ میں ہل چلا کر، پتہ نہیں کہاں کہاں سے لاؤں گا میں کھاد اور وہ ڈالوں گا، پانی ڈالوں گا، بند باندھوں گا، اور رات کو وہاں پہ پہرہ دوں گا، اور دیکھنے میں اب اس وقت جولائی کے مہینے میں، اپنے کھیت سے گندم اگاؤں گا، اگا سکتا ہے؟

گندم کا جو وقت ہے یَجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى وہ ختم ہو گیا۔ اب پاکستان میں کوئی طاقت گندم کا ایک خوشہ نہیں بنا سکتی۔ کوئی طاقت یہ نہیں کر سکتی کہ گندم کے ایک بیج کو اُگا دے، اُس کا جو وقت مقرر تھا، وہ اللہ کی طرف سے تھا، اللہ نے اس وقت کو ختم کر دیا، اب کوئی اُسے نہیں اُگا سکتا۔ یہ تو بڑی آسان سی باتیں ہیں۔ آج جن پھلوں کا زمانہ ہے ہم کھاتے ہیں، اور جو پھل ستمبر کے تھے وہ آج آ سکتے ہیں؟ نہیں اُگ سکتے نہیں چل سکتے، وہ پھول آج نہیں اُگ سکتے، وہ بیج نہیں اُگ سکتے۔

ساری کائنات اجلِ مسمّٰی پر چلتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ چاند اور سورج کا ذکر فرمایا کہ ان دونوں کی عبادت کی گئی۔ سب سے پہلے دنیا میں عبادت کی گئی سورج کی۔ "فرعون" کا معنٰی ہی ہے سورج کا پجاری پہلے سورج کو پوجا گیا۔ اور سورج کی پرستش آج تک دنیا میں کسی نہ کسی طریقے پر باقی ہے جیسا کہ میں اکثر اپنے لیکچروں میں کہتا رہتا ہوں اور پھر چاند کی بھی پرستش کی گئی۔ حضورؐ کے زمانے میں قبیلۂ بنو حمیر چاند کو پوجتے تھے۔ اس لئے قرآن نے کہا نہ چاند معبود ہے، نہ سورج معبود ہے، چاند بیچارا کیا طاقت رکھ سکتا ہے؟ سورج میں کیا طاقت ہے؟ یہ چاند تو میرا مطیع ہے، میرے بندوں کا مطیع، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر: ۱) حضورؐ نے جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو کر فرمایا، کفارِ مکہ نے حضورؐ سے درخواست کی، اتمامِ حجت کے

ظہور پر حضورؐ نے فرمایا ۔ انہوں نے کہا ہم تب مانیں گے کہ اس چاند کے جو یہ بدرِ منیر ہے، اس کے دو ٹکڑے کر دیجئے ۔ حضورؐ نے اپنی انگشت مبارک سے اشارہ کیا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ فرمایا قیامت قریب آ گئی کہ آپ آخری نبی ہیں حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں اور قیامت یوں ملے ہوئے ہیں جیسے دو انگلیاں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ، جو خدا نے بھیجنا تھا وہ بھیج دیا، نیچے لال روشنائی سے لکیر ڈال دی ، فہرست ختم ہو گئی ۔ جو لوگ اپنا حساب ختم کرتے ہیں تو نیچے کیا کرتے ہیں ؟ سرخ روشنائی سے لکیر ڈال دیتے ہیں حضورؐ کے بعد نبوت ختم ، حضورؐ کے بعد رسالت ختم ، حضورؐ کے بعد ولایت موجود ہے ۔ حضورؐ کے بعد اللہ کے بندوں کی جو روحانی قوتیں ہیں فیض حضورؐ سے مل سکتا ہے ، لیکن نبوت ؟ ختم ہے ۔ تو حضورؐ نے چاند کو اشارہ کیا ۔ اس لئے قرآن نے پہلے کیا فرمایا ؟ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آ گئی کہ آخری نبی پیدا ہو گئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ اور یہ جو چاند تھا اس کے دو ٹکڑے ہو گئے تو چاند مطیع ہے رب العالمین کا ۔ وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے ؟ اور جس نبی کریمؐ نے ، موحدِ اعظمؐ نے دنیا میں توحید کا سبق دیا ، اشارہ فرما دیا کہ یہ کائنات ساری بھی انسان کی مطیع ہے ۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور انورؐ کو معجزہ شق القمر حاصل ہوا ۔ معجزات پر ایمان میرے بزرگو ! یہ ایمان کی چیز ہے ۔ یاد رکھیں نبی کو یونہی مان لینا کہ جی ہم

نبی کو مانتے ہیں اور حضورؐ کی اقتدار کو مانے، حضورؐ کی توقیر نہ کرے معجزات کو نہ مانے معجزات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جس طرح کہ نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور معجزہ فرق ہوتا ہے سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان ۔ ورنہ ہر ایک کہے گا میں نبی ہوں۔ کوئی روک سکتا ہے؟ کوئی کہہ دے "میں نبی ہوں" ۔ کیا نبوت کی دلیل ہے؟ "بس جی دل چاہتا ہے، میں نبی ہوں" یہ قصّہ تو پھر خراب ہے جس کا دل چاہتا پھرے گا پھر تو میں نبی ہوں! نبوّت کیسے چلے گی؟ اس لئے نبی کی دلیل بیان کی۔ نبوت کو معجزات دیتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو اس نے کیا کہا؟ فَأْتِ بِهٖ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ (الشعراء ۳۱) فرعون تھا تو کافر۔ جہنمی تھا مگر تھا بڑا سمجھدار۔ "دلیل دے بات کی" موسیٰ علیہ السلام کو یوں نہیں کہا کہ "میں تجھے نہیں مانتا" ۔ فَأْتِ بِهٖ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ (الشعراء ۳۱) " اے موسیٰ! اگر تو سچا نبی ہے تو کوئی دلیل پیش کر"۔ فرعون بھی جانتا تھا کہ سچے نبی کے پاس معجزے ہوتے ہیں۔ اور جو نبوّت کا دعویٰ کرے معجزے نہ ہوں وہ جھوٹا ہے فرعون بھی جانتا تھا۔ فرعون کو بھی اتنی بصیرت تھی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام واقعی خدا کے سچے نبی ہیں تو ان کے پاس معجزہ ہوگا۔ اگر معجزہ نہ پیش کر سکیں گے تو پھر نبی نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا کیا؟ فَاَلْقٰى عَصَاهُ (الشعراء ۳۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی

لاٹھی پھینک دی — فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ (الشعراء ۳۲)
تو وہ اژدہا بن کر سامنے آ گئی۔

تو فرمایا کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط یہ سارے کے سارے چل رہے ہیں ایک اجلِ مسمّیٰ یعنی وقت مقرر کے لئے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ اور وہی اللہ تعالیٰ سارے کاموں کی تدبیر بھی کرتا ہے۔ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ، اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ تاکہ تم اے انسانو! اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔ دلیل دی، اور دلیل کے ساتھ نتیجہ کیا نکالا؟ کہ تجھے قیامت پر یقین ہو جائے۔

دعا

اب دعا کیجئے اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللہ میرے آپ کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اللہ ہم سب سے راضی ہو۔ اپنی دعاؤں میں ہمارے محترم بھائی محمد اکرم خاں صاحب کو بھی یاد رکھیں جن کا مورخہ ۲۱ جون ۱۹۶۸ء انتقال ہو گیا ہے۔ حقیقتاً ہمیں ان کی موت سے بہت بڑا صدمہ ہوا ہے اور وہ صدمہ دین کا صدمہ ہے۔ اللہ محمد اکرم شہید کی قبر کو منور فرمائے۔ اللہ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔ انہوں نے بہت بڑی قربانی دی۔ جمعے کا دن تھا، باوضو تھے، ایک نماز قضا نہیں ہوئی اور پھر وہ اسلحہ سازی کے سلسلے میں اپنے آپ کو شہید

کر گئے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک تیر کی وجہ سے
اللہ تعالیٰ تین انسانوں کو بخشتے ہیں، تیر بنانے والے کو، تیر چلانے
والے کو، ترکش سے تیر نکال کر دینے والے کو، تینوں بخشے جاتے ہیں۔
تو آپ جتنے بچے، بھائی، کوئی کسی بھی قسم کا فیکٹری میں تم لوگ کام
کرتے ہو، کوئی قلی ہے یا مزدور ہے، کوئی فنر ہے، کوئی فورمین ہے
کوئی انجنیئر ہے، آپ یاد رکھیں آپ بہت بڑا جہاد کا کام کر رہے ہیں
اس وقت عالم اسلامی کو جو خطرہ درپیش ہے اس کا دفاع ہم اسی
صورت میں کر سکتے ہیں، ایمان کی قوت ہو، اسلحہ کی فراوانی ہو۔ تو
آپ کو اس راستے میں کچھ بھی تکلیف ملے تو اس سے ناراض نہ ہوں
بلکہ آپ خوش ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر دیا ہے۔ اگر
موت آجائے اس راستے میں تو وہ موت شہادت کی موت ہے۔ تو
ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے بھائی محمد اکرم کو اللہ نے اپنی رحمتوں سے
نوازا ہوگا۔ جمعے کا دن، ربیع الاوّل کا مہینہ، باوضو اور ایسی محنت
کے سلسلے میں آپ کی موت واقع ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات
کو مزید بلند فرمائے۔ اللہ ان کے بال بچوں کو صبر جمیل دے۔ صدمہ
بہت بڑا ہے واقعی، مجھے، ان سب دوستوں کو، آپ کو۔ وہ بڑے
صائب الرائے تھے، بڑے متقی، پرہیزگار تھے، بڑے نیک
انسان تھے، ان کے دل میں دین کی بہت بڑی محبت اور قدر تھی
کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ فورمین ہے یا مسجد کا موذن ہے۔

اس طرح انہوں نے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کی تھی۔ اللہ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے والدین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ ان کے والد صاحب کا خط کل ہی مجھے آیا، وہ بڑے رنجیدہ ہیں۔ اور رنجیدہ ہونا ہی چاہیے۔ انہوں نے بڑی عجیب بات اک لکھی کہ موت تو حق ہے لیکن اکرم کی موت سے میرے گھر میں جو دین کی برکتیں تھیں وہ اٹھ گئی ہیں۔ دنیا کی بات نہیں لکھی کہ بچے چھوڑ گیا ہے کہاں سے کھائیں گے؟ اکرم کی موت سے میرے گھر کی دین کی برکتیں اٹھ گئیں۔ شاباش باپ کے جگر کو جس نے اپنے بیٹے کو دین کی نیت سے دیکھا ہے۔ اللہ مجھے آپ کو بھی اپنی اولادوں کو دین کی نظر سے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ اُن کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔

نواں درسِ قرآنِ مجید

منعقدہ ۲ر جمادی الاول ۱۳۸۸ھ - ۲۸ر جولائی ۱۹۶۸ء

اِس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد مذکور ہیں

۱. توحیدِ خداوندی کے آفاقی دلائل
۲. ہدایت کے سلسلے میں انسانوں کی تین اقسام
۳. صداقتِ نبوی پر اس وقت کے بادشاہوں کی شہادت
۴. تعلیماتِ قرآنی کا خلاصہ چار بنیادی عقائد
۵. ناظرہ قرآن مجید کے لئے بھی سند کی ضرورت
۶. ایک غیر مسلم کا قبولِ اسلام تعلیماتِ اسلامی کے تاثر سے
۷. مسواک کی اہمیت
۸. منکرِ حدیث کی گستاخی اور انجام بد
۹. فقہ حنفی کی عظمت اور کامیابی

واللہ الموفق

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهٰرًا ۖ وَمِن
كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۚ
إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ
مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ
صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ
فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَإِنْ تَعْجَبْ
فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَإِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝
أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَأُولٰٓئِكَ الْأَغْلٰلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۚ
وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ــــ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

میرے بزرگو اور بھائیو! الحمد للہ آج پھر ہم اللہ تعالیٰ کا کلام سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

تلاوت کردہ آیات گرامیہ میں رب العالمین نے اپنی وحدانیت کے کچھ دلائل بیان فرمائے اور ان دلائل کے ساتھ ساتھ آج کچھ دلیلیں اور بھی بیان ہو رہی ہیں اور ان میں چند مسائل دیگر بھی ہیں۔ یہ دلائل آفاقی ہیں اور آفاقی دلائل اللہ تعالیٰ کی توحید پر شہادت دیتے ہیں جیسا کہ انسان کا اپنا وجود اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہ ہے کہ ان ساری مصنوعات کا صانع موجود ہے اور وہ رب العالمین ہے۔ مگر موٹی موٹی باتوں کو اور موٹی موٹی مصنوعات کو ذکر کے خدا نے دلیل دی۔ تاکہ انسان زیادہ گہری سوچ میں نہ پڑے ورنہ وہ سمجھنا چاہے تو معمولی سی توجہ کے ساتھ معمولی سے غور و فکر کے ساتھ بات کو سمجھ لے جیسے اپنے کو وہ سمجھ لیتا ہے۔ اور نہ سمجھنا چاہے تو اسے قرآن حکیم کی اصطلاح میں ملحد کہتے ہیں، جاہل کہتے ہیں، منکر کہتے ہیں۔ اس کے لئے تو بڑے سے بڑے دلائل بھی بیکار ہیں۔ جو سمجھنے کی کوشش کرے، اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ (الشعراء ۸۹) جو صحیح دل کے ساتھ رب العالمین کی طرف رجوع کرے، وہ کائنات کی کسی چیز کو بھی لیں اگر کائنات کی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتا تو اپنے وجود ہی کو لے لیں، وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذاریات ۲۱) وہ رب العالمین کو یقیناً پا لے گا لیکن خدا کی طرف رجوع سے انکار کرنے والے کے سامنے آپ ہزار دلائل پیش کر دیں، کسی بھی طریقے پر آپ اس کو سمجھائیں، محنت کریں، مشقت کریں اس کو منانے کے لئے آپ کتنا بھی زور لگائیں جب اس نے ماننا ہی نہیں ہے، انکار ہی کرنا ہے سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ

تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ (البقرۃ ع۱) کا مصداق ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی بات کیسے سمجھ سکتا ہے؟

آج کی آیات کریمہ میں رب العالمین نے جو دلائل بیان فرمائے ان میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل، اللہ تعالیٰ کے متصرف ہونے کی دلیل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے جامع ہونے کی دلیل اور انسانی کائنات کے مختلف اقسام کی تقسیم بیان فرمائی۔ شروع میں فرمایا کہ آپ زمین میں دیکھ لیں قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ زمین میں ملے جلے ٹکڑے ہیں اور وہ ملے جلے ٹکڑے ایک ہی زمین کا حصہ ہیں، ایک ہی پانی سے ان سب کو پانی پلایا جاتا ہے، ایک ہی کاشتکار، ایک ہی زمیندار زمینداری کرتا ہے نگہبانی کرتا ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ انہی ٹکڑوں میں کوئی ٹکڑے بہتر ہیں کوئی ٹکڑے کمزور ہیں کوئی ٹکڑے بالکل ردی ہیں حالانکہ پانی سب پر متواتر ایک ہی طریقے پر آتا ہے، محنت کرنے والے نے تینوں پر ایک ہی طریقے پر محنت کی اور بیج بھی تینوں میں ایک ہی قسم کا ڈالا گیا لیکن نتیجے کے اعتبار سے کچھ بہتر نکلے، کچھ ردی نکلے اور کچھ متوسط نکلے، اسی کی تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلام اقدس میں یوں فرمائی۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میری مثال اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایت کی مثال اور انسانوں کی مثال آپ یوں سمجھ لیں کہ جب آسمان سے بارش برستی ہے تو زمین کے تین حصے ہو جاتے ہیں۔ کچھ حصہ زمین کا ایسا ہوتا ہے کہ جس میں بارش کا آنا اس کے لئے باعث برکت وہ زمین کا حصہ اس پانی کو قبول کرتا ہے اور اس سے پھل اور پھول نکلتے ہیں،

وہ خود بھی تر و تازہ ہو جاتا ہے، دیکھنے والے اس کو اچھا منظر سمجھتے ہیں اور دوسروں کے لئے دوسرے فوائد بھی پہنچاتا ہے۔ اور زمین کے کچھ حصے ایسے بھی ہیں جن کو ہماری اصطلاح میں گڑھے کہتے ہیں۔ پانی برسا اور ان گڑھوں میں آ کر جمع ہو گیا لیکن گڑھے بچارے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے، دوسرے لوگوں نے ان سے فائدہ حاصل کیا، کسی نے چارپایوں کو پانی پلایا، کسی نے کپڑے دھوئے، کسی نے دیگر مفید ضروریات کے لئے اس پانی کو استعمال کیا۔ تیسری قسم وہ ہوتی ہے کہ آسمان سے بارش برسی اور برستی ہی بہتی ہوئی نکل گئی، زمین اس پانی کو قبول نہ اپنے لئے کر سکی اور نہ دوسروں کے لئے کر سکی، جیسے وہ زمین کا خطہ پہلے تھا اب بھی وہ ویسا ہی ہے، اس بڑی موسلا دھار بارش سے وہ زمین کا خطہ محروم رہ گیا۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایت کی مثال یوں ہی سمجھ لیجئے کہ وحی کو اللہ تعالیٰ نے بعض آیات میں بارش کے ساتھ تشبیہ دی، قرآن مجید میں آتا ہے جس طرح پانی کے ساتھ مردہ زمین کو حیات ملتی ہے اسی طرح وحی کے ساتھ مردہ روحوں کو حیات ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب وحی نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، تو اس وقت کے انسانوں کے تین حصے بن گئے اور یہ حصے قیامت تک باقی رہیں گے۔ کچھ وہ انسان خوش بخت ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو قبول کیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات پر یقین لائے اور اپنے آپ کو صحیح مسلمان بنایا۔

وہ خود بھی مسلمان بنے اور دوسروں کے لئے بھی وہ نورِ ایمان کا باعث بنے۔ یہ وہ زمین ہے جس نے وحی کی بارش کو قبول کیا، خود بھی خوبصورت بنی اور دوسروں کو بھی خوبصورتی بخشی، تروتازگی بخشی۔

دوسری قسم وہ انسانوں کی ہے، آسمان سے بارش وحی کی آئی، انہوں نے اس کو قبول تو کیا لیکن ایسے بے ڈھنگے طریقے پر قبول کیا کہ خود اس سے فائدہ نہ اٹھایا، وہ مصنف تو بن گئے، وہ محقق تو بن گئے، وہ ریسرچ تو کرتے رہے، وہ بڑی بڑی لمبی کتابیں لکھتے رہے لیکن خود گڑھے ہی رہے۔ اپنی قوتِ عملی میں انہوں نے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں کیا۔ یہ وہ گڑھے ہیں جن میں پانی موجود ہے لیکن دوسرے لوگ اس پانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور یہ خود محروم۔ گڑھوں کی شکل بھی یوں ہی ہوتی ہے پانی تو موجود ہے وہ پانی بھی وہیں گل سڑ جاتا ہے۔

اور تیسری قسم انسانوں کی وہ ہے کہ جب وحی کی بارش کا نزول آسمان سے ہوا تو انہوں نے اس وحی کو قبول ہی نہیں کیا۔ بڑے زور سے بارش برسی لیکن انہوں نے اس وحی کو قبول نہ کیا۔ دور کے رہنے والوں نے اس کو قبول کر لیا۔ اس وحی کی صداقت کا یقین پیش کیا اور یہ مانا کہ یہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لیکن اس وحی کی طرف سے دلائل پیش کرنے والے لوگ بھی محروم رہے۔

صحیح حدیثوں میں آتا ہے، بخاری کی شرح میں بھی ہے، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیصر کے نام دعوتی خط ارسال فرمایا تو اس نے یہ کہا

کو پتہ کیجیے اس میرے علاقے میں اگر عرب کے کوئی لوگ آئے ہوئے ہوں تو ان کو میرے سامنے پیش کیجیے چنانچہ ابوسفیان (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہ اپنا قافلہ لے کر تجارت کے لئے پہنچ چکے تھے ان کو قیصر کے دربار میں پیش کیا گیا کہ ان سے معلوم کیجیے کہ جس نبی نے آپ کو خط لکھا کہ یہ کیسے ہیں؟ چنانچہ بخاری میں پوری تفصیل موجود ہے کہ قیصر نے آپ سے کہا میں چند سوالات کروں گا آپ مجھے ان کے جواب دیں ترجمان کو لایا گیا جس نے اس وقت کی زبان اور عربی زبان کے ماہر ہونے کی حیثیت سے دونوں میں ترجمانی کے فرائض انجام دیے۔ تو چند سوالات کئے گئے، ان میں سے قیصر کی طرف سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ یہ نبی جو ہیں، (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو ملنے والے امیر زیادہ ہیں یا غریب زیادہ ہیں؟ آپ نے فرمایا — غریب لوگ ان پر ایمان زیادہ لا رہے ہیں۔

دوسرا سوال اس نے یہ کیا کہ کیا اس نبی کے خاندان میں سے کوئی بڑا بادشاہ گذرا ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں، ان کے خاندان میں سے کوئی بادشاہ نہیں گذرا۔

پھر اس نے یہ پوچھا کیا جب یہ وعدہ کرتے ہیں تو وعدہ خلافی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا نہیں وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

اس طرح کے چند سوالات کئے۔ تو اب دیکھئے کہاں ہے وہ قیصر اور کہاں ہے مکہ مکرمہ! — امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے دحیہ کلبی آپ کا خط لے کر گئے — تبلیغی اور دعوتی خط — حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی سب صفات سن کر، حضور کی تعلیمات کا ایک حصہ سن کر قیصر نے کیا کہا؟ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میں ہوتا اس نبی کے پاس (صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں وہ پانی پی لیتا جس پانی کے ساتھ وہ اپنے پاؤں کو دھوتا ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ـــــ بخاری میں موجود ہے ـــــ ہے دنیا میں کوئی اتنا بڑا خراج پیش کرنے والا ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو؟ ابھی تک وہ ایمان نہیں لایا اور آخر میں وہ ایمان سے محروم ہی رہا، وہ ملکی جھگڑوں میں پڑ گیا، اپنی حکومت چھن جانے کے خوف سے وہ دولت ایمان سے محروم رہا لیکن جو خراجِ عقیدت اُس نے پیش کیا امام الانبیاء کو اس وقت وہ بہت بڑا خراجِ عقیدت ہے۔

آج میرے بزرگو! یہ بھی تو بہت کچھ کہا جاتا ہے نا کہ جی اسلام اَن فِٹ (UNFIT) ہے، اسلام "چلتا" نہیں ہے۔ میرے دوستو! چودہ سو سال تک تو یہ چلتا رہا، اب آگے جا کر یہ معذور ہو گیا؟ کیا ہو گیا ہے؟ یعنی ۱۴۰۰ سال تک تو یہ چلتا رہا، اب تک چل رہا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی چلے گا وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ○ (الصف ۸) اسلام چلے گا اور اللہ نے اس کو چلانے کے لئے قرآنِ کریم کو بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو دینِ حق کہا۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ○ (الصف ۹) فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھیجا، ایک دین دے کر بھیجا دِیْنِ الْحَقِّ، حق کہتے ہیں اَن مِٹ چیز کو، جو چیز دنیا سے نہ مٹ سکے

اسلام دنیا سے نہیں مٹ سکتا۔ اسی کے متعلق فرمایا گیا اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ ــــ حق جو ہوتا ہے وہ خود بخود ابھرتا رہتا ہے، بلند ہوتا رہتا ہے، اس میں قوت ہوتی ہے بلند ہونے کی۔ اس میں طاقت ہوتی ہے قبولیت کی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی خط کے جواب میں اس وقت کے عظیم بادشاہ نے یہ کہا کہ اگر میں حضور کے پاس ہوتا تو میں اس پانی کو پی لیتا جس پانی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں دھوتے ہیں ــــ میرے بزرگو! دیکھئے بارش کہاں برسی؟ اثر کہاں پہنچا؟

یہی حال ہوا نجاشی شاہِ حبشہ کا۔ ان کی خدمت میں پہنچتے ہیں جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا لقب ہے جعفر طیّار۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، علی ابن ابی طالب کے بھائی ہیں۔ وہ جب پہنچتے ہیں قاصد کی شکل میں، آپ قائد ہیں لیکن نجاشی کے سامنے جب سوال اور جواب ہوتے ہیں تو اس کے جواب میں نجاشی نے کیا کہا؟

ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا مورّخ اور محقق جو آج کل پیرس میں ہے علامہ حمید اللہ حیدر آبادی (اللہ ان کو سلامت رکھے) اُن کی اپنی تحقیق ہے اور یہ تحقیق صحیح ہے کہ نجاشی نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔

تو بارش برسی تو کہاں کہاں تک قبول کرنے والوں نے اسے قبول کر لیا! لیکن جو قریب رہنے والے بدبخت تھے وہ گڑھے بھی نہ بنے بلکہ چٹیل بن گئے۔ بارش برسی اور محروم رہے۔ ابولہب کے متعلق فرمایا :ــ

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ؕ (اللھب) ابولہب جہنمی ہوا، عتبہ وغیرہ جہنم رسید ہوئے۔ یہاں پہ قرآن کریم نے تمثیل کے طور پر فرمایا، ساتھ ہی دلیل بھی بیان کی۔ کہ تم دیکھو وہ کونسی طاقت ہے، زمین ایک ہو، پانی ایک ہو اور اس پانی کو پلانے والا ایک ہی آدمی ہو، کھیتی باڑی کرنے والا ایک ہی آدمی ہے، لیکن زمین کا کچھ حصّہ بہتر بن گیا، کچھ حصہ کمزور بن گیا، کچھ حصّہ ردی بن گیا ۔۔۔ اور یوں بھی ہے کہ ایک ہی زمین میں آپ مختلف بیج بوتے ہیں، ایک بیج میٹھا نکلتا ہے، ایک بیج کڑوا نکلتا ہے، زمین ایک ہی ہے، ایک کیاری میں آپ نے گاجر لگا دی، اُس کو گاجر کی شکل میں اُس نے پیش کر دیا، دوسری کیاری میں آپ نے مرچ لگا دی، اُس نے وہ مرچ کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کی ۔۔۔

تو یہ زمین میں اتنی قوتیں پیدا کرنے والی کون سی طاقت ہے؟ زمین کے اندر کس نے مشین لگائی؟ کس نے کوئی مل لگائی؟ اندر کونسا کارخانہ ہے؟ یہ مٹی کے ڈھیلے جو ہمیں نظر بھی نہیں آتا ان میں کیا ہو رہا ہے؟ ہم یہ کہتے ہیں یہ مٹی کے ڈھیلے ہیں ان میں حیات نہیں ہے۔ ارے بھائی حیات نہیں ہے؟ مردہ بھی کسی کو زندگی دے سکتا ہے؟ بھائی اگر مٹی کے ڈھیلوں میں حیات نہیں ہے، یہ مردہ ہیں، یہ ڈھیلے ہیں، یہ مٹی ہے، تو جو چیز ہم نے اس میں بوئی اُس کو حیات کس نے بخشی؟ ع

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

مُردے کو تو مردہ زندہ نہیں کر سکتا۔ اگر مٹی میں زندگی نہیں، حیات

نہیں، تو اس مٹی نے بیج کو کیسے زندگی بخشی؟ اس لئے قرآن کریم نے نتیجے کے طور پر بیان فرمایا وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ — قرآن نتیجہ بیان کر رہا ہے — اللہ تعالیٰ جو مثالیں بیان فرماتے ہیں میرے بھائیو! وہ صرف کہانیاں یا مثالیں نہیں ہوتیں بلکہ ساتھ فرمایا وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (الحشر ۲۱) ہم مثالیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں۔ فرمایا سوچنے والو! سوچ لو تمہیں کبھی اس بات پر تعجب ہوا، اگر تمہارے سامنے کوئی یہ کہہ دے، میرے بھائی! اگر کسی چھوٹے بچے کے سامنے جس نے ابھی تک زراعت اور کاشت کاری کو نہ دیکھا ہو، یہ کہہ دیا جائے کہ بیٹا! یہ جو کھیت تم دیکھ رہے ہو، یہ تو صرف ڈھیلے ہی ہیں، یہ صرف ڈھیلے نہیں ہیں، ان میں زندگی ہے، ان میں ہم ایک دانہ رکھ دیں گے، بیج بو دیں گے، کچھ زمانے کے بعد اس کو یہ ڈھیلے زندہ کر دیں گے۔ آپ سوچئے میرے بھائی! وہ بیج جو ہمارے بوریوں میں پڑا رہتا ہے وہاں بیج تو وہ زندہ نہیں ہوتا لیکن جونہی اسے زمین میں دفن کر دیا گیا اور اس کو خاص طریقے سے پانی پہنچایا گیا تو وہ بیج زندہ ہوا اور کہاں زندہ ہوا؟ اس مٹی میں زندہ ہوا جس مٹی کو ہم مردہ سمجھ رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس تمثیل کے بعد نتیجے کے طور پر بیان فرمایا کہ اے میرے حبیب! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) ان کی یہ بات بڑی عجیب ہے یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے، ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ کیا ہم پھر دوبارہ زندہ ہوں گے؟

دیکھئے میرے بھائیو اور بزرگو! قرآن مجید کے چار بنیادی مسائل ہیں۔ ویسے تو قرآن سارے کا سارا ہدایت ہے۔ الٓمّٓ سے لے کر والناس تک اس کا ایک ایک کلمہ، اس کا ایک ایک حرف، اس کا ایک ایک شوشہ، یہ سارے کا سارا ہدایت ہے، ہادی ہے اور یہ منزل من اللہ ہے۔ آج کل جو یہ بعض طرف سے شوشے بلند کیے جا رہے ہیں، اللہ ان کو ہدایت دے کہ یہ قرآن مجید بھی حضور کا اپنا بھی کلام ہے (نعوذ باللہ من ذالک) قرآن مجید حضور کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن پڑھنے والے نہیں جانتے؟ کیا فرمایا یہ امام الانبیاء کو؟ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (القیمۃ ۱۶ تا ۱۹) ان بدبختوں کے لئے تو قرآن نے پہلے سے مسالہ تیار کر رکھا ہے۔ قرآن میں ہر ملحد کا جواب موجود ہے۔ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ حٰم السجدہ ۴۲) فرمایا کہ میں اس کو اتار رہا ہوں۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ (حٰم السجدہ ۴۲) فرمایا کہ اس قرآن کے سامنے باطل کہاں ٹھہر سکتا ہے؟ نہ پیچھے سے وار کر سکتا ہے، نہ سامنے سے وار کر سکتا ہے، باطل کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ قرآن میں تمام فتنوں کے جواب پہلے ہی دے دئے جب قرآن نازل کیا۔ یہ تو اللہ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ تو علیم اور خبیر تھے، ان کو علم تھا کہ دنیا میں ایسے بھی بعض بدبخت پیدا ہو جائیں گے جو یہ کہہ دیں گے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ جناب محمد رسول اللہ کا کلام ہے۔ اللہ ایسے بدبختوں کو ہدایت دے

کہ وہ جہنم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں ۔ مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے، اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کا انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے کہ قرآن کیا ہے؟ کلامُ اللہ ۔۔۔ اللہ کا کلام ہے ۔ یہ محمد رسول اللہ کا کلام نہیں ہے۔ حضورؐ نے ہم تک پہنچایا اللہ کے کلام کو۔ نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ، بھیجنے والے اللہ تعالیٰ، کہلوانے والے اللہ تعالیٰ۔ کہلوایا کس کی زبان سے؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے۔ حضورؐ نے اپنا قرآن نہیں بنایا، نہ حضورؐ نے قرآن میں دخل دیا۔ قرآن بھیجنے والے نے کیا فرمایا؟ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ اے میرے حبیبؐ! جب آپ پر قرآن نازل ہوتا ہے چونکہ آپؐ قرآن کے سننے میں، سنانے میں، پڑھنے میں، پڑھانے میں بڑے حریص ہیں ۔۔۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پر عاشق تھے، شیدا تھے، اس لیے جب جبریلِ امینؑ قرآن آپؐ کے پاس لے کر آتے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ہی پڑھنا شروع کر دیتے تھے (آیت کی تکمیل سے پہلے) تو فرمایا کہ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ ۔۔۔ اے میرے حبیبؐ! آپؐ قرآن مجید پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں، زبان تک نہ ہلائیں۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ ۝ پس جب ہم پڑھا کریں تو آپؐ بھی اس کی پیروی کیا کریں۔

یہ جو بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب جبریلؑ نازل ہوتے تھے، وحی نازل ہوتی تھی، تو اس کی آواز مختلف شکلوں میں تھی۔ کبھی مکھی کی بھنبھناہٹ تھی، وہ دوسروں کے لئے تھی۔ حضورؐ کے

سامنے تو نُور ہی نازل ہو رہا تھا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (بقرۃ ۲)
یہاں سب کو مغالطہ لگا ہے اللہ کے بندوں کو، (اللہ ان کو ہدایت دے)
کہ جب گھنٹی کی آواز تھی تو الفاظ کون بناتا تھا؟ جی الفاظ وہی بناتے تھے
جو گھنٹی کی آواز کی شکل میں آتے تھے۔ تو حضورؐ خود نہیں بناتے تھے وہ سمعی
کلام ہوتا تھا، وہ کلام الفاظ تھے اور وہ الفاظ سنا کرتے تھے جناب
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — اور سننے والے لوگ یہ سمجھتے
تھے کہ شاید اس کی آواز یوں ہے۔

اور اس کی بالکل واضح سی مثال ہے بھائی! آج کل تو ساری مثالیں
دنیا نے پیش کر دیں ہیں اور وہ ساری کی ساری مثالیں دین اسلام کی تائید کے
لئے ہیں۔ دیکھئے آپ سب دوست جانتے ہیں کہ جب ٹیلیگراف آفس میں تار دیا
جاتا ہے تو سننے والا کیا سمجھتا ہے؟ میں آپ جو اس فن سے ناواقف ہیں
ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ وہاں پہ ٹن ٹن ٹن ٹن ہو رہی ہے، ٹک ٹک ہوتی ہے
ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن جو وہ وہاں پر ٹیلیگراف کا ماہر ہے، اس فن
کا واقف ہوتا ہے، کلرک یا اُس ڈیوٹی پر، تو وہ اس سے کیا نکال لیتا ہے؟
حروف وہ سمجھتا ہے کہ فلاں فلاں حروف ہیں۔ یہ میں نے ویسے تھوڑی سی
مثال عرض کی۔ اسی طرح قرآن مجید نازل ہوا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر۔ سننے والوں نے ممکن ہے اس کو یوں سمجھا ہو لیکن حضورؐ نے اپنی طرف سے
کلام نہیں بنایا۔ یاد رکھئے میری بات۔ اب جو میں آیتیں پڑھ رہا ہوں یہ
وہی آیتیں ہیں جو نازل ہوئیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور یہ

اسی شکل میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ نے یوں ہی فرمایا وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ یہ اللہ نے یونہی فرمایا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں ـــ میں نے اپنے بزرگوں سے پڑھا، انہوں نے اپنے بزرگوں سے پڑھا حتیٰ کہ یہ سلسلہ پہنچا کہاں تک؟ امام الانبیاءؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک

اس لئے ہمارے اکابر نے کہا ہے کہ قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے لئے بھی سند درکار ہے یہ مسئلہ بھی سن لیں، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو برصغیر کے بہت بڑے عالم دین تھے محقق تھے، اور اسرار معرفت اور شریعت سے وہ آشنا تھے انہوں نے اپنی سند لکھی ہے جس طرح قرآن مجید انہوں نے ناظرہ پڑھا ہے اپنے استاد سے، پھر انہوں نے اپنے استاد سے، انہوں نے اپنے استاد سے حتیٰ کہ انہوں نے وہ سند کہاں تک پہنچائی؟ عبداللہؓ ابن مسعودؓ تک۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ نے کس سے پڑھا؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔ یعنی ہمارے ہاں تو تلاوتِ قرآن مجید بھی باسند موجود ہے تاکہ ایسے خُبثاء کا قلع قمع ہو سکے کہ ہم جو پڑھتے ہیں یہ خود دیکھ کر نہیں پڑھتے بلکہ ہم نے کسی اور سے سُنا، اپنے استاد سے، اس نے اپنے استاد سے، اُس نے اپنے استاد سے حتیٰ کہ یہ سلسلۂ تلاوت بھی ـــ ترجمہ نہیں میرے بزرگو! تشریح نہیں، بلکہ سلسلۂ تلاوت بھی پہنچ جاتا ہے، کہاں تک؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ تو اس لئے قرآن مجید سارے کا سارے اللہ کا کلام ہے تو جو مثالیں اللہ تعالیٰ دیتے ہیں یہ مثالیں ویسے ہی نہیں ہیں۔ اور میرے بھائیو! یاد رکھئے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے) اس زمانے میں بھی یہودیوں نے

منافقوں نے، دین کے دشمنوں نے ایسے ہی اعتراضات کئے تھے۔ قرآن مجید کے پہلے ہی پارے میں پڑھ لیجئے، اللہ نے کیا فرمایا؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ (البقرہ ۲۶) یعنی پہلے ہی پارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں شرماتے، یعنی یہودیوں نے اور منافقوں نے یہ شوشہ بلند کیا، اعتراض کیا کہ جی یہ قرآن اللہ کا عجیب کلام ہے! اس میں کہیں کتے کا ذکر آتا ہے، اس میں کہیں مکھی کا ذکر آتا ہے، اس میں کہیں گدھے کا ذکر آتا ہے، قرآن میں بہت سی مثالیں ہیں، تو یہ اللہ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن نے فرمایا کہ عالم بے عمل کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لاد دی جائیں اور دنیاوی خواہشات کے پیروکار کی مثال کتے کی طرح ہے معبود من دون اللہ جو بنائے جاتے ہیں اُن کے متعلق قرآن نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ (الحج ۷۳) جن کو تم معبود سمجھتے ہو اللہ کو چھوڑ کر، وہ تو مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ اگرچہ وہ سارے کے سارے مکھی بنانے کے لئے جمع ہو جائیں۔

تو ایسی باتوں کو سن کر اس وقت یہودیوں نے اور منافقوں نے یہ اعتراض کیا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ اس میں مکھی کا اور مچھر کا ذکر ہے ـــ تو قرآن نے کیا جواب دیا؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ

مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ـــــ کہ اللہ تعالیٰ جو مثالیں دیتے ہیں یہ دیتے ہی رہیں گے اور قرآن نازل ہوتا ہی رہے گا نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور یہ مثالیں بیان کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔

اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ـــــ جن کے دلوں میں نفاق کی، کفر کی بیماری ہے وہ تو کہتے ہیں مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا م ـــــ اللہ نے یہ مثال کیوں بیان کی؟ اسی لئے آج کل ہمارے بعض دوست کہہ دیتے ہیں کہ حدیثوں میں فلاں مسئلہ یوں آیا، فلاں یوں آیا، یہ یوں نہیں ہو سکتا۔ یعنی محمد رسول اللہ کو رائے دیتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) میٹرک فیل لوگ اور بیکار قسم کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر اور حضور کے ارشادات پر تنقید کرتے ہیں جن پر بڑے بڑے علما، بڑے بڑے فقہا، بڑے بڑے صوفیا، جن کے بارے میں دنیا متفق ہے کہ ایسے لوگ دوسری کسی امت میں پیدا نہیں ہوئے۔

تصوف کی کتابوں میں ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو۔ امام غزالی اپنے مکاشفات میں لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا عالم کشف میں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، میں جب قریب ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں، تو حضور نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ اے موسیٰ! تیری امت میں غزالی کے پائے کا کوئی انسان گذرا ہے؟ تو حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میری امت میں غزالی کے پائے کا کوئی

انسان نہیں گذرا۔

توجس امت میں غزالی کے پائے کا کوئی نہ گذرا ہو اس امت میں صدیق رض کے پائے کا کوئی گذر سکتا ہے؟ اس امت میں عمر رض کے پائے کا کوئی گذر سکتا ہے؟ اس امت میں عثمان رض و علی رض کے پائے کا کوئی گذر سکتا ہے؟ کاش آج مسلمان اپنے دین کی قدر کرتے میرے بھائی! آج دوسرے تو ہمارے دین کی روایات اور تعلیمات کو قبول کر رہے ہیں عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی۔ دنیا میں زندہ رہنے والا صرف ایک ہی مذہب ہے اور وہ اسلام ہے۔ زندہ رہنے والی صرف ایک ہی کتاب ہے اور وہ قرآن مجید ہے اور اس کی تشریحات ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔

میں اپنی پہلی کسی صحبت میں شائد عرض کر چکا ہوں آج سے کچھ زمانہ پہلے لارڈ ہیڈلے، جن کا پھر اسلامی نام فاروق رکھا گیا، وہ مسلمان ہوئے، ہندوستان تشریف لائے۔ نظام حیدر آباد دکن نے ان کی تقریر کا انتظام کیا حیدر آباد میں۔ انہوں نے تقریر کی اور اس میں یہ بتایا کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا ہے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ بیان کرتے کرتے فرمایا کہ مجھے اسلام کا نظام طہارت بڑا پسند ہے۔ آج جس نظام کے ساتھ مسلمان خود مذاق کرتا ہے، فرمایا مجھے اسلام کا نظام طہارت پسند ہے، اس لئے میں نے اسلام قبول کیا دنیا میں کوئی بھی آپ نظام لے لیں، اسلام کے نظام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

کل رات ہی ایبٹ آباد میں امام الانبیاء کی حدیث کا درس گذرا الحمد للہ، اللہ تعالیٰ ایسے درسوں کو قائم رکھے، اللہ آپ کو اور دوسرے سب

بھائیوں کو اس سے بھی زیادہ قرآن مجید کی روشنی کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے بھائیو! میں عرض کردوں آج ہم سب رونا روتے ہیں کہ مسلمانوں کی حالت خراب ہے، اسلامی تعلیمات مٹتی چلی جارہی ہیں، لیکن میرے بزرگو! ہر مرتبہ پڑھنے سے تو کچھ بھی نہیں بنتا۔ اس پر عمل کیا جائے میرا اپنا تجربہ ہے اپنے بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل کہ جس شہر میں، جس بستی میں سادہ قسم کا درس قرآن ہو، اختلافی مسائل سے بچا جائے، اللہ کے قرآن کو اللہ کے کلام کی شکل میں پیش کیا جائے اور درس حدیث ہو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، وہ بستی انوار الٰہی سے یقیناً آہستہ آہستہ منور رہو تی رہتی ہے۔ جہاں حضورؐ کا ذکر ہو، جہاں حضورؐ کی تعلیمات بیان ہوں، جہاں قرآن مجید بیان ہو، کتاب مبارک کا ذکر ہو تو وہاں برکات کیوں نازل نہ ہوں؟ اگر آج ہماری بستیوں میں، ہمارے شہروں میں، ہمارے زمانوں میں بلکہ ہمارے گھروں میں بھی اگر ایسا انتظام ہو جائے کہ ہم قرآن مجید سنیں، قرآن مجید سنائیں، قرآن مجید پڑھیں، قرآن مجید پڑھائیں، امام الانبیاء کی احادیث مقدسہ کو ہم پڑھیں، پڑھائیں تو انشاء اللہ اس سے ہماری بڑی کافی تکالیف دور ہو سکتی ہیں۔ تورات ہی کو میں کہہ رہا تھا ایبٹ آباد میں (آج کل میں وہاں ہوں) تو میرے سامنے یہ بھائی ایبٹ آباد سے قرآن سننے کے لئے آئے اور دوسرے جو بھائی جہاں کہیں سے بھی آئے ہیں، میں سنتا ہوں کہ لاہور سے بھی کوئی صاحب تشریف لائے ہیں، اللہ ان صاحب کے آنے کو دین کے لئے قبول فرمائے۔ ان کا آنا جانا قرآن کے لئے ہے، اللہ اس میں مزید برکتیں پیدا

فرمائیے۔ ان خدموں میں اللہ عزّوجل کی بھی توفیق عطا فرمائیے۔ تو وہاں پر ایبٹ آباد میں رات کو درس حدیث ہو رہا تھا، اس میں ایک حدیث گزری حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دو باتیں فرمائیں لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر تکلیف کا خوف نہ ہو تا کہ میری امت اس بات کو ناقابل برداشت سمجھے گی، میری امت تکلیف میں پڑ جائے گی، مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان کو دو باتوں کا حکم ضرور دیتا۔ پہلی بات یہ کہ میں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز ذرا دیر سے پڑھیں کیونکہ ہمارے ہاں لہو و لعب کا قصہ اسلام میں نہیں ہے اٹھا کر دیکھ لیجئے حدیثوں کی کتابوں کو، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اَلسَّمَرُ بِاللَّيْلِ کے متعلق مستقل باب بیان کئے ہیں اور بخاری میں بھی ہے۔ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر دنیاوی باتیں بالکل نہ کی جائیں بلکہ دینی بات اگر کوئی کرنی ہے، وظیفہ ہے اور ہے، کچھ تبلیغ ہے ہاں تو پھر تو ٹھیک ہے ورنہ سو جائے تاکہ پھر رات کو سحری کی نماز کے لیئے اٹھ سکے۔ اور اس وقت کی تلاوت میں مصروف ہو جس کے متعلق قرآن کریم گواہی دیتے ہیں۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ہ (بنی اسرائیل ۸۷) فرمایا کہ جب صبح قرآن پڑھا جاتا ہے تو میرے فرشتے اس کو سننے کے لیئے حاضر ہوتے ہیں (صبح کی نماز میں) اور ویسے بھی صبح کی نماز کے بعد جو قرآن کی تلاوت بعض دوست، بعض بچیاں، بعض بہنیں کرتی ہیں اللہ سب کو توفیق عطا فرمائے، تو یہ بڑی پاکیزہ مجلس ہوتی ہے، اِنَّ قُرْاٰنَ

اَلْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ — صبح کے قرآن کے وقت فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا، اپنی امت کو حکم دیا کہ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر باوضو سو جایا کرو۔ اور بخاری میں مستقل ایک باب ہے کہ جو آدمی رات کو باوضو سو جائے (مرد یا عورت) اور اگر رات کو موت آ گئی تو مَاتَ شَهِيْدًا تو اس کی موت شہادت کی ہو گئی پاکیزگی کی موت —

آج ہم کس قصے میں لگے ہوئے ہیں، اللہ ہمارے سب بچوں کو، بھائیوں کو، بہنوں کو، ان بری عادات سے بچائے کہ رات کو دو دو بجے ہم فلمیں دیکھ کر آتے ہیں ہم وِد فیملی (WITH FAMILY) جاتے ہیں فلمیں دیکھنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی ہم مخالفت کرتے ہیں۔ یاد رکھئے میرے بھائیو یہ ہمارے طریقے اچھے نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ بہت سی قوموں پر میرا عذاب آیا، وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ (الاعراف ۹۸) — وہ کھیل رہے تھے — وہ کھیل رہے تھے، میرے عذاب نے آ پکڑا۔ تو فرمایا امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کا جو فرد رات کو باوضو سو جائے گا اور باوضو تب سوتا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھی اور آ کر لیٹ گیا، تو اگر رات کو موت آ جائے، اب تو بھائی موتیں بڑی سستی ہیں، فوراً آ جاتی ہیں، کوئی نوٹس ووٹس نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ جب پکڑتے ہیں تو عجیب طریقے پر پکڑ لیتے ہیں۔ وہ پیدا کرتے ہیں تو کچھ تھوڑی سی مہلت دیتے ہیں، ہم سب ماؤں سے پیدا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں کو جنت نصیب فرمائے (اگر مر چکی ہیں) زندہ ہیں تو اللہ ہمیں ان کی خدمت

کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا میں کوئی انسان آنے والا ہے۔ پیدائش کی خبر تو اللہ تعالیٰ دے دیتے ہیں لیکن موت کی خبر نہیں دیتے جب مارتے ہیں تو پہلے اطلاع نہیں دیتے کہ تمہیں تیرہ فروری کو ریٹائر کر دیا جائے گا، نہیں، اچانک موت آجاتی ہے۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ (الانعام ۴۴) ہم ان کو اچانک پکڑ لیتے ہیں، پھر وہ ناامید ہو جاتے ہیں اپنی حیات سے۔ تو اللہ تعالیٰ موت جب چاہیں دیں۔ رات کو اگر موت آجائے باوضو انسان کی تو حضورؐ یہ فرماتے ہیں کَانَ شَهِیْدًا وہ شہید کی موت مرے گا۔ اس لئے حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد قصے کہانیاں نہ کئے جائیں۔ اور دوسری بات کیا فرمائی حضورؐ نے لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ میں اپنی امت کو حکم دیتا کہ ہر نماز کے لئے جب وضو کیا کریں تو مسواک کریں۔ اسی بات میں نے آپ کی خدمت میں عرض کرنی چاہی تھی کہ آج دیکھیں چودہ سو سال بعد دنیا میں آپ کسی بھی ڈاکٹر کے پاس چلے جائیں بلکہ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے کسی رسالے میں پڑھا ہے کہ امریکہ میں تو تقریباً عام کے سارے دانت مصنوعی ہوتے ہیں۔ اور ڈاکٹر لوگ ہمارے یہ کہتے ہیں کہ ساری بیماریاں کہاں سے پیدا ہوتی ہیں؟ دانت سے۔ ان کو تیرہ سو سال کے بعد پتہ چلا کہ دانتوں سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور نبی اُمّی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے فرما دیا لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ میں تمہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے لئے مسواک کرو، اگرچہ حکم نہیں دیا حضورؐ نے، فرض نہیں قرار دیا

لیکن مسواک حضورؐ کو پسند تھی۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جس نماز کے لئے مسواک کی جائے وضو کرتے وقت، اس میں سے ستائیس گنا ثواب ملتا ہے اس نماز سے زیادہ جو بلا مسواک کے پڑھی جائے۔ مگر آج ان باتوں کے ساتھ مسلمان مذاق کرتا ہے۔ ٹوتھ پیسٹ (TOOTH PASTES) جو ہم لیتے ہیں ان کے ساتھ تو مذاق کبھی نہیں کیا اور مسواک کے ساتھ مسلمان مذاق کرتا ہے کیونکہ یہ ارشاد ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ۔۔۔ یاد رکھیں میرے بھائیو! میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی مجلس کو دوام عطا فرمائے میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ کفر کیلئے کوئی سینگ نہیں لگتے۔ کفر کے دو اسباب ہیں۔ انکار اور استخفاف۔ اللہ کی بات کو نہ ماننا، انکار کر دینا کہ میں نہیں مانتا اللہ کی بات کو ۔۔۔ کافر ہو جائے گا کہتا ہے "اللہ کی بات کو مانتا ہوں" لیکن اللہ کی بات کو ہلکا سمجھتا ہے اللہ کی بات کے ساتھ مذاق کرتا ہے، دین کی بات کے ساتھ تمسخر کرتا ہے، استہزاء کرتا ہے ۔۔۔ فوراً کافر ہو جائے گا۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہے اس کے مسلمان سمجھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ فیصلہ تو خدا کرتا ہے نیت بدنیتی کا سوال ہی نہیں ہے، تحقیقات کا سوال ہی نہیں ہے ہم مکلف ہیں جو امر من جانب اللہ ہو اس پر عمل کریں۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہاں پر نتیجے کے طور پر فرمایا، قرآن مجید میں چار قسم کی تعلیمات ہیں، بات یہاں سے چلی تھی، ویسے سارے کا سارا قرآن ہادی ہے، سارے کا سارا قرآن ہدایت ہے، سارے کا سارا قرآن نور اور ضیاء ہے، لیکن جو بنیادی طور پر چار مسائل قرآن نے بیان فرمائے

اُن کو پھر پھرا کر اُسی مسئلے پر قرآن ختم کرتا ہے اپنی مختلف توضیحات میں۔ پہلا مسئلہ ہے توحید کا۔ جناب باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کو واحد لاشریک ماننا۔ اللہ کی ذات میں کوئی شریک نہیں اور یہی سبق مسلمان کو پڑھایا گیا۔ کہاں پڑھایا گیا؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o تمام صفتیں اللہ کا حق ہیں — یہاں پر ایمان بالصّفات بیان ہوا۔ صفات ساری کی ساری اللہ کا حق ہیں — تو سارے کا سارا قرآن تقریباً توحید کی طرف پہلے بلاتا ہے۔ دوسرے نمبر پر جو قرآنی تعلیمات ہیں وہ رسالت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ اللہ کے نبی کو رسول مانو اور رسولؐ نے جو تعلیمات دی ہیں ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرو اور یہ فکر بھی نہ پیدا کرو کبھی کہ ہم ان تعلیمات سے کسی طرح پیچھا چھڑائیں — اللہ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے۔ دیکھئے قرآن کے الفاظ میں پیش کر رہا ہوں۔ اللہ ارشاد فرماتے ہیں وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا o (النسآء ۱۱۵) میں لفظی ترجمہ کرتا ہوں تشریح آپ خود سمجھ لیں۔

دیکھئے ارشاد کیا فرمایا؟ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ جس نے دوری اختیار کی اللہ کے رسولؐ سے، ہٹ گیا اللہ کے رسولؐ کی پیروی سے، رسولؐ سے ہٹنے کا مطلب کیا ہے؟ رسولؐ کے مکان کے ساتھ مکان بنالے؟ رسولؐ کے ساتھ بیٹھ جائے؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی جس نے امام الانبیاء کی

تعلیمات سے دوری اختیار کرلی۔ اب امام الانبیاء کی تعلیمات سے دوری اختیار کرے گا تو کیوں کرے گا۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اور اس نے پیروی شروع کردی اس راستے کی جو ایمان والوں کا راستہ نہیں ہے، کسی اور کا راستہ ہے۔ تو پھر ہم کیا کرتے ہیں؟ اس کی منتیں کرتے ہیں کہ آجا بھائی؟ ۔ نہیں، اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے پھر ناراض ہوجاتا ہوں۔ اللہ اس وقت غضب میں آجاتے ہیں۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم اس کو دھکیل دیتے ہیں جدھر وہ دفع ہوا۔ اللہ پھر بلاتے نہیں جس نے کہ اللہ کے نبیؐ کے راستے کو چھوڑ دیا اور اللہ کے نبیؐ کے راستے میں تنقیدیں شروع کردیں۔

دیکھیں قرآن نے دوسرے مقام پر فرمایا وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (آل عمران ۸۵) ۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ، کیا معنی ہے ابتغاء کا؟ جو ڈھونڈنے لگے ۔ ابھی ملا نہیں ہے، خیال کرتا ہے دل میں کہ یار اسلام میں جو پانچ وقت کی نمازیں فرض کردی گئی ہیں کتنا ہی اچھا ہوتا کہ تین ہوتیں! ۔ بس گیا کافر ہوگیا۔ اس تصور سے کافر ہوگیا۔ یعنی کفر کے ساتھ کوئی سینگ نہیں لگا کرتے۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ جس نے تلاش بھی کیا ۔ ابتغاء ۔ تلاش کرنا، ڈھونڈنا ۔ جس کسی نے ڈھونڈا ہے اسلام کے سوا کسی اور دین کو ۔ دیکھئے یہاں پر نہ قرآن کا ذکر ہے نہ حدیث کا ذکر ہے۔ آج یہ بھی غلغلہ بلند ہوتا ہے ۔ یہ کڑیاں ہیں، جو کھلتے کھلتی جاتی ہیں۔

ایک بہت بڑا منکرِ حدیث گذرا ہے۔ جب وہ فارغ ہوا تو اس نے سب سے پہلے یہ کیا کہ ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا تھا لاہور میں اور وہیں کہیں مُردار ہوا۔ تو ایک دن اُس نے یہ کیا کہ دو اینٹیں رکھ کر ——— پختہ اینٹیں۔ (ہدایہ ہمارے فقہ حنفی کی بہت بڑی کتاب ہے جس کے متعلق یورپ کے وکلاء بھی یہ کہتے ہیں کہ اِس شخص کو بہت بڑا بلند دماغ عطا ہوا۔ علامہ مرغینانی نے اس کتاب کو مرتب کیا جن کے مزار کی زیارت کے لئے بابر جیسے بادشاہ بھی تشریف لے گئے (رحمتہ اللہ علیہما) ——— تو اس بدبخت نے اینٹیں رکھ کر اوپر رکھا ہدایہ کو، ہدایہ بڑی موٹی کتاب ہے، وقایہ لگا ہوا تھا ——— پھر وہ اس کی چوکی بنا کر اوپر بیٹھ گیا اور غسل کیا ہدایہ پر ——— یہ بتایا اپنے شاگردوں کو، اپنے معتقدین کو کہ دیکھو! میں اس کے اوپر غسل کر رہا ہوں، میرا کیا بگڑا؟ ——— وہ سمجھا نہ تھا کہ اس ہدایہ میں قرآن تھا، اس ہدایہ میں حدیث تھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ——— اور اللہ کے دین کی بے ادبی کرنے والے بڑے سخت نقصانوں میں رہتے ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی گذرے ہیں ——— اہلحدیث کے صدر تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب تذکرہ علماء حدیث کے شروع میں لکھا ہے کہ ایک دن میں باہر بیٹھا ہوا تھا اور کچھ کتابیں وغیرہ دیکھ رہا تھا ——— بہت بڑے مصنف بھی گذرے ہیں اور بہت بڑے اچھے عالم تھے ——— کہ میرے دل میں کچھ ایسی سی بات پیدا ہوئی، میں اندر گیا الماری سے ایک کتاب نکالنے کے لئے اتنے وقفے میں امام ابوحنیفہ کے متعلق میرے دل میں کچھ

بدگمانی سی پیدا ہوئی ــــ میں اندر آیا تو میں اندھا ہو چکا تھا۔ میں نے استغفار کی، توبہ کی، اللہ نے مجھے پھر نظر عطا کی اَلدِّیْنُ کُلُّہٗ اَدَبٌ ــــ کیا سمجھتے ہیں ہم ان لوگوں کو؟ امام ابو حنیفہ کی زندگی؟ امام ابو حنیفہ نے پچیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہے۔ تو رات کو ناچتے ہوں گے؟ ــــ کیا کرتے ہوں گے؟ ــــ ساری رات اللہ اللہ کرتے تھے اور آج فقہ حنفی مدون کر کے ہمارے سامنے پیش کیا جس پر ہم آٹھ سو سال تک عمل کرتے ہے اسی کو اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوٰی عالمگیری کی شکل میں مرتب کیا۔ فتاوٰی عالمگیری حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا جسے عرب لوگ فتاوٰی ہندیہ کہتے ہیں۔ مصر تک وہ مقبول تھا، مگر آج مسلمان یہ کہتا ہے کہ ہائے ہمارے پاس کوئی نظامِ حیات نہیں ہے اللہ مسلمانوں کو سمجھ نصیب فرمائے۔ ابھی جو آیت میں نے پڑھی آپ کے سامنے مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تین سو مرتبہ قرآنِ کریم کا مطالعہ کیا ایک مسئلہ ڈھونڈنے کے لئے۔ کون سا مسئلہ؟ کہ اجماعِ اُمت دلیل ہے۔ ہمارا جو فقہ حنفی ہے اس کے چار ستون ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) کتاب الرسول (۳) اجماعِ امت اور (۴) قیاس۔ تو وہ ڈھونڈتے تھے قرآنِ کریم کی ہدایت کو کہ ہمیں کہیں واضح نص مل جائے کہ اجماعِ اُمت بھی دلیل ہے۔ تو اس کے لئے آپ نے تین سو مرتبہ قرآن مجید کو پڑھا۔ آخر جا کر یہ آیت سامنے آئی وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ

سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ ــــــ یہ سبیل المؤمنین کیا ہے؟ اجماع ہے۔ جس راستے پر مومن چلتے ہیں (مسلمان نہیں) جس راستے پر مومن چلے، دین والے چلے جس راستے پر چلے ابوبکر صدیق، جس راستے پر چلے عمر فاروق، جس راستے پر چلے عثمانِ غنی، جس راستے پر چلے علی مرتضیٰ، جس راستے پر چلے امام ابوحنیفہ جس راستے پر چلے سیدنا عبدالقادر جیلانی، جس راستے پر چلے خواجہ معین الدین اجمیری چشتی، جس راستے پر چلے محمد قاسم نانوتوی ـــــ یہ ہے سبیل المؤمنین ـــــ ان کو تو یہ باتیں سمجھ نہ آئیں جن کے علوم سے فرشتے بھی شرماتے تھے جن کو اللہ نے وہ علوم عطا کئے، وہ فنون عطا کئے، وہ روحانی بصیرتیں عطا کیں کہ جن کے سامنے بڑے بڑے علماء نے زانوئے ادب تہ کئے، وہ تو ایسی باتیں نہ سمجھ سکے۔

تو میں عرض یہ خدمت میں کر رہا تھا۔ قرآن مجید نے کیا فرمایا؟ استخفاف کی بات آئی تھی، کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک ہے تکذیب اور ایک ہے استخفاف ۔ تکذیب کا معنیٰ اللہ کی بات کو جھوٹا کہہ دینا (نعوذ باللہ) اس سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے ـــ اور استخفاف کا معنیٰ، اس کو ہلکا سمجھنا،

تو یہ ضمن میں بات آ گئی تھی۔ قرآنِ کریم میں چار قسم کے بنیادی مضمون ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "معارف القرآن" میں اس پر پوری بحث کی ہے، پہلا مسئلہ کیا ہے؟ توحید ـــ توحیدِ ذاتی، توحیدِ صفاتی اور توحیدِ فاعلی۔ اور دوسرا بنیادی عقیدہ کیا ہے؟ رسالت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

حضورؐ کی رسالت کے بغیر بھی دین نامکمل ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بنیادی مسئلہ ہے ۔ اور حضورؐ پر ایمان لانا خالی ایمان لانا حضورؐ پر نہیں ہے ، بلکہ تمام صفات پر ایمان لانا جیسا کہ قرآن نے فرمایا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ (الاحزاب ۴۰) جتنی صفات حضورؐ کی ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے اور پھر تیسرا مسئلہ میرے بزرگو! قرآن کی صداقت ۔ قرآن نے بار بار اپنی صداقت کو بیان کیا ۔ کیونکہ قرآن کی صداقت دلیل ہے جناب محمد رسول اللہ کی صداقت کی ۔ اور حضورؐ کا ارشاد دلیل ہے الوہیت کے ذاتی اور صفاتی احکام کی — اور چوتھا مسئلہ کونسا ہے ؟ قیامت کا مسئلہ یقینی ہے ۔ بات یہاں سے چلی تھی وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ — فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ ! یہ اگر اس بات میں متعجب ہیں تو یہ تھوڑے سے تعجب کی بات ہے کہ یہ کہتے ہیں جب ہم مر جائیں گے مٹی ہو جائیں گے ، تو پھر کیا دوبارہ زندہ ہوں گے ؟ تو قرآن مجید اپنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل کو بھی بیان کرتا ہے ۔ یہ خالی مثالیں اور کہاوتیں نہیں ہیں ۔ اس لئے چوتھی جو بات کی ایمان بالقیامۃ اور میرے بزرگو دیکھ لیجئے ہمارے عقیدے کے مطابق سب سے جو پہلی سورت نازل ہوئی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کونسی سورت ہے ؟ سورت علق ۔ سورت علق میں کیا فرمایا ؟ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝ (العلق ۸) بے شک تیرے رب کی طرف سب کا لوٹنا ہے ۔ یعنی پہلے دن جو آپ پر وحی آتی ہے اس میں یہ بات بتا دی گئی کہ قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے

اور چونکہ سورت فاتحہ ہم لوگ پڑھتے ہیں اپنی نمازوں میں جو ترتیب عثمانی جو مصدقہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس ترتیب کے لحاظ سے اس میں ہم کیا پڑھتے ہیں؟ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ (الفاتحہ ۳) کہ اللہ تعالیٰ بدلے کے دن کا بھی مالک ہے۔ یعنی بدلے کے دن پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

اب میں ان آیات کا ترجمہ کرتا ہوں کیونکہ وقت قریب ہو ہی چکا ہے وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ، اور زمین میں باغات ہیں انگور کے، وَزَرْعٌ، اور کھیتیاں ہیں، وَنَخِيْلٌ، اور کھجوریں ہیں، صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ، بعض آپس میں ملی ہیں اور بعض ملی نہیں ہیں، يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ، ان سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ، اور ہم بزرگی دیتے ہیں بعض کو بعض پر کھانے میں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ اس تمثیل میں اس مثال کے بیان کرنے میں بھی بہت بڑی نشانیاں ہیں عقلمند قوم کے لئے ـــــ اور اس کا نتیجہ بیان فرمایا۔ وَاِنْ تَعْجَبْ، اور اگر یہ بات عجیب سمجھی جاتی ہے فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ، پس ان کافروں کا یہ کہنا بھی تو بڑا عجیب ہے، ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا، کیا ہم جب مٹی ہو جائیں گے، ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ کیا ہم نئے سرے سے پھر بنائے جائیں گے۔

ابھی میں نے مثال عرض کی کسی بچے سے آپ کہہ دیں بیٹا یہ کھیت ڈھیلے نہیں ہیں۔ (اگرچہ ڈھیلے ہی تو ہیں، کچھ زمانے کے بعد ان میں ہل چلائیں گے، بیج ڈالیں گے، تو وہ بیج کہاں سے نکلے گا؟ انہی ڈھیلوں میں سے تو نکلے گا)۔ اگر

ڈھیلوں میں زندگی نہیں تو بیج میں کہاں سے زندگی آئے گی ؛ فرمایا کہ یہ دوبارہ زندگی کا انکار کرنے والے کون سے لوگ ہیں ؟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یہی وہ لوگ ہیں جو منکر ہو گئے اپنے رب کے ــــ دیکھا ؛ خالی قیامت کا انکار کیا، رب کے منکر بن گئے ــــ یہ نہیں ہے کہ ایک مسئلے کا انکار.... جیسے ہمارے ہاں (اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے) ــــ مسلمانوں کو مختلف دینی بیماریاں لگ گئی ہیں ــــ اوجی اگر نہیں مانتا تو صرف ایک ہی بات کو نہیں مانتے کیا مضائقہ ہے؟" ــــ او بھائی! ایک بات نہ ماننے سے خیر ہے ؛ اگر ایک آدمی ایک بات نہیں مانتا دین کی تو کیوں نہیں مانتا ؛ ایک بات کا انکار کرنے والا پورے اسلام کا منکر ہو جاتا ہے۔ قرآن دیکھ لیجئے۔ میں تو قرآن کی بات عرض کر رہا ہوں ــــ یہودیوں نے کیا کہا تھا محمد رسول اللہ کی خدمت میں ؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اللہ کے نبی! آپ پر جبریلؑ وحی لاتا ہے جبریل ہمارا پرانا دشمن ہے، اگر میکائیل وحی لائے تو ہم مان لیں گے۔ کیا قرآن نے کہا ؛ قُلْ۔ آپ ان سے کہہ دیجئے ــــ کہلوانے والا کوئی اور ہے کہ آپ کہہ رہے ہیں ؟ ــــ اس اُلّو کو اتنا بھی نہیں پتہ کہ کہلوانے والا کوئی اور ہے ــــ وہ اللہ تعالیٰ ہے ــــ قُلْ ــ اے میرے حبیبؐ! میری یہ بات ان سے کہہ دیجئے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ ع ۹) اور آگے چل کر کیا فرمایا ؛ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرہ ع ۹) اگر تم جبریل کے دشمن ہو، تو تمہیں

میکائیل کا بھی دشمن سمجھا جائے گا۔ اور جبریل و میکائیل کے دشمن ہو تو سب فرشتوں کے دشمن ہو، اور فرشتوں کے دشمن بنے تو رسولوں کے دشمن بنے، اور رسولوں کے دشمن بنے تو اللہ کے دشمن بنے ــــ اور پھر سُن لو، اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ ایک جبریل کے انکار کو قرآن نے کتنا توضیح کے ساتھ بیان کیا، یہ بات نہ جانا ہے، یاد رکھیں میری بات قرآن اِس نظریئے کے خلاف ہے۔ دیکھیئے نتیجہ کیا فرمایا؟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہے، یہ چھوٹا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ تو رب کے منکر بن گئے ــــ رب کہتا ہے "ہے"، یہ کہتے ہیں "نہیں ہے"۔ قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۞ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۞ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۞ (قٓ ۱-۳) اللہ قسمیں کھاتا ہے، مجھے قرآن مجید کی قسم ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گے اور یہ کافر کہتے ہیں هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۞ تو کافر بنے انکار قیامت سے۔ مرنے کے بعد زندگی کے منکر کافر ہو گئے۔ قرآن یہاں پر یہ فرماتا ہے۔

اور پھر کیا بنے گا؟ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ طوق پڑیں گے اُن کی گردنوں میں (لعنت کے طوق ہوں گے) وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ اور یہ تو آگ والے ہیں۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ یہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ مجھے بھی آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچائے، حسنِ عقیدہ نصیب فرمائے، عمل کی توفیق عطا فرمائے، اپنے اعمال کی تقصیر پر اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دسواں درسِ قرآنِ مجید

منعقدہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ - ۲۵ اگست ۱۹۶۸ء

اِس درسِ مقدس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد موجود ہیں:

(۱) قرآن مجید کا سننا بھی باعث برکت اور رحمت ہے۔
(۲) حدیث سے انکار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا ہے۔
(۳) پھلوں اور پھولوں کے پودے دلائل توحید ہیں
(۴) اللہ تعالیٰ سب سے روشن حقیقت ہے۔
(۵) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا لوگوں کی ہدایت کے لئے حریص ہونا
(۶) حقیقی عزت علم دین کو حاصل ہے۔
(۷) امام اعظم کا ایک دہریہ سے مناظرہ
(۸) لوہے کی افادیت عامہ قرآنی تعلیم ہیں
(۹) انسانی فکر اس کی صنعت میں نمایاں ہوتی ہے۔

واللہ الموفق

سورت الرعد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُھُمْ ءَ اِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۵ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۵ وَ یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالسَّیِّئَۃِ قَبْلَ الْحَسَنَۃِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھِمُ الْمَثُلٰتُ ۚ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِھِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ ۵ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ۚ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ ۵ صدق اللّٰہ العظیم ۵

محترم بھائیو، دوستو اور بزرگو! الحمدللہ آج ہم اپنی زندگی میں پھر اکٹھے ہو چکے ہیں تاکہ اللہ کی بات کو سنیں، اللہ کی بات کو سنائیں، اللہ کی بات کو سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں لیکن سب سے

بڑی نعمت ہے وہ انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑنے کی کوشش کرنا، یہ میرے بزرگو! سب سے بڑی نعمت ہے۔ جیسے کہ پچھلے درس میں عرض کر چکا ہوں کہ جب کوئی انسان کلام مجید پڑھتا ہے، کلام مجید سنتا ہے، کلام مجید سناتا ہے، یہ ساری کی ساری عبادتیں ہیں، یہ عبادتیں اللہ کی رحمت کو پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو، لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اعراف ۲۰۴) تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا رحم کیا جائے۔ یعنی قرآن کا پڑھنا، قرآن کا سننا، قرآن کا سنانا، یہ ساری کی ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے رحم کو، اللہ تعالیٰ کی رحمت کو، اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو قریب لانے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا احسان، سب سے بڑی توفیق، سب سے بڑی عبادت میرے بھائیو! قرآن مجید کا پڑھنا، قرآن مجید کا پڑھانا ہے۔ تو جب اس نعمت کے لئے اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔ تو اس لئے میں بھی ہر درس کے شروع میں یہ دو تین جملے کہہ دیا کرتا ہوں اور یہ جملے ہی درحقیقت ساری اس ہماری محفل کا مغز ہوتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کر سکیں، اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہ کریں تو پھر ہمیں اللہ کی نعمت کی قدر کیسے آئے گی؟ شکر کرنا، اللہ کی حمد و ثنا کرنا، رب العالمین کا شکریہ ادا کرنا، یہ اس عبادت پر خوش ہونے کی دلیل ہے۔ آپ دیکھئے کہ ہم جو کوئی نماز پڑھتے ہیں، نفل ہوں، سنت ہوں، فرض ہوں، واجب ہوں، قضا ہو یا ادا ہو، ہر نماز میں ہم جو سورت

پڑھتے ہیں وہ سورت فاتحہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ——— جو شخص حقیقتاً یا حکماً اللہ کی کتاب کے جزء، فاتحۃ الکتاب کو نہ پڑھے نماز میں، تو اس کی نماز ناقص ہے نماز ہوتی ہی نہیں۔ ہم ہر نماز میں حقیقتاً پڑھتے ہیں جب ہم اکیلے ہوں یا جب ہم امام ہوں اور حکماً پڑھتے ہیں جب ہم مقتدی ہوں۔ بہرکیف سورت فاتحہ تو پڑھتے ہی ہیں۔ اب ایک نمازی، سُنّی مسلمان، دن میں ۳۲ رکعتیں پڑھتا ہے اور ہر رکعت کے شروع میں کیا پڑھتا ہے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿فاتحہ ع۱﴾۔ اللہ کی تعریف کرتا ہے نا؟ اُسے کونسی نعمت حاصل ہوئی؟ کہ اللہ نے اُسے گھر سے نکال کر مسجد پہنچا دیا۔ کتنی بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی! وہ کہتا ہے "اللہ! تیری بڑی مہربانی کہ تُو نے مجھ جیسے گنہگار کو اپنے گھر پہنچا دیا۔ اللہ! میری اس گندی زبان کو، یا ربّ العالمین! تُو نے قرآن پڑھنے کی توفیق عطا کر دی، اللہ مجھے کرسی سے اٹھا کر مُصلّے پر کھڑا دیا اللہ! مجھے کھیت سے نکال کر مُصلّے پر کھڑا کر دیا، اللہ! مجھے دوکان سے اُٹھایا اور مُصلّے پر کھڑا کر دیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ——— یعنی دن میں ہم تیّتیس مرتبہ خدا کی حمد و ثنا کہتے ہیں۔ اور حمد و ثنا کیوں کہتے ہیں؟ کہ اللہ نے ہم پر بڑی مہربانیاں کیں۔ اس لئے میں اپنے ہر درس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کر دیتا ہوں ——— کرنا بھی چاہیے۔ آپ کو بھی، مجھے بھی، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو ایسے دور میں اپنی بات سننے کی اور سنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ کا بے انتہا شکر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ سورت رعد کے پہلے رکوع کی آخری چند آیات میں نے پڑھی ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ آج یہ سورت مقدسہ ختم ہو جائے تاکہ آئندہ درس میں سورت ابراہیم شروع کی جائے۔ قرآن مجید کے معارف اور قرآن مجید کے نکات؛ قرآن مجید کی خوبیاں میرے بزرگو! اتنی ہیں کہ مجھ جیسا طالب علم بھی اگر یہ بیان کرتا رہے تو کتنے ہی درس یوں ہی گذر سکتے ہیں اور جو علماء حق ہیں جو علم اور عمل کی دونوں زندگیوں سے مشرف ہیں وہ تو میرے بزرگو! قرآن مجید کی تفسیر پر کئی کئی جلدیں لکھ چکے ہیں۔ ابن نقیب حنفی نے چار سو جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی ہے جو برلن کے کتب خانے میں موجود ہے اور کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں بھی موجود ہے — قلمی — یعنی چار سو جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی اور آخر میں کیا لکھا؟ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ط اللہ خود ہی زیادہ جانتا ہے، مجھے پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا فرمانا چاہتے تھے؟ میں نے تو کتاب اللہ کی روشنی میں اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں (جن پر قرآن نازل ہوا) قرآن کو سب سے بڑے سمجھنے والے کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یاد رہے قرآن کی وہ "تفسیر" قابل قبول نہیں ہو سکتی جو خود قرآن کے خلاف ہو، یا محمد رسول اللہ کی تشریح کے خلاف ہو۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو منصب ہیں۔ (۱) قرآن کا پہنچانا فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ٥ (النحل ۳۵) ہر رسول کے ذمے لازم ہے کہ وہ اللہ کی بات کو پہنچا دے — (۲) اور دوسرا کیا کام ہے

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ (النحل ع۱۴) ۔ تاکہ آپؐ لوگوں کے لئے بیان کردیں اُس بات کو جو اُن کی طرف نازل کی گئی۔ تو اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پہنچا دیا اُمت تک اور بیان نہیں کیا، تو اُمت بیان کے لئے کسی اور کی محتاج ہوگی۔ اور ادھر قرآن نے یہ بھی فیصلہ فرما دیا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب ع۴) اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے والا کوئی نہیں حضور نے اپنا دین کامل طور پر پیش فرمایا اور اس لئے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ہمیں قرآن کی دولت سے نوازا میرے بھائی! وہاں قرآن کی تشریح سے بھی ہمیں نوازا۔ اور وہ تشریح کیا ہے؟ سنّت ہے اور حدیث ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جو ہمارے بھائی غلطی سے حدیث کو یا سنّت کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے اور اپنے عقلوں کے زوروں پر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ حضورِ انور سے کوئی دو قدم آگے جانا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ) اور قرآن تو یہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ (الحجرات ع۱) اے مسلمانو! اے ایمان والو! جو تم لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پڑھ چکے ہو تم نے اس کلمے میں دو باتوں کا اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور محمدؐ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو خدا سے کچھ پیغام لائے ہیں اور پیغام لانے والا خالی پیغام ہی نہیں دیا کرتا، پیغام کی حقیقت بھی سمجھا دیا کرتا ہے ——— تو اللہ کا کلام کیا ہے؟ اللہ کا کلام ہے قرآن مجید، اور جناب محمد رسول اللہؐ

کا کلام کیا ہے ؟ حدیث اور سنت - اس لئے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اے مسلمانو! لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ، نہ تو اللہ سے آگے چلو
نہ اللہ کے رسولؐ سے آگے چلو - وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اور دیکھو! خدا سے ڈرتے رہو
اللہ سے آگے چلنے کا مطلب کیا ہے ؟ خدا کوئی بدن ہے مجسم ہے ؟ کہ میرے
ساتھ چلے اور میں خدا سے آگے نکل جاؤں ؟ اللہ سے آگے چلنے کا مطلب یہ ہے
کہ قرآن سے آگے مت قدم اٹھاؤ، جس بات کو قرآن نے حرام کر دیا اس کو حرام سمجھو
جس بات کو قرآن نے حلال کر دیا اس کو تم حلال سمجھو - جو بات قرآن نے بتا دی،
تمہارا قدم وہاں پر رک جانا چاہیے - اور اسی طرح رسولؐ سے آگے نہ چلو - کیا مطلب
ہے رسول سے آگے چلنے کا ؟ کہ جو بات فرما دی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بس وہ بات آخری بات ہے، اس سے آگے مت چلو۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید کی وہ تشریح جو جناب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اس تشریح کی روشنی میں جو علمائے اسلام نے تفاسیر
مرتب کی ہیں، ان کی چار چار سو جلدیں موجود ہیں دنیا میں - تو مجھ جیسا گنہگار بھی
اگر چاہے، وقت ہو ایک ہی سورت کے پہلے رکوع پر، اپنے ناقص خیالات
اور ان معلومات کے مطابق جو اللہ نے مجھے بخشی ہیں، اپنے بزرگوں کی دعاؤں
سے میں بھی کچھ تھوڑا سا وقت صرف کر سکتا ہوں، حالانکہ میرا تو کوئی مقام
ہی نہیں - تو وہ علمائے حق جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے
میں صرف کی ہیں وہ تو کئی کئی جلدیں لکھ چکے ہیں مگر کوشش یہی ہے کہ آج
سورت رعد کا یہ پہلا رکوع ختم ہو جائے تاکہ آئندہ نشست میں سورت ابراہیم

شروع کی جائے۔ اس لئے میں نفسِ موضوع کی طرف آتا ہوں۔

دیکھئے میرے بزرگو! گذشتہ نشست میں قرآن مجید کی جو آیات پڑھی گئی تھیں ان میں اللہ تعالیٰ نے آفاقی دلائل میں سے ایک دلیل پیش کی تھی قرآن کی صداقت پر، اپنی توحید پر اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر، اور قیامت کے مسئلے پر۔ فرمایا تھا کہ دیکھئے زمین میں مختلف ٹکڑے آپس میں ملے ہوتے ہیں، ایک باغ لے لیجئے، ایک باغیچہ لے لیجئے، ایک کھیت لے لیجئے، کسی گھر میں ایک گملا لے لیجئے، ایک گملے میں اگر آپ دو بیج بو ڈالیں چھوٹی سی پیالی آپ لے لیں، اس پیالی میں آپ دو بیج ڈال دیں، ایک بیج ہو خربوزے کا، ایک بیج ہو تربوز کا۔ ایک بیج ہو گندم کا، ایک بیج ہو جَو کا۔ ایک بیج ہو سرسوں کا اور ایک بیج ہو تارا میرا کا — یہ چاروں ایک ہی فصل میں اُگتے ہیں۔ گندم، جَو، سرسوں اور تارامیرا ایک ہی وقت میں اُگتے ہیں چھوٹی سی تھوڑے کی پیالی میں آپ مٹی ڈالیں اور اس مٹی میں آپ چاروں بیج ڈال دیں۔ اس کو پانی دیں۔ پیالی والا مالک ایک، پیالی ایک، مٹی ایک، پانی ڈالنے والا ایک، بیج چار ہیں۔ تو کتنی کونپلیں نکلیں گی؟ چار — اس مٹی میں سے جَو کا پودا بھی نمو کرے گا، اسی مٹی میں سے گندم کی بال بھی نکلے گی، اسی مٹی میں سے تارامیرا اور سرسوں کی بالیں بھی نکلیں گی تو یہ کون سی طاقت ہے جس نے اس مٹی میں ایسے کارخانے لگا دیئے، جن کارخانوں نے بلا کسی کوئلے کے، بلا کسی سوئی گیس کے اور بلا کسی انجینئر اور فنکار کے خود بخود اندر کام کیا، آپ نے بیج بو ڈالا وہ چاروں کے چاروں اپنی حقیقت کے لئے کر نکلے۔ ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ط

یہ وہی اللہ ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔ اور اسی میں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے بیٹا مسلمان ہے، باپ (نعوذ باللہ) کافر ہے۔ باپ کافر ہے، بیٹا مسلمان ہے۔ کھیت ایک ہے، اُسی میں سے کچھ کڑوا نکل رہا ہے، کچھ میٹھا نکل رہا ہے۔ کچھ مُضر نکل رہا ہے، کچھ مفید نکل رہا ہے۔ اور پھر اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جو ہم بوئیں گے وہی ہم اٹھائیں گے۔ ہم نے بیج بویا سرسوں کا تو سرسوں نکلے گی، بیج بویا جَو کا تو جَو نکلے گا، بیج بوئیں گے گندم کا تو گندم نکلے گی۔ اسی طرح جب ہم دنیا سے چلے جائیں گے، جس حال میں جائیں گے، اگر ہم مسلمان ہو کر گئے دنیا سے (اللہ میرا آپ کا خاتمہ بالایمان فرمائے) تو قیامت کے دن اپنی قبروں سے ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے والے ہو کر نکلیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی انسان دنیا سے مردود مر گیا، جیسے وہ دفن ہوا ویسے ہی وہ نکلے گا کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ ۝ (الانبیاء ۱۰۴) بلکہ علماء کلام تو اِس حد تک لکھتے ہیں کہ جس کیفیت کے ساتھ انسان مرے گا، اسی کیفیت کے ساتھ نکلے گا۔ مرتے وقت اُس کی جو آواز تھی، جو لہجہ تھا، جو گفتار تھی، جو رفتار تھی، اُسی رفتار کے ساتھ، اُسی گفتار کے ساتھ، اسی لہجے کے ساتھ، اُسی شکل و شباہت کے ساتھ اپنی قبر سے نکلے گا۔ بالکل تیار ہو کر نکلے گا تبھی تو پہچانیں گے۔ آتا نہیں ہے قرآن میں؟ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ ؕ (یونس ۴۵) آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے، بھائی جب پہچانیں گے تو شکل سے پہچانیں گے یا کسی اور چیز سے پہچانیں گے؟ جیسے

دفن ہوئے ویسے ہی نکلیں گے۔ اور یہ بات، فرمایا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ٥ (التغابن ع۱) تو مجھے اپنے جیسا مت سمجھ۔ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ٥۔ یہ باتیں اللہ کے ہاں بڑی آسان ہیں۔ وہ چاہے کر سکتا ہے، اس کو کوئی رد کرنے والی طاقت نہیں۔ تو یہ دلیل کیا تھی؟ یہ تو آفاقی دلیل تھی۔ اور یہ ایسی دلیل ہے جو ہر کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

آگے فرمایا وَاِنْ تَعْجَبْ، اے میرے حبیبؐ! اِن کھلے دلائل کے ہوتے ہوئے ویسے اگر یہ دلائل نہ بھی ہوں تو ہمارے مناطقہ کے ہاں یہ ایک مسئلہ ہے کہ وَاجِبُ الْوُجُوْدُ اَجَلُّ الْبَدِيْهِيَّات۔ یعنی مناطقہ جو گذرے ہیں پہلے زمانے کے منطقی اور فلسفی، اُن میں سے علمار اسلام جو تھے، انہوں نے فلسفے کے طریقے پر بھی دلائل پیش کئے اور علم کلام اس لئے بنایا علمار اسلام نے تاکہ اس وقت کی جو سائنس تھی اور طب یونانی اور فلسفہ یونانی تھا اس کا جواب دیا جائے۔ امام غزالی اور امام رازی بلکہ خود ابن سینا وغیرہ لوگ جو گذرے ہیں۔ انہوں نے اس زمانے کے فلسفۂ قدیم کا توڑ پیش کیا جیسا کہ آج ہمارے علمارِ اسلام اس نئے فلسفے کا توڑ پیش کر رہے ہیں۔ تو بتایا کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اَجَلُّ الْبَدِيْهِيَّات ہیں۔ اور وہ ذات کونسی ہے؟ وہ واجب الوجود کی ذات ہے۔ یعنی موجود دو قسم پر ہے ۔

موجود منقسم بدو قسم است نزد عقل یک واجب الوجود دگر ممکن الوجود

جو کائنات یہاں چیزیں موجود ہیں یہ دو قسم پر ہیں۔ ایک واجب الوجود ہے جس کا وجود ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ ایک ممکن الوجود جس کا وجود

پہلے نہیں تھا، اب ہے، پھر ختم ہو جائے گا۔ یہ ہے ممکن الوجود۔ اور ایک واجب الوجود ہے۔ اور سارے ہی اگر ممکن الوجود ہوں، کوئی واجب الوجود نہ ہو تو ایک "ممکن" دوسرے "ممکن" کو پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ ہم ویسے سمجھتے رہتے ہیں۔ او بھائی! جس کو خود چارج شیٹ (CHARGE-SHEET) لگی ہوئی ہو آپ کے محکمے ہیں، فیکٹری میں ایک آدمی ملازم تھا، اس پر کسی بدعنوانی کی وجہ سے چارج شیٹ لگ گئی، اس سے جواب طلب ہو رہا ہے وہ کیا کسی دوسرے کو ملازم کرا سکتا ہے؟ وہ کسی دوسرے کا کفیل ہو سکتا ہے؟ وہ کسی دوسرے کا گواہ بن سکتا ہے؟ کسی کی شہادت دے سکتا ہے وہ؟ وہ تو خود پھنسا ہوا ہے۔ جو آدمی اپنے وجود پر برقرار نہیں رہ سکتا، اسے یہ نہیں پتہ گھنٹے کے بعد میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، کیا وہ کسی دوسرے "ممکن" کو پیدا کر سکتا ہے؟ ممکنات کے لئے کسی ایسے وجود کی ضرورت ہے جو واجب الوجود ہو جس کے اندر کوئی تغیر نہ آئے۔ اور وہ تغیر نہ آنے والی ذات کس کی ہے؟ رب العالمین کی۔ اللہ تعالیٰ اَجَلّ البدیہات ہیں۔ یعنی اگر کوئی بھی دلیل نہ ہوتی، ہم اپنی جان کو دیکھ کر سوچ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے وَفِیْۤ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿﴾ (الذاریات ع ۲۱)

فرمایا کہ اِنْ تَعْجَبْ میرے حبیب! آپؐ کو تعجب آتا ہے کہ یہ بدبخت اتنی واضح دلائل دیکھنے کے بعد ایمان کیوں نہیں لاتے؟ تعجب کی بات یہ ہے وَاِنْ تَعْجَبْ اگر آپ کو تعجب ہے اس بات پر ــــ اور ہونا بھی چاہیے ــــ کہ اتنی واضح چیز دیکھ کر ایمان نہیں لاتے! اے میرے بھائی! اگر کوئی بھی دلیل نہ ہوتی

خدا کے وجود کے لئے تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میرا اور آپ کا اور ساری دنیا کے انسانوں کا یہ چہرہ جو ہے، یعنی دو بالشت، چوٹی سے لے کر ٹھوڑی تک یہ جو حصہ ہے ہمارے چہرے کا، یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ کوئی خالق ہے کوئی مالک ہے۔ آپ سوچیں! ہماری چوٹی سے لے کر ہماری ٹھوڑی تک یہ کتنے بالشت بنتا ہے؟ کتنے فٹ کا ایریا ہے؟ کتنے انچ کا ایریا ہے؟ کوئی میلوں میں ہے؟ ایکڑوں میں ہے؟ جریبوں میں ہے؟ کنالوں میں ہے؟ کس میں ہے؟ یہ تو بالکل چند انچ کا ایریا ہے۔ اس میں کتنی مشینیں ہیں؟ کتنی فیکٹریاں کام کر رہی ہیں؟ زبان کو دیکھو، الگ فیکٹری ہے۔ دانتوں کی الگ فیکٹری ہے کانوں کی الگ فیکٹری ہے، آنکھوں کی الگ فیکٹری ہے۔ اور دماغ کی الگ فیکٹری ہے۔ یہ تو موٹی موٹی ہیں جو میں اور آپ سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن نے اس لئے کہا، شکوہ کیا ہمارے پر ۔۔۔ یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ (الانفطار ع ۳۰ پ ۳۰) ۔۔۔ اے انسان! تجھے کس چیز نے مغرور کر ڈالا؟ تجھے کس نے دھوکا دے دیا؟ کہ تو اپنے اس کریم رب کا منکر بن گیا کہ جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے برابر بنایا، اور پھر تجھے جو شکل دینی چاہی تھی وہ دے کر دنیا میں بھیج دیا۔ اس خدا کا تو منکر ہے؟ اور دوسرے مقام پر فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝ (البلد ع ۱ پ ۳۰) اے انسان! تیری آنکھیں میں نے نہیں بنائیں؟ میں قوت بینائی کو ختم کر دوں، کوئی دے سکتا ہے قوت بینائی؟ نہیں دے سکتا۔ میں اگر تمہاری زبان کو گونگا کر دوں، کوئی زبان دے

دے سکتا ہے؟ نہیں دے سکتا۔ میں ہونٹوں کو کاٹ ڈالوں، برص پیدا کر دوں، جذام کا مرض پیدا کر دوں (اللہ بیماروں کو شفا عطا فرمائے) کوئی ہونٹ دے سکتا ہے؟ میں دانت دکھا دوں، تم دانت نکلوا کر دوسرا مصنوعی دانت تو لگوا سکتے ہو لیکن پہلے کو فٹ نہیں کر سکتے۔ ہے کوئی طاقت جو پہلے کو پھر فٹ کر دے؟ وہ نکال دو۔ ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟ علاج دنداں اخراج دنداں "نکالو جی، دوسرا لگا دیں گے" ارے بھائی سائنسدان صاحب! اسی کو فٹ کر دو، جو کیڑا لگ گیا ہے اس کیڑے کو ذرا ہٹا دو، اور اسی کو صاف کر کے لگا دو، میں تمہاری سائنس کا قائل ہو جاؤں گا۔ جس کو خدا ناقص کر دے، کوئی کامل نہیں کر سکتا۔ جس کو خدا کامل کرے اس کو کوئی ناقص نہیں کر سکتا۔ ایک دانت نہیں بنا سکتے۔ اور یہ آج جناب آسمانوں پر اڑ رہے ہیں اور خدا کے سامنے (نعوذ باللہ) مقابلہ کرتے ہیں؟ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ o دو آنکھیں دینے والا میں، تیری زبان دینے والا میں، تیرے ہونٹ بنانے والا میں، او ظالم انسان! تو میرے مقابلے میں آ گیا؟

تو اس لئے میں عرض کر رہا تھا کہ یہ دلائل آفاقی دیکھنے کے بعد ہر انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اَهْلَ الْبَدِيْهَاتُ، اللہ کی ذات جو تھا بدیہیہ ہے کہ اس بدیہیہ کو کوئی طاقت نہیں۔ بدیہیہ کا معنیٰ ظاہر، بلا دلیل کے سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ بھائی اس وقت آسمان پر سورج ہے کہ نہیں؟ کیا دلیل ہے کہ سورج ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے میں نہیں مانتا۔ تو آپ اس کی بات کو مانیں گے؟ آپ کہیں گے جی بیوقوف ہے، پاگل ہے، اندھا ہے، اندھا بھی اپنی قوت احساس سے سمجھ سکتا ہے کہ مجھے جو گرمی پہنچ رہی ہے یہ کچھ آسمان پر گرمی کی

چیز ظاہر ہو چکی ہے۔ تو جیسے سورج اس وقت اَجَلُّ البدیہات ہے، تو سورج کا خالق اس سے بھی زیادہ اَجَلُّ البدیہات ہے اور جیسا کہ میں اکثر کہتا رہتا ہوں امام ابو حنیفہؒ کا شعر ہے

فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اٰیَۃٌ   تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

ہر چیز میں دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور ہے بھی واحد لاشریک۔

تو قرآن مجید نے حضور کو فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ! اگر آپؐ تعجب کرتے ہیں ان کی اس بات پر کہ یا اللہ یہ تیری ساری دلیلیں دیکھ کر مسلمان کیوں نہیں ہوتے؟ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن نے فرمایا۔ یاد رہے میرے دوستو! انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ کون ہیں؟ انبیاء علیہم السلام۔ اور پھر سب رسولوں میں سب سے زیادہ انسانوں کے خیر خواہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے قرآن مجید نے حضورؐ کی صفات کیا بیان فرمائیں؟ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (التوبہ ۱۲۸) اے انسانو! تمہارے پاس بہت بڑا رسولؐ آیا۔ — رَسُوْلٌ — یہ تنوین للتعظیم ہے — بہت بڑا رسولؐ تمہارے پاس آیا۔ اور اس رسولؐ کی صفات کیا ہیں تبلیغ کے سلسلے میں؟ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ — جو چیز تم کو دکھ دے، وہ اس کو پریشان کر دیتی ہے — حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ — تمہارے ایمان لانے کے لئے بڑا حریص ہے۔ وہ طائف کے بازاروں میں پتھر بھی کھا کر کہتا ہے۔ "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے" — وہ رات کو مصلّے پر

رو کر بھی یہ کہتا ہے "اللہ میری اُمت کی مغفرت فرما" — وہ عکاظ اور ذوالمجنہ کے بازاروں میں پھرتا ہے اور کہتا ہے یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوا — سب سے بڑے خیر خواہ انسانیت کے کون ہیں؟ انبیاء علیہم السلام۔ اور سب نبیوں میں سب سے بڑے خیر خواہ جن کی زبان مقدس سے کبھی بد دعا تک نہیں کی وہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — اور پھر حضورؐ کے جو پیروکار ہیں۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علماء حق، یہ سارے کے سارے مشائخ حق، یہ سارے کے سارے میرے بزرگو کیا ہیں؟ انسانیت کے خیر خواہ ہیں چاہتے ہیں کہ انسان جہنم میں نہ جائیں۔ کیا پڑی تھی حضرت لاہوری کو کو پینتالیس ۴۵ سال لاہور میں بیٹھ کر قرآن کا درس دیا۔ بتا دیا جائے، میں آج بھی کہتا ہوں لاہور سارے سے کہتا ہوں، بتاؤ پینتالیس ۴۵ سال کے عرصے میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے ایک پیسہ بھی مانگا ہے تو بتا دو — کہ مجھے ایک پیسہ دو، ایک آنہ دو چنے چبائے، مزدوری کی، صابون بنا کر بیچا، مجبوکیں کاٹیں، لیکن کیا کیا؟ قرآن مجید سنایا، محمد رسول اللہ کی حدیثیں سنائیں، خطبات میں تقریریں کیں، کس لئے کیں؟ کہ لاہور جہنم سے بچ جائے، مسلمان جہنم سے بچ جائیں۔ اللہ کی مخلوق خدا سے جا ملے۔ ابھی میں ایبٹ آباد سے آتے ہوئے راستے پر عرض کر رہا تھا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایبٹ آباد تشریف لائے، اور وہاں کے دوستوں کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی برکات حاصل کیں، اللہ اُن برکات کو دوامی فرمائے۔ تشریف لائے تو ہمارے ہاں دھمتوڑ ایک قصبہ ہے پرانا، جہاں فیضی کی قبر ہے، اکبر اسی علاقے

سے گذرا تھا، فیضی وہاں مرا ہوا ہے۔ تو وہاں ایک جگہ ہے دیکھنے کی، سیر کی، بڑے مزیدار نظارے کی جگہ ہے۔ تو میں نے عرض کیا دوجی عصر کے بعد کچھ دوستوں نے کافی موٹروں دوموٹروں کا انتظام کیا ہے کہ وہاں حضرت کو لے جائیں گے، اور وہاں سے چائے پی لیں گے، تو ہمیں بھی خوشی ہو گی۔ (کیونکہ سارا دن حضرت لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہے، بیعت کرتے رہے، تلقین کرتے رہے) تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! اگر آپ تشریف لے جائیں تھوڑی دیر کے لئے تو ذرا دماغ کی طراوت بھی ہو جائے گی، فارغ البالی بھی ہو جائے گی اور وہ منظر آپ دیکھ لیں گے"۔۔۔۔ تو فرمایا "نہ بھائی! میں تو اللہ کا نام بتانے کیلئے آیا ہوں، سیر کرنے کے لئے نہیں آیا"۔۔۔۔ کیا سمجھے آپ؟ ۔۔۔۔ میں ہوتا تو کہتا "بالکل ٹھیک ہے، کچھ چائے کا بندوبست بھی کرنا، روٹی بھی رات کی وہیں کھائیں گے، شام اور تھوڑی سی پڑھ سال"۔۔۔۔

حضرت فرماتے ہیں "بھائی! میں تو خدا کا نام بتانے کے لئے آیا ہوں، سیر کے لئے نہیں آیا"۔ نہیں گئے پھر، انکار کر دیا، کہ جتنی دیر میں یہاں بیٹھوں گا اللہ کے بندوں کو خدا کا نام بتاؤں گا تاکہ یہ جہنم سے بچ جائیں۔ تو کیا لیا انہوں نے؟ یاد رکھیں میرے بزرگو! سب سے بڑے خیر خواہ امت کے علماء حق ہیں، سب سے بڑے خیر خواہ امت کے صوفیاء برحق ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کو ختم کیا اور اس کفرستان ہند میں اللہ کا دین پھیلایا۔ کیا لیا علامہ ہجویری نے؟ کیا لیا خواجہ غریب النواز اجمیری نے؟ کیا لیا دوسرے مشائخ نے؟ انہوں نے کیا لیا؟ یہی لیا کہ اس کفرستان ہند میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھایا۔ آج بھی جو علمائے حق دربدر پھر رہے ہیں وہ کیا چاہتے ہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مجھ جیسے گنہ گار اللہ کے عذاب سے

بچ جائیں۔

تو اس لئے فرمایا وَ اِنْ تَعْجَبْ، اے میرے حبیبؐ! اگر آپؐ کو تعجب ہے کہ یا اللہ! یہ تیری بات کیوں نہیں مانتے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تعجب کرتے ہیں، ہر انسان تعجب کرتا ہے، حق پرست، حق کا پرستار، یا اللہ یہ تیری باتوں کو کیوں نہیں مانتے؟ فرمایا وَ اِنْ تَعْجَبْ، اگر تجھ کو تعجب ہو تو تجھے ایک اور بات بتاؤں فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ان کا یہ کہنا اور بھی عجیب ہے۔ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا، جب ہم مر جائیں گے اور پھر مٹی ہو جائیں گے، ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ کیا پھر ہم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ یعنی یہ بھی تعجب ہے لیکن اس سے بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے۔ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ یہ بات کا انکار کرنا تو تعجب ہے ہی ہے، میرے حبیبؐ! یہ بھی تعجب کی بات ہے اتنی واضح چیز کا انکار کر دینا۔ بدیہات میں سے ہے اللہ تعالیٰ کا وجود۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا اسم گرامی نعمان ہے، ہم سب ان کے مقلد ہیں ــــ اور میں پچھلے درس میں ان کی فقہ پر کچھ عرض کر چکا ہوں ــــ امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں ایک دہریے کے ساتھ آپؒ کا مقابلہ ہوا، مناظرہ ہوا، جو خدا کو نہیں مانتا تھا ــــ ایک خدا نہیں مانتا تھا، سینکڑوں مانتا تھا ــــ جو خدا کے منکر ہیں وہ سینکڑوں کو مانتے ہیں، وہ ہیں ماننے والے لیکن سینکڑوں کو مانتے ہیں اور جو خدا کا بندہ ہے وہ صرف ایک خدا کو مانتا ہے۔ یہی مسئلہ بیان فرمایا یوسف علیہ السلام نے جیل خانے میں۔ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (یوسف ۳۹) اور رب الگ الگ اچھے ہیں یا ایک رب اچھا ہے؟ وہ جو رب قہار رہتا ہو؟ ــــ

قہار کا معنی؟ جو چاہے کرے، اگلا مانے نہ مانے ــــ رات کو چیکوسلاویکیہ کا صدر سویا پڑا ہوگا اور صبح کو کیا ہوا اس کے ساتھ؟ "چل بچہ! اندر چل توں" مانا اس نے خوشی سے؟ دیکھا ہم نے بڑے بڑے، رات کو سوئے تھے، بارہ بجے تک ان کا حکم چلتا تھا، ان کے دستخط چلتے تھے، جھنڈوں کی سلامی تھی، جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو معلوم ہوا کہ ہم تو قید ہیں، ہمارا تو کچھ بھی نہیں ہے، نہ گھر ہے، نہ در ہے، ہماری تو سننے والا کوئی بھی نہیں ہے ــــ کون ہے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ــــ وہ اللہ جو چاہے کرے، اگلا مانے یا نہ مانے۔ اللہ پوچھتا نہیں ہے کہ "مرنا چاہنا ایں کہ نہیں چاہنا ایں؟ تیری کیہہ صلاح اے ماراں ایں کہ نہ ماراں ایں؟" ــــ پوچھتا ہے کسی سے؟ نہیں پوچھتا۔ قہار ہے، جو چاہے کرے، تو اللہ تعالیٰ واحد قہار ہیں۔ تو دہریے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے تو منکر ہیں لیکن کئی خداؤں کو مانتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ایک دہریہ آیا، اُس کا مناظرہ ہوا امام صاحب کے ساتھ۔ اُس نے کہا "جی مجھے تین باتوں کا جواب دیں۔ فرمایا "کیا ہے؟" "ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا ہے؟ پہلے کیا تھا؟ ــــ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ ــــ اور تیسری بات یہ ہے حضرت! کہ آپ خود یہ کہتے ہیں کہ یہ انسان جو ہیں، جو اللہ کے نافرمان ہیں، یہ شیطانوں کے پیروکار ہیں۔ اور یہ سب شیطانوں کے پیروکار ہیں تو شیاطین اور جنات تو آگ سے پیدا ہوئے ہیں، ان پر جہنم کی آگ کیا اثر کرے گی؟ ــــ آگ کو آگ کیا جلائے گی؟" ــــ آپؒ نے فرمایا! "تو اپنی کرسی سے ذرا نیچے اُتر، پھر بات کرتے ہیں" ــــ وہ کرسی سے

نیچے اترا۔ فرمایا "تیرے ایک سوال (سوال ۵) کا جواب ہو گیا" "وہ کیسے؟"

"خدا نے یہ کیا، تجھے نیچے اتار دیا" خدا نے اتارا تجھے۔ اللہ نے اتار دیا۔ نیچے اتار دیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ذہنوں میں یہ ان کی باتیں ڈال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی خود رہنمائی کرتے ہیں۔ مولانا شمس الحق افغانی فرمایا کرتے تھے ——— اب بھی سلامت ہیں، اللہ ان کو سلامت ہی رکھے، ——— انہوں نے فرمایا ایک دفعہ میں نے اور نواب قلات نے قلات کی شاہی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی ——— کیونکہ یہ وہاں پر قلات کے وزیر تعلیم تھے وزیر معارف تھے ——— باہر نکلنے لگے تو نکلتے نکلتے نواب صاحب نے میرے ساتھ تمسخر کے طور پر کہا ——— مذاقاً کہا کہ "مولانا! دنیا میں مولوی کی عزت کوئی نہیں رہی" ——— فرماتے ہیں ابھی میں جواب دینے ہی والا تھا کہ ہم جب باہر نکل کر جوتیاں پہننے لگے تو شاہی خاندان کی ایک ملازمہ ایک بچے کو لے کر کھڑی تھی اور اس نے مجھے کہا کہ "حضرت! اس پر دم کر دیجئے" ——— میں نے جو کچھ پڑھنا تھا پڑھا، دم کر دیا، وہ ملازمہ چلی گئی، تو میں نے کہا "نواب صاحب! آپ کے سوال کا جواب ہو گیا" ——— "کیسے؟" "دیکھ لیجئے! میں مولوی، آپ کی ریاست کا ملازم، نہ کوئی جائداد، نہ کوئی جاگیر، یہ بچہ آپ کے خاندان کا تھا، اس ملازمہ نے مجھ سے دم کیوں ڈلوایا؟ آپ سے کیوں نہیں ڈلوایا؟ مولوی کی عزت ہے کہ آپ کی عزت ہے؟" ——— آپ سے تو نہیں کہا کہ نواب صاحب! دم ڈالو ذرا اس پر، مجھے کہا نا؟ تو میری

عزت ہے کہ آپ کی عزت ہے ——— وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (المنافقون ۸) عزت اللہ کی، عزت اللہ کے رسول کی، عزت ان کی جو خدا پر یقین رکھتے ہیں، جن کے مرنے کے بعد بھی قبروں سے خوشبو آتی ہے۔ یہ ہے عزت ——— یہ عزت نہیں ہے کہ مرنے سے پہلے حلیہ بگڑ جائے (اللہ میرے آپ کے حلیوں کو بگڑنے سے بچائے) اسے عزت نہیں کہتے کہ مرنے سے پہلے لوگوں سے دعائیں کرائی جاتی ہیں، دعا کیجئے خاتمہ بالخیر ہو۔ یٰس پڑھتے ہیں روح نکلتا ہی نہیں (اللہ تعالیٰ ایسے برے خاتمے سے سب کو بچائے اللہ سب مسلمانوں کا خاتمہ بالایمان کرے، اللہ حضور پاک اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ طیبہ مرتے وقت مجھے بھی، آپ کو بھی نصیب فرمائے)

تو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا "تیرے ایک سوال کا جواب ہو گیا۔ اللہ نے اس وقت یہ کیا کہ تجھے کرسی سے نیچے اتار دیا ——— اور پہلے سوال کے جواب میں فرمایا "دیکھ گنتی ونتی آتی ہے یا نہیں آتی ہے ———

فرمایا "گنو!" ——— "ایک، دو، تین، چار ——— دس"۔ فرمایا "پھر گنو" "دو ایک دو، تین، چار ... !" ——— فرمایا "بھئی ایک سے پہلے بھی تو گنو نا" اس نے کہا "جی ایک سے پہلے تو کچھ بھی نہیں" فرمایا "بیوقوف! پھر خدا سے پہلے کیا ہے؟ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ ج (الحدید ۳) عدد حقیقی تو ایک ہے نا جی! آپ سب تو ریاضی داں دوست ہیں، جانتے ہیں۔ حقیقی عدد ایک ہے۔ دو اضافی عدد ہے۔ ایک نکال دو، کروڑ بھی نہیں بن سکتا۔ اگر ایک کو تھوڑی دیر کے لئے اندر باندھ دو، تو دو بنیں گے؟

نہیں بنتے جب دو نہیں بنے تو تین نہیں بنیں گے ۔ دس اکائیاں اکٹھی ہوں گی تو دس بنیں گے۔ سو اکائیاں اکٹھی ہوں گی تو سو بنے گا ۔ اور پھر صفر بھی اس وقت کام کرتا ہے جب ایک ساتھ لگے ۔ آپ چار صفر ڈال دیں کچھ بنے گا ؟ کچھ بھی نہیں ۔ اور ایک ڈال دیا گیا کیا بن گیا ؟ دس ہزار ۔ ایک نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہے ۔ ایک ہو تو سب کچھ ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ فرمایا ایک سے پہلے کیا ہے ؟ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ؕ (الحدید ۳) اول بھی وہی، آخر بھی وہی، ظاہر بھی وہی، باطن بھی وہی۔ تمام کائنات میں اللہ کی تجلیات ہیں۔ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (الحشر ۲۴) اسی لئے صوفیائے کرام نے مسئلہ نکالا وحدت الشہود کا اور وحدت الوجود کا۔ وہ میرے آپ کے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ وحدۃ الشہود اور وحدۃ الوجود کے مسائل باریک ہیں لیکن بہر کیف جن کو خدا کے ساتھ عشق ہو جاتا ہے، وہ پھر پتوں میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں، وہ پھر دیوار و در میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں، وہ پھر کائنات کے چپے چپے میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں۔ وہ پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ساری کائنات کا خالق کون ہے ؟ اللہ کی ذات۔

تو میرے بزرگو ! تیسرے سوال کا جواب فرمایا ۔ جب دو باتیں ہو گئیں تو امام ابو حنیفہؒ نے ایک تھپڑ اسے دے مارا۔ اس نے کہا ” جی آپ بڑے عجیب قسم کے آدمی ہیں ؟ میں سمجھتا تھا آپ بہت بڑے عالم ہیں “ کبھی کبھی گھسن بھی کام کرتا ہے ۔ یہ گھسن (گھونسہ) بڑے کام کی چیز ہے

ع - اسمانوں لتھیاں چار کتاباں تے پنجواں لتھا ڈنڈا ——— ڈنڈا ہو تو چار کتابیں چلتی رہتی ہیں۔ قرآن میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سورت حدید میں، ہم نے نبی بھیجے، لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید ۲۵) ——— ہم نے لوہا بھی اتار دیا۔ ساتھ لوہا نہ ہو تو کام نہیں چلتا۔ یہ لوہے کا کام ہی آج زیادہ تر ہے دنیا میں لوہا نہ ہو تو سوئی نہیں بنتی، کپڑے پھٹ جائیں ——— قرآنی فلسفہ، قرآنی حکمت، اس کو انسان اگر سمجھنے لگے، کاش اسلامیوں کو اللہ تعالیٰ آج پھر توفیق دیں کہ وہ قرآنی فلسفے کو دنیا میں چمکائیں نہ کہ یورپ کے فلسفے سے متاثر ہو کر قرآن کو چھوڑ بیٹھیں ——— دیکھئے میرے بزرگو! اس ایک آیت پر میں اگر تقریر کروں تو کئی گھنٹے درکار ہیں، امام رازی کو پڑھیں - وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ——— اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوہا بھی نازل کیا، ہم نے لوہا پیدا کیا۔ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ، جس میں بہت زیادہ خوف ہے۔ بَاْسٌ شَدِیْدٌ توپ کس سے بنتی ہے؟ لوہے سے، ایٹم کس سے بنتا ہے؟ تلوار کس سے بنتی ہے؟ پستول کس سے بنتا ہے؟ بندوق کس سے بنتی ہے؟ بَاْسٌ شَدِیْدٌ ——— وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ——— اور لوگوں کے لئے نفع بھی لوہے میں ہے۔ یہ سوئی کس سے بنی؟ لوہے سے۔ سوئی نہ ہو تو کپڑے پہن سکتے ہیں ہم؟ ——— خیر آج کل تے لوڑ ای کوئی نہیں ——— اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شرم و حیا نصیب فرمائے۔ مجھے اگلے روز ایک دوست نے بتایا کہ پشاور میں ایک مسلمان تھا (تقسیم سے پہلے)

اب وہ مر گیا ہے۔ وہ ہندوؤں کو قرض دیتا تھا۔ میری بچیاں اور میری مائیں، بہنیں بھی سُن لیں ۔۔۔ وہ ہندوؤں کو قرض دیتا تھا (مسلمانوں کو نہیں) ۔۔۔ ہندوؤں سے سود بھی کھاتا تھا۔ اُس شخص نے بتایا کہ ایک دفعہ اس سے میری بات ہوئی تو میں نے کہا تم اتنا روپیہ دے دیتے ہو ہندوؤں کو اور تم ان کی کوئی چیز گروی نہیں رکھتے، نہ کوئی زیور لیتے ہو، نہ کوئی تمسّک لیتے ہو ۔۔۔ (وہ اسی طرح کرتا تھا) ۔۔۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں ان کی رگ کو قابو کر لیتا ہوں، تب قرض دیتا ہوں ۔۔۔ وہ کون سی رگ ہے؟ اس نے کہا میں ان سے یہ کہتا ہوں دیکھو! میری بات سُنو! تم مجھ سے جتنا قرض چاہو لے جاؤ (سودی) لیکن یہ کرو کہ اپنی بیوی کا کُرتہ اور پاجامہ میرے پاس گروی رکھ جاؤ۔ چنانچہ ہندو مجھ سے قرض لے جاتے ہیں اور اپنی بیوی کا کُرتہ اور پاجامہ باندھ کر میرے پاس گروی رکھ دیتے ہیں۔ اور وہ اس ڈر کے مارے کہ اگر وہ قرض ادا نہ کریں تو نئیں گلی ہیں، چوک میں کھڑے ہو کر ہندو کی بیوی کے پاجامے کو کھڑا کر کے بتاؤں کہ یہ فلاں ہندو کی بیوی کا پاجامہ ہے مجھ سے قرض لے گیا ہے، وہ اس بے غیرتی سے ڈر کر قرض ادا کر دیتا ہے۔

آج ہمارے کپڑے کہاں کہاں کھُلتے ہیں میری بچیوں کے؟ ہمارا کسی سے پردہ نہیں رہا ۔۔۔ نہ درزی سے، نہ ڈاکٹر سے، نہ موچی سے نہ کسی اور سے۔ اب تو حجام سے بھی پردہ نہیں رہا ۔۔۔ اب تو بال کٹاتے ہیں ہم، ہماری بچیاں (اللہ شرم وحیا نصیب فرمائے اور محمد رسول اللہ کی غلامی نصیب فرمائے) میرے بھائیو! میرے بچو! اور میری بہنو! میں درخواست کرتا ہوں کہ

اپنے آپ کو عذاب سے بچاؤ۔ یہ بے پردگی کا فتنہ بڑا عظیم فتنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

تو امام ابو حنیفہؒ نے کیا اس سے فرمایا؟ ایک دھپڑ دیا۔ دھپڑ پر بات آ گئی تھی۔ تو اس نے کہا۔ "مولوی صاحب! آپ نے یہ کیا کیا؟ مجھے دھپڑ لگا دیا ہے۔ فرمایا "کیوں کچھ دکھ ہوا ہی؟" "میرا تے منہ سجا دتا جے" (مولویاں دا مکا وی ڈاڈھا ہوندا اے) "اور یہ بھی چمڑا، وہ بھی چمڑا، یہ بھی ہڈی، وہ بھی ہڈی، ہڈی کے ساتھ ہڈی لگی تو درد کیا ہوا؟" سمجھ گئے بات؟ جہنم میں جلنے والے آگ کی پیدائش اور آگ بھی آگ کو آگ جلاتی ہے، آگ کو آگ دکھ پہنچاتی ہے۔ تینوں جواب ہو گئے۔

تو بات میں اس پر کر رہا تھا کہ عقل، وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ اے میرے حبیبؐ! اگر آپ کو تعجب ہے کہ یہ بدبخت ایمان کیوں نہیں لاتے، تو اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہے؟ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ان کا یہ کہنا تو بڑا ہی عجیب ہے۔ کونسا؟ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا، کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ کیا ہم نئی پیدائش میں بن جائیں گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ یہ ہوتا ہے۔ ہم کس سے پیدا ہیں؟ مٹی سے۔ ہم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں نا بھائی! ہماری مٹی کہاں کہاں سے آئی؟ کوئی امریکہ سے گندم آئی، کوئی آسٹریلیا سے گھی آیا، پتہ نہیں کہاں کہاں سے آتا ہے ہم کھا جاتے ہیں۔ اس سے پھر ہم میں قوت آتی ہے، آگے ہماری اولادیں پیدا ہوتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہاں کہاں سے ذروں کو اکٹھا کر جمع کر دیتا ہے؟ مٹی سے

تو ہم بنے ہیں۔ اور پھر دوبارہ مٹی سے نہیں بن سکتے؟ جس نے مٹی سے پہلے پیدا کیا، اس وقت تو میٹریل (MATERIAL) ہی کچھ نہیں تھا۔ اب تو جناب تو کروں سے کتنی مٹی پڑی ہو گی، جتنا بڑا وجود ہو گا، بھاری بدن ہو گا، خواہ وہ کیڑے وبڑے کھا جائیں (اللہ مجھے آپ کو کیڑوں کے کھانے سے تو بچائے بھائی بڑا ڈر لگتا ہے قبر سے، اللہ تعالیٰ قبر کی وحشت سے مجھے آپ کو محفوظ رکھے، اللہ قبر میں نورایمان کے ساتھ مجھے آپ کو رکھے، محمد رسول اللہ کی شفاعت مجھے آپ کو نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ قبر کی روشنی نصیب فرمائے) ــ اور جو آپ چاہتے ہیں قبر کی روشنی کو، فرمایا امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آدمی جمعے کے دن سورت کہف کی تلاوت کرے گا اس کی قبر میں نور پیدا ہو گا ــ پڑھا کریں جمعے کے دن ــ کونسی مشکل ہے؟ پروگرام بنالو یار ــ ہمارے پروگراموں میں قرآن کا حصہ نہیں ہے ــ ہمارے پروگراموں میں نماز کا دخل نہیں ہے، ہمارے پروگراموں میں درود نہیں پڑھا جاتا محمد رسول اللہ پر، ہمارے پروگراموں میں استغفار کا دخل نہیں، قبر کا خیال ہی نہیں۔ ہے کہیں قبر بھی پروگرام میں؟ کوئی نہیں۔ قبر کیا ہوتی ہے؟ دل چھوٹا ہوتا ہے ــ دل غفا ہوتا ہے۔ قبر کا نام نہ لو۔ ڈر لگتا ہے تو پھر اَیْنَ الْمَفَرُّ ؕ (القیمۃ ۱۰) کہاں جاؤ گے؟ جانا پڑے گا۔ ضرور جانا پڑے گا ــ کوئی مانے یا نہ مانے قبر میں تو جانا ہی ہے ضرور۔ اور وہ خوش بخت ہے جسے بھائی اٹھا کر لے جائیں، جس کا جنازہ پڑھا جائے جس کو دفن کیا جائے، جس کی مٹی کے آثار باقی ہوں، ورنہ دنیا میں بڑے بڑے

شہیر گذرے ہیں، آج قبروں کے بھی نشان باقی نہیں ہیں۔ (اللہ مسلمانوں کی قبروں کو منوّر فرمائے) اور آگے چل کر فرمایا کہ یہ ایک بات ہی نہیں ہے، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ یہ تو وہ لوگ ہیں جو منکر ہو گئے اپنے رب سے اپنے پالنے والے کا انکار کر دیا۔ بھائی پالنے والے کا کوئی انکار کر سکتا ہے؟ اُسے آپ وفادار کہیں گے؟ ـــــ ربّنا ـــــ بِرَبِّهِمْ ۚ اپنے پالنے والے کے منکر بن گئے۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ (الرحمٰن ۶۰) آپ کسی کو دو آنے دیں، تو وہ آپ کو جناب سلام کرے گا۔ آپ کسی کی سفارش کر دیں، زندگی بھر وہ آپ کا مطیع رہے گا "آپ کی جی بڑی مہربانی، مجھے ملازم کرا دیا" ـــ آپ کسی بیمار کو دوا دلا دیں، اُس میں اگر جیتا ہے، مرتے دم تک آپ کا شکر گذار رہے گا ـــــ اور جس نے مجھے پیدا کیا، میرے ماں باپ کو پیدا کیا میری بدنی صلاحیتیں مجھے عطا کیں، مجھے روزی دے رہا ہے، کیا میں اُس کی باتوں کو نہ مانوں تو میں وفادار رہ سکتا ہوں؟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ میرے حبیب! یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے رب کے منکر بن گئے، جس نے ان کو پیدا کیا، جس نے ان کو پالا۔

تو رب کے منکروں کی پھر سزا کیا ہے؟ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ اور یہ وہ لوگ ہیں، قیامت کے دن لوہے کے طوق ان کے گلوں میں ڈال دئے جائیں گے وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ اور یہ آگ میں رہنے والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی انکار کرنا کسی عقیدے کا کُفر ہے، بات سمجھ لیجئے۔ ایک آدمی اگر

یہ نہیں مانتا کہ مرنے کے بعد زندگی ہے، ایک آدمی اگر یہ نہیں مانتا کہ قیامت ہے
تو میرے بھائیو اور دوستو! وہ کافر ہو جائے گا۔ کفر کے لیئے سینگ نہیں
لگا کرتے کہ سینگ لگ جاتے ہیں یا کوئی خاص اعلان ہوتا ہے — نہ —
اللہ تعالیٰ کی باتوں کو ماننا ایمان اور انکار کرنا کفر۔ عملی کمزوری پر اللہ تعالیٰ معاف
کر دیتے ہیں۔ ایک آدمی گنہگار ہے، خطا کار ہے، کہتا ہے ربّ العالمین!
میں نے خطائیں کیں، میں نے جرم کیئے، میں نے گناہ کیئے، ۔ تو میں تو یہ سمجھتا ہوں
جہاں تک میں نے حدیثیں دیکھی ہیں، فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، کُلُّ
بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءُوْنَ — فرمایا سارے انسان خطا کار ہیں نبی رحمت نے فرمایا
(صلی اللہ علیہ وسلم) کتنی ہماری حوصلہ افزائی ؟ — سارے کے سارے انسان
خطا کار ہیں (سوا نبیوں کے) اور صحابہ کرام محفوظ ہیں — معصوم نہ تھے محفوظ
ہیں — باقی سارے کے سارے انسان، خَطَّاءُوْنَ۔ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ
التَّوَّابُوْنَ ط — اور بہتر خطا کار کون ہیں؟ جو توبہ کر لیں۔ اللہ مجھے آپ کو مرنے
سے پہلے توبہ نصیب فرمائے۔

صابون سے کپڑا دھلتا ہے یا نہیں دھلتا؟ میلا ہوتا رہے ہوتا رہے۔
اوپر لگا دو صابون، کریم سوپ لگا دو، کپڑا صاف ہو جائے گا۔ صابون سے
کپڑا صاف ہو گیا، توبہ سے ایمان کی قوت پیدا ہوئی، گناہ معاف ہو گئے۔
اس لیئے قرآن مجید نے دونوں کا اکٹھا بیان کیا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ
وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ (البقرہ ع ۲۲۲) اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں توبہ کرنے
والوں کو، کہ توبہ سے باطنی صفائی ہو گئی۔ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ اللہ پسند کرتے

کرتے ہیں پاکیزہ رہنے والوں کو، کہ پاکیزگی سے ظاہری بدن صاف ہوا اور توبہ سے باطنی بدن صاف ہوا۔

یہ ہمارے دوست ہیں "فیروز سنز" والے عبدالحمید صاحب۔ ہمارا تعلق تو انہی کے ساتھ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خادموں میں سے ہیں۔ حضرتؒ کے پاس ہمیشہ مجلسِ ذکر میں آیا کرتے تھے۔ اُن کا صابون نکلتا ہے "خانم" وانم، بہت سے صابون ہیں، "شبنم" بھی ہے، پتہ نہیں کیا کیا نام ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے ایک کیلنڈر پڑھا ان کا۔ میں نے دیکھ کر کہا واہ واہ، قرآن پہنچا۔۔۔ امام الانبیاء کی تعلیم نے کیا کرایا عبدالحمید سے؟ عبدالحمید نے اپنے کیلنڈر پر کیا لکھا؟ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ٥ ۔۔۔ یہ کیلنڈر پر آیت لکھ دی۔ اشتہار ہے صابون کا۔ ٹھیک ہے لیکن اس میں کیا لکھا؟ کسی فلم ایکٹریس کی تصویر نہیں دی۔ یہ کوکاکولا وغیرہ کے تم اشتہار دیکھتے رہتے ہو کہ نہیں؟ شرم آنی چاہیئے مسلمان کو۔ ہم اتنے بے حیا بن گئے ہیں کہ ہمارے شربتوں کے اشتہاروں پر بھی مرد عورت کا اختلاط موجود ہے، ہم پانی پی لیتے ہیں۔ بچیوں کو ننگا کر دیا ہم نے اور بچیاں اس پر فخر کرتی ہیں، کوئی اخبار دیکھو، کوئی رسالہ دیکھو، سگریٹ کی ڈبیہ پر بھی لڑکی کی تصویر، پالش کی ڈبیہ پر بھی لڑکی کی تصویر۔ میں اپنی بہنوں سے درخواست کروں گا کہ اپنا تحفظ خود تو کرو۔ تمہیں کہاں کہاں لے گئے یہ اللہ کے بندے؟ تو وہاں انہوں نے کیا کیلنڈر پر لکھا؟ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ٥ نیچے اشتہار ہے صابون کا۔۔۔ چلو صابون ہی بکے۔ لیکن قرآن کی آیت تو پیش کر دی۔ فکر میں بتا رہا ہوں۔ اس کیلنڈر کو دیکھنے والا کیا

سمجھتا ہے؟ کہ جس کمپنی کا یہ اشتہار ہے، اس کمپنی کا مینجر کسی قرآن کے عاشق کا غلام ہے ـــ اور جس اشتہار پر لڑکی کا فوٹو ہو، پتہ چلتا ہے کہ اس کمپنی کا مینجر کسی بدمعاش کا غلام ہے ـــ فرق آیا کہ نہ آیا؟

تو یہاں بھی کیا فرمایا؟ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءُوْنَ۔ سارے انسان خطا کار ہیں۔ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ ـــ اور بہتر خطا کار کون ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ تو کفر کا منشا ر انکار ـــ انکار کیا تو کافر ہو گیا ـــ غلطی کی، توبہ کر لی، مسلمان ہے۔ یہاں پر انکار کی بحث چل رہی ہے۔

آگے فرمایا وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ـــ اور میرے حبیب یہ آپ سے برائی چاہتے ہیں نیکی مانگنے سے پہلے ـــ کیا مطلب؟ ایمان لے آتے تو نیکی بن جاتی۔ یہ کہتے ہیں، قرآن میں آتا ہے دوسری جگہ پر۔ یہ کہتے ہیں کہ اے محمدؐ! (صلی اللہ علیک وسلّم) اگر تو خدا کا سچا رسول ہے تو ہم پر عذاب نازل کر دے۔ فرمایا بڑے بے وقوف ہیں، یہ نیکی چاہنے کی بجائے برائی چاہتے ہیں جیسے کوئی مریض ڈاکٹر سے کہہ رہے "ڈاکٹر صاحب! آپ مجھے ایسی دوائی نہ دیں جس سے میں تندرست ہو جاؤں، ایسی گولیاں کھلا دیں کہ میں ختم ہو جاؤں" ـــ بڑا بیوقوف ہے۔ ڈاکٹر سے صحت کیوں نہیں مانگتا؟

اور فرمایا اگر تم پھر یہ چاہتے ہی ہو، وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ اور گذر چکیں ان سے پہلے بڑی کہاوتیں۔ دیکھ لیجئے۔ قوم عاد تباہ ہوئی، قوم ثمود تباہ ہوئی، قوم صالح تباہ ہوئی۔ قومیں تباہ ہوئیں، اور میں وہی اللہ ہوں جس نے ان قوموں کو تباہ کیا۔ ان کو بھی تباہ کر سکتا ہوں لیکن آج میری رحمت

کا پرتو زیادہ ہے تو میں نے آخری نبی جو بھیجا (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو میں نے رحمت دو عالم بنا کر بھیجا ۔ قرآن مجید نے کیا تعارف کرایا حضور کا ؟ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء ۱۰۷)
فرمایا میں بار بار تمہیں بلاتا ہوں، میری تم سے کوئی غرض نہیں ہے ۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ اور بیشک تیرا رب بخشش والا ہے لوگوں کے لئے، اُن کی نافرمانی کے باوجود ۔ اگر وہ نافرمان ہیں، توبہ کریں، میں بخش دوں گا ۔ اگر اڑتے ہی ہیں، نہیں توبہ کرتے ، وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ اور بیشک تیرا رب دنیا میں بھی سخت سزا دینے والا ہے ۔ عقاب مشتق ہے عقب سے، عقب کہتے ہیں ایڑی کو ۔ جو سزا ایڑی کے ساتھ لگی ہو، یعنی فوراً سزا مل جائے ۔ عقاب سے متبادر دنیا کا عذاب ہے ۔ فرمایا میں بخشنا بھی ہوں اور میں دنیا میں سزا بھی دے سکتا ہوں اس لئے ان کو اس بات سے انکار نہیں کرنا چاہیئے، میری ڈھیل سے یہ غلط نتیجہ نہ نکالیں ۔

آگے ارشاد فرمایا وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور یہ حجت بازی کرتے ہیں کافر لوگ، لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ کیوں نہیں محمد رسول اللہ پر اتاری گئی کوئی نشانی ۔ ان کے رب کی طرف سے ؟ یعنی جو نشانی ہم مانگتے ہیں وہ آ جائے حالانکہ وہ نشانیاں بھی آئیں ۔ کافروں نے کہا، ابو جہل وغیرہ نے کہا کہ دو میرے ہاتھ میں کیا ہے ؟ فرمایا حضور نے "میں بتا دوں کہ یہ خود بول پڑیں" کہنے لگا "خود بولیں تو بہت بڑی بات ہے" چند کنکر تھے

ہاتھ میں، اُن کنکروں نے پڑھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط
یہ ٹرانسسٹر بجتا ہے کہ نہیں بجتا؟ ٹرانسسٹر بجتا ہے نا؟ یہ پلاسٹک کے
پُرزے بجتے ہیں کہ نہیں بجتے؟ بجتے ہیں نا جی؟ تو کنکر بھی بجتے ہیں۔ کنکروں
نے پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ یہ دنیا کی ساری سائنس کی ترقیات
تصدیق کرتی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی — یہ ساری کی ساری باتیں تصدیق کرتی
ہیں قرآن مجید کی کہ چودہ سَو سال پہلے فرمایا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ
بالکل صحیح تھا۔ کنکروں نے پڑھ دیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابوجہل نے
زمین پر دے مارے اور کہنے لگا "تجھ جیسا جادوگر ہم نے کوئی نہیں دیکھا"
کافروں نے کہا "اللہ کے نبیؐ! یہ چاند کے دو ٹکڑے کر دیجئے۔ اِقْتَرَبَتِ
السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۞ (القمر:۱) لیکن کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۞
(القمر:۲) ۔ یہ تو پرانا جادوگر ہے، یار بڑا جادوگر ہے۔ چاند کے بھی دو ٹکڑے
کر دیئے۔

اس لئے فرمایا یہ جو آیتیں آپؐ سے مانگتے ہیں (نشانیاں) اگر میں
بھیج بھی دوں، تو آیتوں پہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ جو لوگ معجزے دیکھتے ہیں
وہ ایمان نہیں لایا کرتے۔ ایمان وہی لاتے ہیں جو بلا معجزے کے مانیں — اور
میں یہاں تک سمجھتا ہوں، قرآنی آیات کا مطالعہ میں نے کیا طالب علم کی حیثیت
سے، میں نے یہ دیکھا ہے کہ کسی صحابی نے حضورؐ کا معجزہ دیکھ کر ایمان قبول
نہیں کیا۔ ویسے قبول کیا حضورؐ کی صداقت کو دیکھا۔ چہرۂ مبارک کو دیکھا۔
حضورؐ کے اخلاق کو سُنا، حضورؐ سے کلامِ مجید کو سُنا، مسلمان ہو گیا۔ معجزے

کا طالب نہیں بنا، کہ پہلے کوئی معجزہ دکھاؤ، معجزے کا ظہور ہوا ہے حضورؐ سے، لیکن وہ تصدیق کے لئے، سوا جب کسی نے معجزہ مانگا ہے تو اس میں سے کم ہی لوگ ہیں جنہوں نے ایمان قبول کیا ہو۔

اس لئے آخر فیصلہ کیا قرآن مجید نے کہ میرے حبیبؐ! تیری نبوت ان کے دونوں پر موقوف نہیں ہے، اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ بے شک آپؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کو میرے عذاب سے ڈرانے والے ہیں، ان کو آپؐ ڈرائیں مانتے ہیں تو مانیں، نہیں مانتے تو جہنم میں جائیں۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہم نے ہر قوم میں ہادی بھیجا ہے، اس کے دو ترجمے ہیں۔ یا تو یہ ہے کہ جیسے آپؐ ان کے ہادی ہیں اس طرح پہلی قوموں میں بھی ہادی آئے ہیں، انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی باتیں پہنچائی ہیں، جیسے آپؐ پہنچا رہے ہیں — اور دوسرا ترجمہ زیادہ صحیح ہے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ، آپؐ ڈرانے والے ہیں ان کو، اس وقت جو آپؐ کے مخاطب ہیں وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور آپؐ دنیا کی ساری قوموں کو ہدایت دینے والے ہیں، آپؐ خاتم النبیین ہیں — اور یہی ترجمہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ قرآن مجید نے دوسرے مقام پر فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (السبا)

اے میرے حبیبؐ! آپؐ کی نبوت ابدی ہے، عالمگیر ہے، دوامی ہے، آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں اس لئے آپؐ کو ہر قوم کے لئے ہادی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

گیارھواں درسِ قرآنِ مجید

منعقدہ ۶ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۶۸ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل دینی اور روحانی فوائد آتے ہیں

۱۔ تلاوتِ قرآن مجید سب سے بہتر عبادت ہے۔
۲۔ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کائنات کا عشق و محبت
۳۔ انسانوں کا بنایا ہوا نظام اصلاح ناکام رہا۔
۴۔ انبیاء کرام اور ان کے نائب مادیت سے بے نیاز تھے۔
۵۔ سراقہ کا وعدۂ نبوت پر یقین اور اس کا ظہور
۶۔ کتب حدیث کی برکات ظاہریہ
۷۔ عابد حق عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں
۸۔ قرآن روشنی ہی روشنی ہے۔
۹۔ صحابہ کرام کا شوقِ شہادت

واللہ الموفق

سورت ابراہیم

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الٓر ۚ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝ صدق اللہ العلی العظیم

میرے محترم بھائیو، بہنو، عزیزو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ آج ہم جیسے گنہگار پھر اُس کا کلام سُننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو اور دوسرے بھائی بہنوں کو قرآن مجید پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا "اے اللہ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ سب عملوں میں سے کونسا عمل بہتر ہے؟" یعنی "سب عملوں" سے مراد یہاں پر زندگی کے

طور اور طریقے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مسلمان کی زندگی کا کونسا طریقہ، کونسا طرزِ عمل، کونسی مصروفیت زیادہ بہتر ہے؟ — افضل، زیادہ بہتر ہے۔ فضیلت تو دوسرے اعمال میں بھی ہے، لیکن افضل۔ زیادہ بہتر کونسا عمل ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا "اَلْحَالُّ وَالْمُرْتَحِلُ"۔ — "کتاب المزید" میں ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے، جو دوسری صدی ہجری کے بہت بڑے محدث گذرے ہیں، انہوں نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم!) انسانی زندگی کے، مسلمان کی زندگی کے کون سے عمل اعمال میں ..... سے بہتر ہیں؟ افضل ہیں؟ تو حضورؐ نے فرمایا اَلْحَالُّ وَالْمُرْتَحِلُ اترنے والا، منزل کرنے والا اور پھر کوچ کرنے والا — یعنی جو انسان منزل کرے اور منزل کو پہنچتے ہی پھر سفر کیلئے تیاری کرلے، یہ فعل اور عمل مسلمان کے دوسرے اعمال سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس کی شرح میں فرمایا علماء محدثین نے کہ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے، اَلْحَالُّ وہ آدمی، وہ خوش بخت، وہ خوش نصیب، جس نے قرآن مجید کی تلاوت کو ختم کیا، وَالْمُرْتَحِلُ اور ختم کرنے کے بعد شروع کر دیا اس کو۔ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام عبادتوں سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ اور اس لئے میرا خیال ہے کہ جس آلے پر ہم قرآن مجید کو رکھتے ہیں، ہماری بولی میں اس کو رحل کہا جاتا ہے، یہ عربی کا لفظ ہے۔ یعنی وہ آلہ، وہ لکڑی کا آلہ، وہ چوکی سی، جس پر قرآن مجید کو رکھ کر قرآن پڑھنے والا جنت کی طرف سفر کرتا ہے۔

اس لئے علامہ سید احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو مالکی مذہب کے ہیں اور بہت بڑے محدث ہیں، جلالین کی شرح آپؒ نے لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قاری، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا، بطور ورد کے، تلاوت کے، جب پورا قرآن مجید ختم کر چکے تو قرآن کریم کے خاتمے پر جو دعا کرے تو وہ کھڑے ہو کر کرے۔ آداب ختم قرآن میں سے ایک ادب یہ بھی انہوں نے لکھا ہے کہ اس قرآن مجید کی تلاوت تیس پارے پڑھ لینے کے بعد جب دعا اللہ تعالیٰ کے حضور کرے قاری، تالی، تو وہ کیا کرے؟ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، عملاً یہ بتا دے کہ اے رب العالمین! میں قرآن پڑھنے سے تھکا نہیں ہوں، پھر میں شروع کرنے والا ہوں۔ اور آداب تلاوت میں سے یہ بھی ہے کہ جب قرآن مجید آپ ختم کر لیں (اللہ مجھے آپ کو تلاوت کی توفیق عطا فرمائے) قرآن جب ختم کر لیں والناس تک تو پھر الحمد شریف دوبارہ اسی وقت پڑھ لیں تاکہ یہ پایا جائے کہ ہمیں قرآن مجید کے ساتھ اُنس اور محبت ہے۔

تو میرے بزرگو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے میرے اور آپ کے دل اور دماغ میں آخری اتوار کو رکھ دیا ہے۔ یہ جو تیس، اُنتیس دن یا کم و بیش گذر جاتے ہیں تو ہم اس انتظار میں رہتے ہیں کہ ابھی آخری اتوار آئے گا اور وہ گذشتہ کا درس قرآن ہو گا۔ یہ جتنا وقت گذرتا ہے عبادت کے انتظار میں، میرے بزرگو! یہ بھی عبادت کا ثواب ہے۔ آپ میرے دوست اپنا کام چھوڑ کر تشریف لاتے ہیں، مجھ جیسا بدکار بھی یہاں حاضر ہو جاتا ہے، یہ اللہ کا فضل و کرم ہے اور قرآن مجید کا اعجاز اور قرآن مجید کی برکات ہیں کہ اس

گذرے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے دلوں میں رب العالمین کے کلام کا بے انتہا شوق موجود ہے۔ آج ہمارے اس درس میں سندھ سے، میرپور خاص سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں جن کو ہمارے اکابر کے ساتھ بہت بڑی عقیدت ہے، وہ آج صبح گاڑی سے اُترے اور اب آپ کے درس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ میرے پاس وہ بیٹھیں مگر انہوں نے اپنے آپ کو اتنا چھپائے رکھا ہے کہ وہ سامنے آنا بھی پسند نہیں کرتے۔ تو وہ صرف قرآن کو سننے کے لیے میرپور خاص (سندھ) سے چلے اور واہ کینٹ میں پہنچے اللہ ان برکات کو ابدی فرمائے۔ اللہ مجھے آپ کو سب کو ریا سے محفوظ رکھے۔ اور قرآن پہ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آج جو آیات پڑھی گئی ہیں، یہ سورت ابراہیم کی ابتدائی آیات ہیں۔ سورت رعد ختم ہو چکی تھی۔ اس کا ابتدائی ترجمہ ہمارے ضابطے کے اعتبار سے ختم ہو چکا ہے۔ سورت رعد کے آخر میں اللہ تعالیٰ عزّ اسمہ نے کافروں کا ایک قول نقل فرمایا وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ط (الرعد ۴۳) کافر یہ کہتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) لَسْتَ مُرْسَلًا ط آپ کو اللہ نے رسول نہیں بنا کر بھیجا، آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ لا وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (الرعد ۴۳) فرمایا ان سے آپ کہہ دیجئے، اگر تم نہیں مانتے، مجھے تمہاری شہادت کی ضرورت نہیں ہے، میری شہادت تو ساری کائنات دیتی ہے اللہ تعالیٰ خود میری نبوت پہ گواہ ہے اور مَنْ عِنْدَهُ

عِلْمُ الْکِتٰبِ ۝ جس کے پاس کتاب کا علم ہے اس سے مراد یا جبریلِ امین ہیں یا اہلِ کتاب ہیں، یا خود رب العالمین ہیں۔ تو میری نبوت پر تو ساری کائنات گواہ ہے۔

جیسا کہ کنز العمال کی حدیث ہے، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شجر و حجر مجھے پہچانتا ہے، کائنات کا ہر حصہ مجھے پہچانتا ہے۔

اِنَّہٗ لَیْسَ شَیْءٌ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا یَعْلَمُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ..... اِلَّا..... تا..... وَالْاِنس) (کنز العمال) نافرمان انسان اور نافرمان جن۔ یہ مجھے نہیں پہچانتے، باقی کائنات کی ہر چیز مجھے پہچانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

آپ نے پڑھا ہو گا جس رات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نافرمان انسانوں نے مکہ مکرمہ سے نکالا حضور نے ہجرت فرمائی، تو لوگوں نے تو مکے میں آپ کو نہیں ٹھہرنے دیا، لیکن حدیثوں میں موجود ہے، روایات میں اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، حضور خود فرماتے ہیں کہ مجھے ہر چیز نے دعوت دی "ہمارے ہاں حضور تشریف لائیں، ہمارے ہاں حضور تشریف لائیں" ساری کائنات نے مجھے دعوت دی۔ آخر نصیب جاگا تو غارِ ثور کا جاگا جس میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر آرام فرمایا۔

تو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں جو سورت رعد کی آیت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ۝ میری نبوت اور رسالت پر اللہ گواہ ہے، میری

نبوت اور رسالت پر علمُ الکتاب والے گواہ ہیں۔

سورتِ ابراہیم میں اس بات کو واضح طور پر بیان فرمایا اور یہ فرمایا کہ ہم نے آپؐ پر جو کتاب نازل کی، یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہی انسان ظلمات سے نکل کر نور کی طرف جا سکتا ہے۔ اِس سورت کا نام ہے سورتِ ابراہیم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ کے نبی ہیں اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ آپؑ ہی کی نسل سے نبوت کے بہت سے خاندان پھوٹے۔ بنی اسرائیل کا سارا سلسلہ جو ہے وہ آپؑ ہی کی ذات سے قائم ہے۔ حضرتِ اسحاقؑ کی اولاد سے بنو اسرائیل کے سارے نبی ہوئے اور حضرتِ اسمٰعیلؑ کی اولاد سے سیّد الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

میرے بزرگو اور دوستو! قرآنِ مجید میں بہت سی سورتیں ہیں جو نبیوں کے نام پر آتی ہیں۔ سورتِ ابراہیم ہے، سورتِ یونس ہے، سورتِ نوح ہے، سورتِ یوسف ہے، سورتِ مریم ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے قرآن سمجھنے کی، تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ ساری کی ساری سورتیں جو دوسرے نبیوں کے نام پر آئی ہیں، یہ ساری کی ساری مکّی سورتیں ہیں۔ اور مدنی سورت صرف ایک ہے جو کسی نبیؐ کے نام پر آئی۔ وہ نبی کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اُس سورت کا نام ہے سورتِ محمّد۔ یہ مدنی ہے اور باقی ساری سورتیں جو نبیوں کے نام پر آئی ہیں (علیہم الصلوٰۃ والتسلیم) یہ ساری کی ساری سورتیں مکّی ہیں۔ گویا اس میں یہ اشارہ کر دیا جا سکتا ہے (یہ میں تاویل

کے طور پر عرض کر رہا ہوں) کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، گویا وہ مکی زندگی لے کر آئے تکمیل نبوت، تکمیل ہدایت آپ ہی پر ہوئی اور نبوت کاملہ جن کو عطا ہوئی وہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس طرح حضور کی مکی زندگی میں احکام تھوڑے نازل ہوئے تھے، عقائد زیادہ تھے اور پھر احکام کا مکمل مجموعہ اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (المائدہ ع۳) یہ کہاں نازل ہوئی؟ مدینہ منورہ میں، سورت مائدہ میں اسی طرح سورت محمد جو حضور انور کے اسم گرامی سے منسوب ہے جیسا کہ سورت محمد میں خود آتا ہے اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (محمد ع۱) وہ سورت تو مدنی ہے اور باقی ساری وہ سورتیں جن میں کسی نبی کا واقعہ ذکر ہے اور اس نبی کے نام کے ساتھ اُن سورتوں کو منسوب کیا ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، وہ ساری کی ساری سورتیں مکی ہیں۔ گویا پہلے انبیاء علیہم السلام کی جو زندگی تھی یا تعلیمات تھیں، وہ مکی طرز کی تھیں اور حضور انور کی جو تعلیمات ہیں، حضور انور کے جو ارشادات ہیں وہ مدنی طرز کے ہیں۔ اسی مناسبت سے سورت ابراہیم کا نام سورت ابراہیم رکھا گیا۔

تو سورت ابراہیم میں میرے بزرگو! جو مضامین ہیں ان مضامین کا خلاصہ یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ عزاسمہ نے ان کافروں کے کفر کی وجہ کو بیان فرمایا کہ یہ کافر کیوں کہتے ہیں لَسْتَ مُرْسَلًا ــــ اے اللہ کے نبی! آپ رسول نہیں ہیں۔ یہ رسالت کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ بات سمجھ میں

نہیں آتی ؟ دلیل نہیں سمجھ سکتے ؟ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے کوئی دلیل سمجھ نہیں آتی ؟ حضورؐ کا کلام کوئی ایسا ہے ؟ حضورؐ کے معجزات کوئی ایسے ہیں ؟ حضورؐ کی تعلیمات کوئی ایسی ہیں ؟ حالانکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ذرا بھی اعتماد رکھتے تو وہ بات کو مان لیتے۔ حضور پر نورؐ کی تعلیمات بالکل منجلی اور واضح ہیں جس نے ذرا بھی میرے بزرگو! غور اور توجہ کی تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ مائل ہوا۔ اس سورت میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں اخروی زندگی پر، تو وہ ان بندشوں کو توڑتے ہیں جو دنیاوی زندگی کو قیامت پر ترجیح دینے کے لئے پیدا کی گئی ہیں وہ پھر قیامت کی زندگی کو ترجیح نہیں دیتے دنیاوی زندگی پر۔ اور یہ دو بڑی طاقتیں گذری ہیں حضور پر نورؐ سے پہلے۔ ایک کو کہا جاتا ہے نمرود اور ایک کو کہا جاتا ہے فرعون۔ نمرود کا مقابلہ ہوا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ جیسا کہ تیسرے پارے میں گذر چکا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ م اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ...... (البقرہ ۲۵۸) تو نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ مقابلہ کیا اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کیا۔ دونوں کے مقابلے قرآن مجید میں موجود ہیں تو اس سورت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کی وجہ بیان فرمائی۔ کہ جب انسان دنیاوی زندگی کے مقابلے میں اخروی زندگی کو ترجیح دیتا ہے تو وہ تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ وہ تو پھر نور کو حاصل کر لیتا ہے، وہ

ہدایت کو اپنا لیتا ہے۔ لیکن جو دنیاوی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح دیتا ہے یا اخروی زندگی کا وہ قائل ہی نہیں رہتا، تو پھر اسے کیا پڑی ہے کہ وہ قرآن کی طرف آئے؟ قرآن مجید نے اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ۝ (الاعلیٰ ۱۶ تا ۱۹)

اب انشاء اللہ آپ ربط سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت موسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ ساتھ ذکر آتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے انکار کی وجہ کیا ہے اے منکرو! اے اسلام کے مخالفو! اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندو! تمہارے انکار کی وجہ کیا ہے؟ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ تم تو دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ۝ اخروی زندگی بہتر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ تم فانی زندگی کو، پانچ منٹ کی زندگی کو، چوبیس گھنٹے کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہو، حالانکہ یہ بات میں نے پہلے سب نبیوں سے کہی اور جو پہلے اولوالعزم نبی گزرے ہیں تو اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ۝

حضرت ابراہیم سے بھی میں نے یہی کہا، حضرت موسیٰ سے بھی میں نے یہی کہا کہ اپنے وقت کے ان کافروں کو، ان معاندوں کو، ان اللہ کے دشمنوں کو یہ بات بتا دو کہ جس زندگی کے لئے تم اپنے خالق کو چھوڑ رہے ہو، جس زندگی کے لئے تم اپنے مالک کو چھوڑ رہے ہو، جس زندگی کے لئے تم اللہ کی مخالفت کر رہے ہو، یہ تو اتنی معمولی ہے کہ اس کا تو اُس زندگی کے مقابلے میں کوئی تناسب ہی

نہیں ہے۔ سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلم کی حدیث ہے، آپ فرماتے ہیں کہ دنیاوی زندگی، اس کا یہ طول و عرض، اس کا یہ اتنا لمبا بن جانا، یہ صدیاں، یہ زمانے، یہ سارے کے سارے قیامت کے مقابلے میں یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ دریا میں، سمندر میں کوئی آدمی اپنی انگلی ڈبو کر نکالے، تو اس کی انگلی کے ساتھ جو پانی لگ جاتا ہے، اس پانی کی کیا نسبت ہے سمندر کے پانی کے ساتھ؟ (یہ مسلم کی حدیث ہے جس کو "کتاب الزہد" میں نقل کیا عبداللہ ابن مبارک متوفی ۱۸۱ھ نے) کہ انسان کی یہ زندگی جس زندگی میں میرے بھائی ہم گذر رہے ہیں، یہ زندگی قیامت کے مقابلے میں اتنا بھی تناسب نہیں رکھتی جتنا کہ آپ کسی دریا میں، کسی سمندر میں اپنا انگلی ڈالیں تو انگلی کے ساتھ جو پانی لگ جاتا ہے اس پانی کی نسبت سمندر یا دریا کے پانی کے ساتھ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو یہ زندگی پچاس سال کی یا ساٹھ سال کی یا سو سال کی یا دو سو سال کی، بلکہ قرآن مجید میں آتا ہے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ط (البقرہ ۹۶) ہزار سال کی زندگی بھی اگر ہو تو بھائی یہ قیامت کے مقابلہ میں کیا مقام رکھتی ہے؟ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بات سمجھائی کہ جس زندگی کو تم ترجیح دیتے ہو اللہ کی مرضی پر، جس زندگی کے تقاضوں کو تم کرتے ہو اللہ کے حکم کے مقابلے پر، جس زندگی کو تم بہتر سمجھتے ہو قیامت کی زندگی سے، یہ زندگی تو کچھ بھی نہیں ہے قیامت کی زندگی کے مقابلے میں۔ اور میرے بزرگو اور دوستو! یہیں سے یہ بات آکر ٹکرا تی ہے جب انسان کے سامنے اللہ کا حکم آجائے

دنیاوی زندگی کا تقاضا آجائے تو پھر اس وقت پتہ چل جاتا ہے کہ ایمان ہے یا نہیں (اللہ مجھے آپ کو ایسے امتحانوں میں کامیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے) جب ہمارے سامنے دو باتیں آجائیں۔ ایک ہماری دنیاوی زندگی کا تقاضا اور ایک ہماری اُخروی زندگی کا تقاضا — اسلام دنیاوی زندگی کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو صرف یہ چاہتا ہے کہ دنیاوی زندگی کو اُخروی زندگی پر ترجیح نہ دی جائے۔ یعنی جب ٹکراؤ پیدا ہو دنیاوی زندگی میں اور اخروی زندگی میں تو دنیاوی زندگی کو بہتر نہ سمجھو بلکہ اُخروی زندگی کو بہتر سمجھو۔ اگر دنیاوی زندگی کے مقابلے میں اخروی زندگی کو بہتر سمجھا گیا تو پھر تو یہ کامیابی ہے۔ اور اگر دنیاوی زندگی کو اخروی زندگی کے مقابلے میں بہتر سمجھا گیا تو پھر ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ہ (الحج: ۱۱) اخروی زندگی کی ترجیح دنیاوی زندگی کی ترجیح اخروی زندگی پر، یہ ناکامی ہے۔ اس سورت ابراہیم میں رب العالمین نے اسی کو بیان فرمایا۔ اگرچہ اس سلسلے میں باتیں اور بھی بہت سی عرض کر سکتا ہوں، مگر چونکہ ہمارے محترم بھائی حاجی عثمان غنی صاحب کا یہ حکم ہے اور یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ ہر سورت کم از کم دو نشستوں میں ختم ہو جانی چاہیے۔ بات کو لمبا زیادہ نہ کیا جائے۔ ویسے تو بھائی قرآن مجید کے معارف اور اس کے نکات، قرآن مجید کے برکات اگر بیان کیے جائیں تو مجھ جیسا گنہگار طالب علم بھی کافی وقت لے سکتا ہے، لیکن ان کا یہ مشورہ صائب ہے کہ ہم چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے تا کہ اس طریقے پر یہ پورا قرآن مجید ۵۵ کیدسٹ میں ہو جائے۔ تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی برکات سے مزید

بھی نوازتے رہیں گے۔ تو اس لئے میں اب ضروری آیات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں ساتھ ساتھ تفسیر بھی کرتا جاؤں گا۔

ارشاد فرمایا الٓمٓ ۔ یہ بھی حروف مقطعات ہیں جن کے متعلق سورۂ بقرہ اور دوسری سورتوں کے شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ بعض سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات آتے ہیں۔ اور ان حروف مقطعات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سورت میں جو آنے والا مضمون ہے، اس مضمون کو تم معمولی نہ سمجھو، اس پر یقین رکھو، یہ بات ہو کر رہے گی۔ جس طرح تمہیں الٓمٓ پر یقین ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، باوجود اس کے کہ تم سمجھ نہیں سکتے کہ ترجمہ اس کا کیا ہے، حروف مقطعات کے متعلق یہی فیصلہ ہے کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ ط (اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو خوب جانتا ہے کہ ان کلمات سے کیا ہے) تو فرمایا جس طرح تم الٓمٓ کی مراد اور معنی نہ سمجھنے کے باوجود مسلمان ہونے کے اعتبار سے یہ مانتے ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اسی طرح اس سورت میں جو مضامین آ گے آرہے ہیں، ان مضمونوں کی صداقت میں، ان کے وقوع کے اندر کسی قسم کا شک نہ کرو۔ ان کو بھی مانو کہ وہ بھی من جانب اللہ ہیں۔ مثلاً جس نبی (علیہ السلام) کے متعلق تم آج یہ کہتے ہو کہنے والو! کہ لَسْتَ مُرْسَلاً ط (تو رسول نہیں ہے) اور تم یہ کہتے ہو کہ تھوڑے زمانے کے بعد (نعوذ باللہ) یہ کھیل ختم ہو جائے گا تم کیا جانتے ہو؟ یہ تو قیامت تک باقی رہے گی، یہ زندگی، اور یہ نبوت اور یہ رسالت تو قیامت تک باقی رہے گی۔ بے شک دنیا میں تشریف لائے بڑے بڑے مصلح آئے، انبیاء بھی تشریف لائے، غیر انبیاء بھی آئے۔ ارسطو آیا،

بقراط آیا، سقراط آیا اور دوسرے لوگ فارابی وغیرہ آئے، دنیا میں انہوں نے اپنے اپنے نظریے کے مطابق اصلاح کرنے کی کوشش کی، وہ غیر آسمانی تھے، وہ تو ناکام ہونا ہی تھا انہوں نے جو آسمانی ہدایت لے کر بھی آئے، حضرت آدمؑ سے لے کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آسمانی ہدایات لے کر آئے، وہ بھی اپنے اپنے زمانے میں تعلیمات دے گئے لیکن وہ تعلیمات آگے نہ بڑھ سکیں۔ جو بڑھیں تعلیمات تو کس کی بڑھیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور قیامت تک بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا   اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ السَّمَاءِ لَا تَغْرُبُ

فرمایا پہلوں کے سورج تو اپنی روشنی دکھا کر ڈوب گئے۔ لیکن ہمارا سورج قیامت تک چمکتا رہے گا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو امام الانبیاء کی شان میں فرمایا، اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کا سورج تو دن کو چڑھتا ہے، دن کو روشنی پہنچاتا ہے لیکن میرا سورج رات کو چڑھتا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تو حضورؐ کی ہدایات تو میرے بھائی قیامت تک رہنے والی ہیں، تو یہ فرمایا کہ اے مکہ والو! تم جو یہ کہتے ہو کہ لَسْتَ مُرْسَلًا تمہارے اس کہنے کا کیا اعتبار ہے؟ یہ تو نبی ہے اور قیامت تک نبوت چمکے گی، اور چمکتی چلی جائے گی۔ اور آج تک چمک رہی ہے، چودہ سو سال ہو گئے ہیں، اور ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک چمکتی چلی جائے گی۔ حضورؐ کا اپنا ارشادِ گرامی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی

جھونپڑی باقی نہ رہے گی۔ کوئی کچا مکان باقی نہ رہے گا، کوئی خیمہ باقی نہ رہے گا جہاں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہنچ رہا ہے باوجودیکہ مختلف طریقوں سے رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں، لیکن اللہ کا دین واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ٥ (الصف ع ۱) مسلمانوں کو اللہ نے وہ عزم عطا کیا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی اشاعت میں سرگرم عمل ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی محنتوں میں برکت پیدا فرمائے۔

تو ارشاد فرمایا کہ تم جس چیز کو آج ناممکن سمجھتے ہو اور پھر تھوڑی دیر کے لیے کہتے ہو کہ اسے خرافات سمجھ جاؤ، یہ محمد رسول اللہ جو کہتے ہیں وہ ہو کر رہے گا۔ جب حضورؐ نے ہجرت کی مکہ مکرمہ سے اور غار ثور میں پہنچے تو مکے والوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں اپنے دو آدمی بھیجے جن میں سراقہ بھی تھا۔ سراقہ گھوڑے پر سوار تھا، حضورِ انور کو پالیا، قریب ہی تھا کہ حضورؐ کو پالے لیکن گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ سراقہ کا گھوڑا دھنس گیا زمین میں۔ پھر حضورؐ کی دعا سے نکلا۔ پھر چند قدم آگے بڑھا، پھر دھنس گیا آخر اس بیچارے کو سوائے اس کے کوئی بات نہ سمجھ آئی۔ کہ اس لیے امام الانبیاء سے امان لی اور اس نے کہا کہ "اللہ کے نبی! آپ مجھے امان لکھ دیں تا حضورؐ نے اپنی طرف سے امان لکھ کر دے دی کہ سراقہ کے لیے امان ہے۔ اور ساتھ ہی رحمت دو عالمؐ نے کیا فرمایا —— بہت بڑی دلیل ہے —— کاش مسلمانوں کو بھی آج اعتماد ہوتا اپنے نبی کی کلام پر —— (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا کیا جائے کہ آج ہم خود اپنے نبیؐ کی ہدایات ہوتے ہوئے دوسروں کی طرف جا رہے ہیں۔ نبیٔ کریمؐ جو کچھ فرما گئے

میرے بھائی! اس میں ہدایات ہمارے لئے نہیں ہیں ؟ یہ تو وہی راہ ہدایت ہے جس کو اپنا کر صحابہ کرام ساری دنیا میں چمکے، دنیا میں بھی وہ کامیاب ہوئے، ان کو سلطنتیں ملیں، حکومتیں ملیں، سب کچھ ملا محمد رسول اللہ کی غلامی میں۔ حضورؐ نے سراقہ سے کیا کہا؟ فرمایا" او سراقہ! تجھے میں ایک بشارت دیتا ہوں " عرض کیا " اللہ کے نبیؐ! فرمائیے" فرمایا " سراقہ! ایک وقت آئے گا، کسریٰ کا تاج تو پہنے گا، اُس کا کمر بند تیری کمر میں ہوگا" ــــ سراقہ نے کہا" اے اللہ کے نبیؐ! وہ کسریٰ جو فارس کا بادشاہ ہے؟" ــــ فرمایا" ہاں، وہی کسریٰ جو فارس کا بادشاہ ہے، محمدؐ پیشین گوئی کرتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک وقت آئے گا کہ تیرے سر پر کسریٰ کا تاج ہوگا اور تیری کمر میں کسریٰ کا کمر بند ہوگا" ــــ پھر عرض کرتا ہے" اللہ کے نبیؐ! یہ کیسے ہوگا؟" فرمایا" ہوکر رہیگا" ــــ اپنی حالت کیا ہے؟ تاریخ یہ کہتی ہے کہ امام الانبیاء جس اونٹنی پر سوار تھے وہ بھی کرائے کی تھی ۔ اللہ کا وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی اونٹنی بھی کرائے کی ہے سراقہ جیسے کو یہ بشارت دیتا ہے کہ او سراقہ! ایک وقت آئے گا کہ تیرے سر پر کسریٰ کا تاج ہوگا، اسلام کی برکت سے۔ چنانچہ حضورؐ دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں ابوبکر صدیقؓ بھی تشریف لے جاتے ہیں، عمر فاروقؓ کا زمانہ ہے۔ سراقہ مسجدِ نبویؐ میں موجود ہے اور خسرو پرویز کا بیٹا، ولیعہد ایران گرفتار ہوکر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا ہے، سر پر کسریٰ کا تاج اور اس کی کمر میں وہی کمر بند بندھا ہوا ہے۔ مرصع، لعل و جواہر کا، بڑا وزنی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا" کیوں ولیعہد ایران! کیا بات ہے؟ ہم کبھی تمہیں باج دیتے تھے، جزیہ اور ٹیکس دیتے تھے آج تم میرے سامنے گرفتار ہوکر آگئے ہو، کیا بات ہے؟" ــــ عرب کا ملک

بٹا ہوا تھا، کچھ حبشہ کے حوالے تھا، کچھ ایران کے حوالے تھا، کچھ یمن کے
حوالے تھا، کیونکہ عربوں کی تو اپنی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ حیثیت دی آ
کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اللہ مسلمانوں کو پھر وہ مقام،
وہ غیرت نصیب فرمائے جو حضور کے زمانے میں تھی، کہ آج وہ او تھانٹ وغیرہ
کے سامنے درخواستیں لے کر پھرتے ہیں کہ ہمیں یہودیوں کے مظالم سے بچاؤ
اللہ کے سامنے کیوں نہیں گڑگڑاتے؛ جو اللہ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ
تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ
تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (آل عمران ۲۶) مسلمان نے خدا کا دروازہ چھوڑ دیا
اس لئے آج ٹھکرائے جا رہے ہیں۔ اللہ کے دروازے کو پکڑ لیں پھر وہی
عروج نصیب ہوگا — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ولیعہد ایران سے
"بتا، ایک وہ وقت تھا کہ ہم عرب تجھے باج دیتے تھے، آج تو میرے سامنے؟
اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ظاہری شکل کیا ہے؟ کھدر کے کپڑے ہیں، ریت
پر بیٹھا ہوا ہے — اللہ کا ولی، جس کے متعلق امام الانبیاء فرماتے ہیں لَوْ
كَانَ بَعْدِيْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ۔ اور ایران جیسی مملکت کا ولی عہد عمر رضی اللہ عنہ کے
سامنے کھڑا ہے، زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے — لیکن سر پہ تاج اور کمر میں
کمربند۔ آخر شہزادہ تھا، اسی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
سوال کیا کہ "بتاؤ ولی عہد! کیا بات ہے؟ کیا انقلاب آیا کہ آج تم میرے
سامنے موجود ہو اور پہلے ہم تمہیں باج دیتے تھے؟" — آخر ولیعہد
تھا، بادشاہوں کے جواب بھی شاہی ہوتے ہیں، کہنے لگا "اے خلیفۃ المسلمین

بات اصل میں یہ تھی کہ جب تمہارے ساتھ خدا کی مدد نہیں تھی، ہم تمہارے غلام تھے آج تمہارے ساتھ خدا کی مدد ہے، ہم تمہارے غلام ہیں ۔ چنانچہ سُراقہ بیٹھا ہوا تھا، عمر فاروقؓ نے فرمایا "سراقہ! یہ تاج اتار، اپنے سر پر پہن - یہ کمر بند کھول، اپنے ساتھ باندھ" سُراقہ نے وہ تاج اپنے سر پر پہنا جس کی بشارت امام الانبیاء دیتے تھے غارِ ثور میں ۔ وہ بشارت آج پوری ہوتی ہے ۔ محمد رسول نے جو فرمایا وہ پورا ہوا کہ نہ ہوا؟ سُراقہ اپنے سر پر تاج پہنتا ہے مسلمان کی حالت میں اور وہ زرّیں اور مرصع کمر بند اپنی کمر کے ساتھ باندھتا ہے ۔ لیکن پھر وہاں یہ کیا تھا؟ عجز و نیاز ۔

مسلمان کی شان کیا ہے؟ اللہ کی رحمتیں آئیں، اور خدا کی طرف جھکے ۔ عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ اے سراقہ! تُو بھی ہاتھ کھڑے کر، میں بھی ہاتھ کھڑے کرتا ہوں ۔ تُو بھی خدا کی عظمت کا نعرہ بلند کر، میں بھی خدا کی عظمت کا نعرہ بلند کرتا ہوں ۔ کہ سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم جیسے بدّوؤں کو آج ایران جیسی مملکت کا تاجدار بنایا اور تجھ جیسے بدّو کو کسریٰ کا تاج پہنایا، محمد رسول اللہ کی غلامی کی برکت سے ۔

تو میرے بھائیو! الٓمٓ میں اشارے کئے گئے ہیں حروفِ مقطعات میں اشارے کئے گئے ہیں کہ اے مسلمانو! تم جو حروفِ مقطعات پر یقین رکھتے ہو، رکھنا چاہیئے، جس طرح تم ان کا معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود حروفِ مقطعات پر یقین رکھتے ہو، اسی طرح تم یقین رکھو کہ ان سورتوں میں جو آنے والے مضمون ہیں وہ اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں ۔

ارشاد فرمایا کِتٰبٌ ___ قرآن مجید ایک کتاب ہے ___ یہ جو کہتے ہیں نہ قلم تھی، نہ دوات تھی، عجمی تصورات ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ۔۔۔ کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

اللہ ہمارے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو نورِ ہدایت نصیب فرمائے۔ اللہ مخلصین کو توفیق دے کہ وہ اپنے غلط نظریات سے توبہ کریں۔ قرآن تو کہتا ہے کِتٰبٌ۔ میں کتاب ہوں۔ اللہ فرماتا ہے قرآن کتاب ہے، تو کتاب لکھی ہوتی ہے یا غیر لکھی ہوتی ہے بھائی؟ ابھی میں نے آپ کے سامنے سراقہؓ کا ذکر کیا ہے۔ اس زمانے میں نہ فونٹن پن ہیں، نہ وہاں پہ ٹائپ موجود ہے، نہ کوئی پنسلیں ہیں۔ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہجرت کے وقت بھی اپنے پاس قلم اور دوات رکھتا ہے، تو اس نے قرآن نہیں لکھایا ہوگا؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انہوں نے حدیث نہ مرتب کرائی ہوگی؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو قرآن نے کیا فرمایا؟ کِتٰبٌ ۔ یہ قرآن ایک کتاب ہے تنوین للتعظیم ___ یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ کیوں؟ کتاب مصنف کی وجہ سے عظمت اور غیر عظمت کی طرف جاتی ہے۔ مجھ جیسا گنہگار کوئی کتاب لکھے، اس کی کیا وقعت ہے؟ اور امام الاولیاء لاہوری جیسے کتاب لکھیں، سبحان اللہ۔ اور بڑے بزرگ کوئی اور کتاب لکھیں بارک اللہ۔

امام مالکؒ نے مؤطا امام مالک جمع کیا (شاید تھیں ہی حضور انور کی) وہ برکات اس میں پیدا ہو گئیں ___ محسوس برکات ___ مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی بیماری، سب سے

بڑی تکلیف جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی تکلیف نہیں کر سکتی ـــ ہم سب ماؤں سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب کوئی ماں، بہن، بچی، کوئی بچہ جنتی ہے جسے ہماری بولی میں دردِ زہ کہا جاتا ہے ـــ یہ سب سے بڑی تکلیف کا وقت ہے۔ کہ ایک انسان خود موت کے دروازے پر پہنچ کر دوسرے انسان کو جنم دیتا ہے۔ اس لئے ماؤں کے حقوق اسلام میں بہت زیادہ ہیں۔ ماں خود موت کی دہلیز پر پہنچتی ہے اور بیٹے بیٹی کو جنم دیتی ہے۔ اس لئے ماؤں کا حق بہت زیادہ ہے۔ سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ ماؤں کا حق ہے۔ حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا "اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر، اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر، اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر" اور پھر آگے چل کر حضورؐ نے فرمایا چوتھی مرتبہ "اباجی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کر" کہ ماں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں، جب کوئی تجویز کارگر نہ ہو، تو ایسی بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر "موطا امام مالک" اس کے سامنے رکھو۔ بچی کتاب پر ہاتھ رکھے، اللہ تعالیٰ اُس تکلیف سے نجات دے دے گا۔

کیا سمجھتے ہیں محمد رسول اللہ کے اقوال کو؟ حضرت تھانویؒ نے خود لکھا کہ جس وقت علاقہ مظفر نگر میں طاعون پھیلا ہوا تھا اس وقت "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ" چھپی ہوئی کتاب ہے۔ "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ" امام الانبیاء کی سیرت جو لکھی ہے حضرت تھانوی نے، اس کا نام ہے "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ" اس سیرت کی کتابت کی یہ برکات تھیں۔

کہ سارے ضلع مظفر نگر میں طاعون پھیلا، لوگ مرے، مقانہ بھون میں ایک موت بھی واقع نہیں ہوئی۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء ۱۰۷) حضورؐ تو رحمتِ دو عالم ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں حضورؐ کا ذکر ہو، جہاں امام الانبیاء پر درود پڑھا جاتا ہو، جہاں سیرت کی کتابیں مدوّن ہوں، وہاں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

علاّمہ قاضی عیاض نے لکھی ہے "کِتَابُ الشِّفَاءِ فِیْ حُقُوْقِ الْمُصْطَفٰے" جس کی شرح لکھی ہے علاّمہ شہاب خفاجی نے، مصر کا بہت بڑا مفسّر محدّث گزرا ہے، جس نے بیضاوی کا حاشیہ لکھا ہے "الشّہاب" چھپا ہوا ملتا ہے۔ بڑا مفصل حاشیہ ہے۔ اسی مفسر نے کتاب الشفاء" کی شرح لکھی ہے "نسیم الرّیاض" چھپی ہوئی ہے وہ بھی چار جلدوں میں ملتی ہے "نسیم الریاض" کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں کہ "کتابُ الشّفا" کی یہ برکات ہیں کہ جس گھر میں "کتاب الشفاء" ہوگی وہ آگ جلنے سے محفوظ ہوگا۔ جس کشتی میں "کتابُ الشفاء" ہوگی وہ ڈوبنے سے محفوظ ہوگی۔ جہاں محمد رسول اللہ کا نام آجائے، بشرطیکہ نام پڑھنے والا احترام بھی کرے، وہاں برکات ہی برکات ہوتی ہیں۔

آج ہمارے ہاں تو احترام ہی نہیں ہے محمد رسول اللہ کا۔ ورنہ حضورؐ کے ناموں میں بھی وہ برکت ہے میرے بھائی! کہ جو کسی کے نام میں نہیں ہے محمد رسول اللہ کا نام بھی بڑا بابرکت ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

تو بات دور نکل گئی ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ قرآنؐ مجید نے کیا فرمایا؟

کِتٰبٌ - یہ قرآن مجید ایک کتاب ہے اور کتاب کی شناخت کس سے ہوتی ہے؟ مصنّف سے۔ مصنّف عظیم، کتاب عظیم۔ مصنّف حقیر، کتاب حقیر۔ کتاب بھیجنے والا کون ہے؟ ربّ العالمین۔ اس لئے فرمایا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ـــ میرے حبیبؐ! قرآن وہ کتاب ہے اَنْزَلْنٰهُ جس کو ہم نے اتارا ہے جسے ہم اتاریں وہ پھر کتاب کریم بنے گی کہ نہ بنے گی؟ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ لا (البروج ۲۱) بڑی عزت والا قرآن، بڑی عزت والی کتاب، اس سے بڑھ کر کسی اور کتاب کو اتنی عزت حاصل نہیں ہے جتنی عزت قرآن مجید کو حاصل ہے۔ کِتٰبٌ، قرآن مجید کتاب ہے عظیم کتاب ہے، لاثانی کتاب ہے بینظیر کتاب ہے، اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ، جس کو ہم نے اتارا اور اتارا بھی آپؐ کی طرف۔

یہاں ایک اور شبہے کا مغالطہ بھی دور کیا قرآن مجید نے۔ عالم الغیب کا کلام ہے نا! یہ جو بعض طرفوں سے کہا جاتا ہے ـــ ہم سب کے لئے دعا کرتے ہیں اللہ ہمارے ان بھٹکے ہوئے بھائیوں کو ہدایت نصیب کرے ـــ یہ کہہ دیتے ہیں کہ "قرآن مجید میں کچھ باتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور کچھ باتیں محمد رسول اللہ نے اپنی بھی ملا دی ہیں" (نعوذ باللہ من ذالک) ـــ اس عقیدے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

قرآن تو یہ کہتا ہے کِتٰبٌ - یہ قرآن کتاب ہے - اَنْزَلْنٰهُ جس کو ہم نے اتارا ـــ یہ نہیں فرمایا "آدھی آسمان اتاری تھے آدھی کہوں پائی آ" (نعوذ باللہ من ذالک) کیا مسلمان بنا رہے ہیں؟ ـــ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے

اس عقیدے سے کفر لازم آتا ہے۔ یہ تو کافروں نے کہا تھا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ نِ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۔ (الفرقان ۴)
دوسری جگہ فرمایا اِکْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ (الفرقان ۵)
یہ تو کافر کہتے تھے کہ محمد رسول اللہ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور کہتا ہے یہ قرآن اللہ نے نازل کیا۔ یہ تو کافروں کا عقیدہ ہے۔ مسلمان کب اس بات کو مان سکتا ہے؟ قرآن سارے کا سارا اللہ کا کلام ہے۔ الٓمّٓ ۔ الف سے لے کر الحمد کے الف سے لے کر وَالنَّاسِ ۔ کے سین تک یہ سارا قرآن من جانب اللہ ہے، مسلمان کا یہ عقیدہ ہے۔ جو اس عقیدے کے خلاف ہو وہ مسلمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس لئے قرآن نے کیا فرمایا؟ کِتٰبٌ ، یہ بڑی عظیم کتاب ہے۔ اور کیوں عظیم ہے؟ اَنْزَلْنٰهُ اس کو ہم نے اتارا۔ جسے اللہ اتارے وہ عظیم ہو گی کہ نہیں؟ کَلَامُ الْمُلُوْكِ مُلُوْكُ الْكَلَامِ بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے ــــ انگریزی بادشاہ ہے کہ نہیں؟ "لڑکا کونسی جماعت میں پڑھتا ہے؟" "جی بی اے میں ہے" ــــ کبھی پوچھا ہے "قرآن کتنا پڑھا ہے؟" ــــ سچ بتاؤ۔ جب ہم آپس میں دو آدمی ملتے ہیں، مولوی، پیر، سیٹھ دنیا دار جو ملتا ہے مسلمان آپس میں، بلکہ اب تو یہ نہیں کبھی جب آپس میں ملتی ہیں دو سہیلیاں پوچھتی ہیں "لڑکی کیہڑی کلاس وچ اے ہے؟" "فسٹ ایئر وچ" ــــ "قرآن پڑھتی ہے؟" کبھی نہیں پوچھا ــــ مجھے بتاؤ اگر کبھی کسی نے پوچھا ہو تو۔ ہم جب آپس میں ملتے ہیں تو بچوں کے متعلق پوچھتے ہیں

"کتنے بیٹے ہیں؟" آپ نے یہ بھی پوچھا پڑتا ہے کتنے بیٹے ہیں؟ "تین" - "وڈا منڈا کہڑی کلاس وچ اے؟" "جی فسٹ ائیر وچ اے" - "بس" - "اچھا! اللہ کامیاب کرے"۔ کبھی یہ کہا کہ "قرآن پڑھتا ہے کہ نہیں؟" "محمد رسول اللہ کی حدیث پڑھتا ہے کہ نہیں؟" "درود پڑھتا ہے کہ نہیں؟" "نماز پڑھتا ہے کہ نہیں؟" ___

اس لئے فرمایا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ - یہ کتاب میں نے اتاری ہے اس کی بڑی عزت ہے دوسری کتابوں پر۔ کیونکہ یہ میرا کلام ہے۔ کلام اللہ اسی طرح عظیم ہے جس طرح اللہ کی ذات عظیم ہے، اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے۔ تو جس طرح اللہ کی ذات عظیم ہے، اللہ کی صفات بھی عظیم ہیں۔ جس طرح اللہ قدیم ہے، اللہ کی صفات بھی قدیم ہے۔

اَنْزَلْنٰهُ - ہم نے اس کو اتارا۔ اور اتارا کس کی طرف؟ اِلَیْکَ — آپؐ کی طرف اتارا۔ میرے حبیب! آپؐ کی طرف اتارا۔ سبحان اللہ۔ بڑا اونچا مقام ہے محمد رسول اللہ کا۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "تفسیر الرحمٰن" کے مقدمے میں لکھتے ہیں (صفحہ ۳۴)، جو "مسلمان کمپنی" سوہدرہ نے شائع کی ہے اس کے صفحہ چونتیس ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ "میں تفسیر لکھنے لکھتے ...... (آخر میں وہ بوڑھے بھی تھے اور کمزور بھی تھے) ......" نقاہت کی وجہ سے قرآن کا مطالعہ لیٹ کر کر رہا تھا لیٹے ہوئے مجھے کچھ اونگھ سی آئی۔ تو میں نے دیکھا کہ میں قرآن پڑھ رہا ہوں۔ اور اس قرآن کا ترجمہ اور تفسیر من جانب اللہ ہو رہی ہے۔ اور اللہ یہ فرماتے ہیں کہ اے میرے پیارے نبیؐ! اے میرے حبیبؐ! تو وہ لکھتے ہیں کہ اس بات

کو سننے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جہاں اللہ کے نبیؐ کی طرف خطاب ہو، تو میں کبھی اپنی تفسیر میں کیا لکھتا ہوں ؟ "اے میرے پیارے نبیؐ ! اے میرے حبیب !" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو کیا فرمایا ؟ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ - یہ قرآن مجید بہت بڑی کتاب ہے سب سے بڑی کتاب ہے - اور کیوں بڑی کتاب ہے ؟ اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو اتارا - جسے ہم اتاریں وہ بڑی ہو گی کہ چھوٹی ہو گی ؟ ہمارا کلام ہے - ہم بڑے ہمارا کلام بڑا - اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ پھر اتارا بھی آپؐ کی طرف - آپؐ کے بغیر کون اسے اٹھا سکتا تھا ؟ قرآن مجید محمد رسول اللہ پر نازل ہوا جس ذات پر قرآن نازل ہوا، اس کی پھر عظمت کے کیا کہنے !

صحابہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا تھا تو اس جسم اطہر سے پسینہ ٹپکتا تھا - سردی کے موسم میں بھی پسینہ آتا تھا - اتنی عظیم کتاب آپؐ پر نازل ہوتی تھی جس کو سنبھالا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے - صحابی فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی اونٹنی کی مہار پکڑے جا رہا تھا، حضورؐ اپنی ناقۂ مبارکہ پر سوار تھے - قرآن مجید نازل ہو رہا تھا اور اس کے بوجھ سے میں دبا جا رہا تھا - حضورؐ سوار تھے اپنی ناقۂ مبارکہ پر، حضورؐ پر قرآن نازل ہو رہا ہے - اور جس کے ہاتھ میں مہار ہے اونٹنی کی، کرنٹ وہاں تک پہنچتی ہے - وہ کہتا ہے اس بوجھ سے میں دبا جا رہا تھا جو نازل ہو رہا تھا محمد رسول پر - تو کتنی عظمت ہے محمد رسول اللہ کی -

اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ - اس کتاب کو ہم نے اتارا آپؐ کی طرف - اور اتارا کیوں ؟

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ تاکہ تُو نکالے میرے حبیبؐ!
لوگوں کو ۔ مِنَ الظُّلُمٰتِ، اندھیروں سے ۔ اِلَی النُّوْرِ ۵ روشنی کی طرف ۔
کتاب کیوں نازل کی ؟ تاکہ تو نکالے ۔ لِتُخْرِجَ ۔ خطاب کا صیغہ ہے ۔
تاکہ تُو نکالے ۔ سمجھیں بات کو (اللہ مجھے آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)
ہم ایک آیت بھی سمجھ گئے تو انشاءاللہ بیڑا ہمارا پار ہے ۔ لِتُخْرِجَ ۔ کون
نکالے ؟ تاکہ تُو نکالے نکالنے والا ظلمتوں سے کون ہے ؟ قرآن کہ محمد رسول اللہ ؟
۔ محمد رسول اللہ ۔ قرآن سمجھ نہیں آتا جب تک محمد رسول اللہ کے ساتھ عقیدت
پیدا نہ ہو ۔ قرآن سمجھ نہیں آتا جب تک حدیث مصطفیٰؐ کے ساتھ عشق پیدا نہ
ہو ۔ قرآن سمجھ نہیں آتا جب تک کہ پیروی نہ کرے محمد رسول اللہ کی سنّت کی ۔
اس لئے فرمایا کہ کتاب تو میں نے نازل کی ، لیکن کتاب اُس وقت تک کام نہیں کر
سکتی جب تک تیرے منہ سے نہ نکلے تیری تشریح کے ساتھ دنیا کے سامنے نہ
آئے ۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ تاکہ تُو نکالے لوگوں کو ، مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵
اندھیروں سے نُور کی طرف ۔ جو اندھیروں میں بھٹکے ہوئے لوگ ہیں ، اِن کو نُور
کی طرف کون نکالے گا ؟ تُو نکالے گا اے میرے نبیؐ ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک
وسلم) ۔ اور نکالے کس کے ساتھ ؟ قرآن کی برکت سے ، قرآن کی تعلیمات سے
نکالا کہ نہیں عمر فاروق کو ؟ نکالا کہ نہیں عبداللہ ابن مسعود کو ؟ نکالا کہ نہیں
خالد کو ؟ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ۔ وہ خالد جو غزوۂ اُحد میں آتا ہے تلوار
لے کر امام الانبیاء کے خلاف ۔ لیکن وہی خالد اندھیرے سے نکلتا ہے ، پھر
اس نُور کا پرچار کرتا ہے اور مرتے وقت حضرت خالد ابن ولید کے جسم پر

نوے سے زیادہ زخم تھے۔ شام میں آپ کی وفات ہوتی ہے۔ وہ خالد جس نے اللہ کے کفر کے حق میں تلوار اٹھائی تھی، اتنے اندھیرے میں تھا لیکن جب نور میں آیا تو کیسا پھر چمکا؟ جب دنیا سے جاتا ہے تو افسوس کرتا ہے کاش! آج میں اپنے بستر پر مر رہا ہوں جس طرح اونٹ اپنی تھان پر مرتا ہے۔ میں نے کتنی جنگوں میں شرکت کی، کہ کسی جنگ میں مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔ کفر کی حالت میں وہ عالت تھی اور ایمان کی حالت میں یہ کیفیات اور تمنائیں ہیں۔

تو فرمایا تاکہ تو نکالے لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف۔ اور اگر قرآن مجید یاد ہو، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، تو حضرت ابراہیمؑ کا جو مقابلہ ہوا ہے کہ نہیں، آتا ہے نا تیسرے پارے میں، آیۃ الکرسی کے بعد کیا پڑھتے ہیں؟ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۧ (البقرہ ۲۵۷) ۔ آگے کیا چلتا ہے قصہ؟ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰھٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ (البقرہ ۲۵۸) یعنی نمرود اندھیرے میں تھا، فرعون اندھیرے میں تھا، دولتیں روشنی نہیں دیتیں، روپے روشنی نہیں دیتے، محلات روشنی نہیں دیتے۔ روشنی کب آتی ہے؟ جب تعلق پیدا ہو جائے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔

تو فرمایا تاکہ تو لوگوں کو نکالے اندھیروں سے۔ ظلمات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اندھیرے بہت ہیں۔ علامہ رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

کہ قرآن مجید نے ظلمت کے لئے تو ظلمات کا لفظ ارشاد کیا۔ کہ اندھیرے بہت ہیں۔ کفر کا اندھیرا، شرک کا اندھیرا، مال کی محبت کا اندھیرا، اولاد کی محبت کا اندھیرا، کاروبار کا اندھیرا، عہدے کا اندھیرا، یہ سب اندھیرے ہیں جو یادِ خدا سے غافل کردے وہ اندھیرا ہی ہے۔ کہ انسان کو پھر اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک اپنی ہی چیز نظر آتی ہے۔ جو اپنا مدعا ہے۔ روپیہ مدعا ہے تو روپیہ نظر آتا ہے، اگر دولت مدّعا ہے تو دولت نظر آتی ہے، اگر اور کوئی چیز مدّعا ہے تو وہ چیز نظر آتی ہے۔

تو فرمایا کہ کسی قسم کے اندھیرے میں ہو۔ ظلمات بہت ہیں۔ عقیدے کا اندھیرا ہے، عمل کا اندھیرا ہے، خواہشات کا اندھیرا ہے، اور بھی اندھیرے بہت سے ہیں، فرمایا کتاب مجید نکالتی ہے لوگوں کو ظلمات سے اِلَی النُّوۡرِ روشنی کی طرف۔ اور روشنی صرف ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظلمات کو جمع بیان کیا اور نور کو مفرد بیان کیا۔ ان سارے اندھیروں کا حل کیا ہے؟ صرف ایک نور ہے۔ وہ کیا ہے؟ قرآن مجید میں تو عرض کرتا ہوں ہمارے معاشی اندھیرے ہمارے اقتصادی اندھیرے، ہمارے تعلیمی اندھیرے، ہمارے گھریلو اندھیرے، ہمارے ذاتی اندھیرے، ہمارے عقیدے کے اندھیرے، یہ جتنے اندھیرے ہیں، سب کا حل کہاں موجود ہے؟ قرآن مجید میں موجود ہے قرآن تو یہ کہتا ہے لِتُخۡرِجَ النَّاسَ "تاکہ تو نکالے لوگوں کو" مِنَ الظُّلُمٰتِ "اندھیروں سے، کہاں نکالے؟ اِلَی النُّوۡرِ۔ نور کی طرف۔ جیسے صحابہ کرام ظلمات سے نکلے، نور کی طرف آئے۔

لیکن یہ بھی کب ہوگا؟ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۔ اِذن کا معنی توفیق ۔ اُن کے رب کی توفیق کے ساتھ ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ہیں، رستہ دکھانے والے ہیں ۔ لیکن رستے پر چلانے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ۔ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ یعنی بِالتَّوۡفِیۡقِ رَبِّهِمۡ ۔۔۔

اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ اور جب انسان اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف آئے گا تو پھر راستہ نظر آجائے گا ۔ جیسے کہ پہلے پارے میں تمثیل دی کہ اندھیرے میں ایک انسان ہو، جیسے کہ منافق اعتقادی جو تھے ان کی دو قسمیں آتی ہیں سورت بقرہ میں ۔ ایک وہ منافق اعتقادی ہیں جن کی اصلاح ناممکن ہے ۔ ایک وہ منافق اعتقادی ہیں جن کی اصلاح ممکن تھی ۔ اور جن کی ممکن تھی ان کی مثال کیا دی؟ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمۡ مَّشَوۡا فِیۡهِ ۙ وَ اِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡهِمۡ قَامُوۡا ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَ اَبۡصَارِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۠ (البقرۃ ۲۰) تو جب کبھی ان کو نور ملتا ہے قرآنی ہدایت کا، مَّشَوۡا فِیۡهِ، دو تین قدم چل جاتے ہیں ۔ وَ اِذَاۤ اَظۡلَمَ، جب اندھیرا چھا جاتا ہے، قَامُوۡا ۔۔۔ وہیں کھڑے رہ جاتے ہیں جس طرح ہمارا حال ہے ۔ اللہ مجھے آپ کو نفاق سے تو بچائے، لیکن حال ہمارا کچھ ایسا ہی ہے ۔ کسی مولوی صاحب کے پاس، کسی پیر صاحب کے پاس، کسی اللہ کے بندے کے پاس بیٹھتے ہیں، دو تین باتیں سن لیں، دل میں شوق پیدا ہو گیا، ایک دن نماز پڑھ لیتے ہیں، اچھی کھیپ ۔ چلو قصہ ختم ۔ ایک نماز پڑھ لی، کسی جلسے میں چلے گئے، کوئی ہا ہو دیکھ لی تو

ایک نماز پڑھ لی۔ اور اس کے بعد پھر چھٹی۔ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ
دو چار قدم اٹھا لیتے ہیں، وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۔ اب رمضان شریف
آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت دے، عافیت دے۔ اللہ ایمان
کی بھی صحت دے، اللہ روح کی بھی صحت دے، بیماریوں سے اللہ تعالیٰ
بچائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان بزدلیوں سے بھی بچائے۔ یہ بڑی بزدلی ہے۔
شیطان نے کہا "روزہ نہ رکھو" "بالکل تیری گل ٹھیک اے۔ نہیں رکھدا"
شیطان کے آگے گر گیا۔ شیطان نے کہا "نماز نہ پڑھو" "ٹھیک ہے، نہیں
پڑھوں گا" تو شیطان کے آگے گر گیا۔ اور جو کہے "ہٹ بے ایمان ہٹ! میں
نماز پڑھوں گا، میرا خالق مجھے بلائے اور میں نہ جاؤں؟" — وہ کیا آواز
آئی ہے؟ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۔ میرا رب مجھے بلاتا ہے
میں نماز پڑھوں گا۔ شیطان شکست کھا جاتا ہے۔ اس لئے حضورؐ فرماتے
ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب اذان ہوتی ہے، شیطان بھاگتا ہے،
وَلَهٗ ضُرَاطٌ ۔ اس کی ہوا خارج ہوتی ہے۔ بھاگتا ہے شیطان کہ افوہ میں نے چاہا
تھا کہ یہاں قابو پالوں گا لیکن ہر پارک میں مسجد بنا دی، لاؤڈ سپیکر لگ گئے،
اذانیں ہوتی ہیں، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۔ شیطان تو بھاگتا ہے۔ پھر
اب جو مسجد میں نہ آئے، وہ کدھر گیا جی؟ — میں تو کچھ نہیں کہتا، بات کر
رہا ہوں — جو مسجد میں آ گیا، شیطان کو اکیلا چھوڑ دیا۔ اور جو ادھر ہی چلا گیا
تو پھر کس کی طرف ووٹ زیادہ ہوئے؟ شیطان کے کہ رحمان کے؟ كُلَّمَا
أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ جب روشنی ہوتی ہے، چلتے ہیں، وَإِذَا أَظْلَمَ،

جب اندھیرا ہوا تو وہیں کھڑے رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو چلنے ہی والا بنائے۔ اور چلیں بھی ہم جنت کی طرف۔ اللہ ہمیں کھڑے ہونے کی نہ توفیق دے ہم چلتے ہی رہیں حتیٰ کہ ہمارا منتہیٰ کیا ہو؟ آخِرُ کَلَامِنَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہمارا خاتمہ پھر ایمان کے ساتھ ہو۔ ہم پھر قبر میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مشرف ہوں۔

تو میرے بھائیو! قرآن نے کیا فرمایا؟ کہ جب ان کو نور ملے گا تو وہ چل پڑیں گے۔ اور کہاں چلیں گے؟ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اس اللہ کی راہ پر جو غالب ہے، عزیز ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ حمید ہے۔ تمام صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ ساری کائنات خدا کی تعریفیں کرتی ہے اَللّٰهِ الَّذِیْ۔ وہ اللہ، لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ جس کے قبضے میں ہے جس کی ملک ہے، جس کے اختیار میں ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔

تو نیک بندے تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ وہ قدم اٹھاتے ہیں، وہ صراط عزیز پر چلتے ہیں۔ اور فرمایا جو لوگ اندھیرے میں رہتے ہیں، نور کے آنے کے بعد بھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں، ان پر بڑا افسوس ہے۔ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۙ اور تباہی ہے، افسوس ہے، ہلاکت ہے کافروں کے لئے مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۙ اس عذاب سے جو بڑا شدید عذاب ہوگا۔ وہ سخت عذاب جب ان پر آئے گا، اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس عذاب کی کیفیت کو جانتا ہوں کیونکہ میں اس عذاب کو بھیجنے والا

ہوں۔ وہ بڑے بدنصیب ہیں جو ایسے عذاب کا اپنے آپ کو شکار کر رہے ہیں اور اُس نورِ نبوت سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

ابھی باتیں اور بہت سی باقی تھیں، کوشش تو بیان نے کی، مگر پونے گیارہ ہو گئے ہیں، اب حدیث کے درس کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ان شاء اللہ باقی آئندہ نشست میں عرض کروں گا۔

دعا

یہ جو دین کی خالصتاً لوجہ اللہ محنت ہو رہی ہے اللہ اس کو قبول فرمائے جو ہمارے بھائی دین سے برگشتہ ہیں، اللہ ان کو بھی دین کی طرف مائل فرمائے دنیا سے جتنے مسلمان جا چکے ہیں اللہ سب کو جنت نصیب فرمائے۔ ہمارے حضرت دامت برکاتہم مولانا عبید اللہ انور کے برادر نسبتی تھے کرنل عبد الحی۔ لاہور ان کا ۱۳ ستمبر ۶۸ء بروز جمعہ انتقال ہو گیا ہے ان کی مغفرت کی بھی دعا کیجئے، اس زمانے میں کسی بھی فوجی جوان کا دنیا سے چلے جانا ہمارے دفاع کے لئے ایک قسم کا صدمہ ہی ہے، اللہ تعالیٰ دوسرے مسلمانوں کو بھی جو دنیا سے جا چکے ہیں، جنت نصیب فرمائے، اللہ ان کو بھی اپنی رحمتوں میں جگہ دے۔ آمین

بارھواں درسِ قرآن مجید

منعقدہ ۴ رشعبان المعظم ۱۳۸۸ھ - ۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۸ء

اس درسِ مقدس میں مندرجہ ذیل علمی اور وہبی فوائد آ گئے ہیں۔

(۱) قرآنی ہدایت کی نظیر نہیں ہو سکتی۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی جھلک

(۳) صرف قرآن کریم کی زبان ہی معجزہ ہے

(۴) آپ خاتم النبیین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

(۵) عربی زبان کی افضلیت

(۶) تفسیر مولانا آزاد کا انتساب

(۷) سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراءِ کرام کا دوسری زبانیں اعجازی طور پر جان لینا

(۸) ذکر کی برکات

واللہ الموفق

سورت ابراہیم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۝
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ
فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ
قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ
مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ
اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَظِيْمٌ ۝ صدق اللّٰه العلیّ العظیم

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! الحمد للہ آج پھر ہم اللہ تعالیٰ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ مجھے، آپ کو اور سب بھائیوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور یہ جو تھوڑی سی محنت ہم کر رہے ہیں اللہ اس کو اپنی رحمت کے ساتھ قبول فرمائے۔

میرے بھائیو! ہمیشہ قرآن مجید کے درس سے پہلے قرآنی برکات، قرآنی فضائل اور قرآنی تعلیمات کے نتائج پر کچھ نہ کچھ عرض ہوتا رہتا ہے تاکہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ نے جو تھوڑی سی محبت قرآن مجید کی پیدا فرمائی ہے، اللہ اس میں اور زیادتی پیدا فرماوے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور نبی جو تعلیم لے کر آتا ہے وہ تعلیم یقیناً کامیاب، کامل اور ہر اعتبار سے نہایت عالی مقام کی مالک ہوتی ہے۔ پھر سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آخری پیغام ہدایت لے کر آئے ہیں، میرے بھائیو! ہماری ساری امراض کی شفا اسی کلام مجید میں ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل ۸۲) - شفا ظاہری بھی ہے شفاء باطنی بھی ہے، سیاسی بھی ہے، اقتصادی بھی ہے، معاشی بھی ہے۔ ہمارے تمام دکھوں کا واحد علاج قرآنی تعلیمات کا سمجھنا اور قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، آپؐ نے دیکھا کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تورات ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس تورات کے نسخے کو دیکھتے ہی، حدیثوں میں آتا ہے وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَغَیَّرُ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی رنگت مبارک بدل گئی۔ صحابہ کرام مزاج شناس تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تو دوسرے صحابہ کرام نے دیکھا عمر فاروق نے خود نہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مقدس کی رنگت بدل گئی ہے، اور رنگت یوں بدلا کرتی تھی، حدیثوں میں آتا ہے کہ جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات پر ناخوش ہوا کرتے تھے تو آپ کے رخسار مبارک یوں لال ہو جاتے تھے گویا کہ آپ کے رخساروں میں انار کا پانی نچوڑ دیا گیا ہے۔ وہ انار کی طرح لال ہو جاتا تھا چہرۂ مقدس۔ تو عمر فاروق نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے کچھ ایسے رنجیدہ معلوم ہوتے ہیں کہ چہرہ مبارک کی رنگت بدل گئی ہے۔ تو آپ نے فوراً فرمایا رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔ اے اللہ کے نبی! میرے پاس تورات تو ہے میں نے ہاتھ میں رکھی ہے، لیکن ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اللہ کو اپنا رب ماننے پر راضی ہو چکے ہیں۔ اور قرآن مجید کو اپنی کتاب ہدایت ماننے پر راضی ہو چکے ہیں۔ اسلام کو اپنا دین قبول کرنے پر راضی ہو چکے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی اور راہنما ماننے پر راضی ہو چکے ہیں۔" اس پر امام الانبیاء فرماتے ہیں "اے عمر! لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا وَاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ۔ اگر میرے اس دور میں موسیٰ بھی آجاتے۔ بجسدِ عنصری اس دنیا میں تشریف لے آتے تو انہوں نے اپنے زمانے میں پڑھایا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ

لیکن آج موسیٰ کو یہ پڑھنا ہوتا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور قرآن کے آنے کے ساتھ تیرے ہاتھ میں توراۃ ہے، یہ تو مزا نہیں دیتا۔

تو میرے بھائیو! آپ اندازہ فرمائیں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ اگر میرے بعد کسی کو نبوّت ملتی تو عمر فاروق کو ملتی، اُس عمر فاروق کے ہاتھ میں تورات کو دیکھ کر حضورؐ کے چہرۂ انور کی رنگت بدل گئی۔ حالانکہ حدیثوں میں آتا ہے کہ عمر فاروق نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جب حضورؐ نے قیامت کی ہولناکی کو بیان کیا، کہ قیامت کے دن یوں تکلیف ہوگی، قبر میں اس طرح شدّت ہوتی ہے، سوال اور جواب ہوتا ہے، تو عمر فاروق پوچھتے ہیں "اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! جب انسان دنیا سے چلا جاتا ہے تو اُس کی عقل برزخ میں ساتھ رہتی ہے؟" تو فرمایا حضورؐ نے "ہاں ہوتی ہے" تو آپ عرض کرتے ہیں "اللہ کے نبیؐ! پھر ہم انشاء اللہ جواب دے دیں گے"۔ یعنی وہ عمر فاروق جو عالمِ برزخ میں بھی عقلِ سلیم کے ساتھ موصوف ہے اسی عمر فاروق کے ہاتھ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توراۃ کا نسخہ دیکھا۔ اس زمانے کا — آج سے چودہ سو سال پہلے کا، جس تورات کے متعلق قرآن مجید میں آیا کہ اس میں ہدایت اور نور تھا اپنے زمانے میں، پھر بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رنجیدگی کا اظہار فرمایا تو میرے بھائیو! آج قرآن کے ہوتے ہوئے جب ہم کسی الہامی کتاب کی طرف، جو کسی زمانے میں الہامی تھی، نظر نہیں اٹھا سکتے تو غیر الہامی باتوں کو ہم اپنا ہادی اور

رہنما کس طرح سمجھ سکتے ہیں ؟ اس لئے یاد رہے کہ ہمارے لئے ہدایت قرآن مجید میں ہے۔ اور قرآنِ مجید کی وہ تشریح جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جس کو ہم حدیث کہتے ہیں، وہ ہمارے لئے ہادی ہے پھر حدیث اور قرآن کے مجموعہ سے مرکب ہمارے فقہا، ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے ہمارے سامنے بالکل تیار کھانا روحانی پیش کر دیا، ہمارے لئے اب اس کے بغیر کوئی راہِ نجات نہیں ہے۔ اسی لئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُہٗ ‏ ‏ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ
دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ‏ ‏ ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْھَبُ النُّعْمَانِ

فرمایا قیامت کے دن میرے پاس جو نیکیوں کا مجموعہ ہوگا وہ یہ ہوگا۔ اور میرے لئے یہ کافی ہے ع

دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی

میرے پاس سب سے بڑا ذخیرہ اور ذریعۂ نجات کیا ہے ؟ جناب محمد رسول اللہ کا دین - اور ع ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْھَبُ النُّعْمَانِ ـــ نعمان ابن ثابت جن کی کنیت ابو حنیفہ ہے ـــ ہم سب حنفی لوگ ہیں۔ انہوں نے جو میرے سامنے مشعلِ راہ رکھ دی ہے میرے لئے بس وہ کافی ہے اور میں اس کو دارین کی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

تو میرے بھائیو! قرآن مجید اللہ کی طرف سے رحمت کی کتاب ہے، ہدایت کی کتاب ہے، میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، آپ بھی اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں ہم جیسے گنہگاروں کو قرآن مجید سننے اور سنانے کی توفیق عطا فرمائی

اللہ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

ابھی جو میں نے حدیث میں عرض کیا ایک لفظ، اس کی تشریح بھی سن لیجئے یہ جو آتا ہے کہ سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مقدس متغیر ہو جاتا تھا جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے، اور اس کی تشریح صحابہ یوں فرماتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آپؐ کے چہرے میں کسی نے انار نچوڑ دیا ہو۔ تو یہاں ایک چھوٹی سی بات لطیفۃ الحدیث کے طور پر عرض کر دوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی حالت ناپسندیدگی صحابہ کرام نے انار کے پانی میں رنگ ہوتا ہوا بتایا، حالانکہ عام محاورہ یہ ہے کہ فلاں آدمی جو تھا وہ غصے میں لال ہو گیا، آگ ہو گیا، جیسے اس کے چہرے میں انگارے جمع ہو گئے۔ لیکن چونکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی بھی رحمت کے لئے تھی اس لئے تشبیہ دی گئی آپؐ کو انار کے پانی کے ساتھ کہ رنگ میں تو وہ لال ہے لیکن تاثیر میں وہ ٹھنڈا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر غصے ہوتے تھے تو وہ بھی اس لئے نہیں کہ ان کو انتقام لینا ہوتا تھا بلکہ اس میں بھی رحمت تھی۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ (التوبہ ۱۲۸) حضورؐ تو حریص تھے کہ دنیا کا کوئی بھی متنفس، کوئی بھی انسان جہنم میں نہ جائے۔ اس لئے اگر حضورؐ نے کسی پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا تو آپؐ کے چہرۂ مبارک کی رنگت کو صحابہ کرام نے تشبیہ دی انار کے پانی کے ساتھ کہ رنگت تو لال ہوئی لیکن تاثیر پھر بھی ٹھنڈی تھی۔ اندر رحمت کے

جذبات شکر۔

اس تمہید کے بعد آج جو قرآن مجید کی آیات پڑھی گئی ہیں میں ان کا ترجمہ جلدی کرنا چاہتا ہوں تاکہ چونکہ اگلے مہینے میں انشاءاللہ قرآن مجید کے اس درس کی چوتھی سالگرہ ہے، اللہ کے فضل و کرم سے، ان بھائیوں کی محنت سے، آپ دوستوں کی دعاؤں اور ہمت افزائی سے ہم انشاءاللہ نومبر ۱۹۶۸ء کی سترہ تاریخ کو درس قرآن کے پانچویں سال میں قدم رکھیں گے۔ اللہ ہماری منزل کو قیامت کی منزلوں کو طے کرنے کا ذریعہ فرمائے۔ (آمین) تو آج میں چاہتا ہوں کہ یہ جو سورت ابراہیم کی چند آیتیں پڑھی ہیں، یہ جلدی جلدی ختم کریں تاکہ یہ سورت ختم ہو جائے۔ اور آئندہ اگلی سورت کو شروع کیا جائے۔

میرے بزرگو! پہلی آیت میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کو قیامت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں وہ اس وقت ترجیح دے سکتے ہیں جب کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔ اور اللہ کی راہ سے انسان رک نہیں سکتا جب تک یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اللہ کے راستے میں ٹیڑھا پن پیدا نہ کر دے۔ یہ بہت ہی خطرناک سی بات ہے۔ ایک ہوتے ہیں کافر۔ کافر تو صاف کھلے دشمن ہوتے ہیں اسلام کے ان کی بات پر کوئی کان نہیں دھرتا، لیکن جو قرآن کا لیبل لگا کر اپنے ہوں یا پرائے قرآن کے خلاف تعلیمات کو نشر کریں، قرآن کے خلاف تعلیمات کو پیش کریں، میرے بزرگو! وہ بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔ آپ نے کل ہی اخبار میں پڑھ لیا ہوگا، شاید میں نے "کوہستان" مورخہ ۲۶ را کتوبر ۶۸ء میں پڑھا ہے کہ جامعہ ازہر میں جو کہ عالم اسلامی کی ایک بہت بڑی علمی کانفرنس ہو رہی ہے، اس میں تمام علماء نے

دنیا کے مسلمانوں کو اور دنیا کے مسلمان سربراہوں کو متنبہ کیا ہے کہ اے مسلمان سربراہو تمہیں جو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی ہے تو اس کا ایک منشا ہے کبھی ہے اس کی حکمت ہے اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ (الحج ۴۱) کہ جب ہم ان کو حکومت دیں، سلطنت دیں تو وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور نماز کے قیام کا مطلب کیا ہے؟ اللہ کے دین کے محافظ ہوتے ہیں۔ تو آج دنیا میں نہایت ہی خطرناکی کے ساتھ، نہایت ہی تیزی کے ساتھ، نہایت ہی عجیب قسم کی پالیسیوں سے ساتھ قرآن مجید کی غلط "تفسیریں" ہو رہی ہیں — کل اخبار میں آپ نے بھی پڑھ لیا ہوگا — اس لئے انہوں نے با اقتدار بزرگوں کو متنبہ کیا ہے کہ آپ پر یہ فریضہ ہے کہ آپ ایسی غلط "تفسیروں" کو روکیں جو قرآن کریم کے لیبل میں بے دینی پھیلا رہے ہیں۔

تو یہاں پر بھی اس خطرے کی نشاندہی فرمائی وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ط کہ وہ قرآن مجید کی راہِ ہدایت کو ٹیڑھا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ الفاظ وہی رہیں، معانی کچھ اور ہو جائیں۔ لیبل وہی ہو، اندر کچھ اور ہو جائے۔ اس لئے فرمایا اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ۝ ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہو جاتے ہیں، وہ پھر آ نہیں سکتے راہِ راست پر — ضَلٰلٍۢ بَعِیْدٍ ۝ — بڑی دور کی گمراہی میں — گناہ اور چیز ہے اور گناہ کو دین سمجھ کر کرنا یہ اور چیز ہے۔ اس لئے بڑے بڑے مجرم، بڑے بڑے خطا کار، بڑے بڑے گناہ گار، رات دن گناہوں میں ڈوبنے والے، آخر میں کبھی کلمہ پڑھ لیتے ہیں، خدا کے محبوب بندے بن جاتے ہیں۔ ہمارے پاس تاریخ کی کافی مثالیں ہیں

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی، جن کی پہلی زندگیاں اللہ کی نافرمانی میں گذریں،
لیکن جب گناہ کا احساس ہوا، شرمساری نصیب ہوئی تو اسی وقت اللہ کے
حضور توبہ کی، اللہ نے توبہ قبول کی اور نہ صرف گناہ معاف کئے بلکہ اپنے ہاں
قرب اور ولایت سے بھی نوازا لیکن جب عقیدہ غلط ہو جائے ۔ ایک آدمی
شراب پیتا ہے، کہتا ہے میں پیتا ہوں، میں مجرم ہوں، خطاکار ہوں، اس سے امید
ہو سکتی ہے کہ کسی وقت وہ پیالے کو توڑ دے اور اللہ کے سامنے سربسجود
ہو جائے۔ ہم دیکھتے ہیں بڑے بڑے گنہگار ہمارے، پھر آخر میں توبہ کر جاتے ہیں
لیکن ایک آدمی اگر شراب نہیں پیتا مگر عقیدہ یہ رکھتا ہے کہ شراب حلال ہے، وہ
پینے کے لئے شرابی سے زیادہ خطرناک ہے اور اس کو توبہ بھی شاید نصیب نہیں
ہوگی کیونکہ وہ ڈٹ گیا اس بات پر کہ قرآن میں جو یہ فرماتے ہیں رِجْسٌ (المائدہ
ع ۹) یہ قرآن (نعوذ باللہ) کچھ ایسے ہی کہہ رہا ہے۔ اس کی تاویلیں کی جائیں،
اللہ کی جو بات کو اپنے پیچھے لگانے کی کوشش کرے، فرمایا اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ
بَعِیْدٍ ۝ یہ بہت ہی دور کی گمراہی میں ہیں۔

اب وہ جو قرآن کریم کی ہدایت کو سیدھے سے ہٹ کر ٹیڑھا بنانے کی کوشش کی
جاتی ہے، حضورؐ کے زمانے میں بھی کی گئی ۔ مکہ کے کافروں نے کہا کہ قرآن کیسا
اللہ کا کلام ہے؟ کہیں مکھی کا ذکر، کہیں کتے کا ذکر، کہیں گدھے کا ذکر، کہیں مچھر کا
ذکر، یہ کیسا قرآن ہے؟ تو قرآن مجید نے جواب دیا اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ
یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (البقرہ ع ۳) کہ اللہ ایسی مثالیں
دینے سے نہیں رکتے کہ یہ مثالیں دینا بھی ایک معیار ہے ایمان کی صداقت کا اور

ویسے لفظ ایمان کا۔ اسی طرح ایک اور انکار بھی کرتے تھے وہ مکے والے کہ دیکھو جی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرب ہیں، قرآن کا جو مفہوم ہے یہ کسی سے بنا لیتے ہیں اور پھر ہمارے سامنے آکر پیش کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جگہ جگہ آتا ہے اِفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ اِفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (نعوذ باللہ) ۔ ان کا یہ الزام تھا کہ یہ جو کچھ فرماتے ہیں یہ اپنی طرف سے بنا کر لاتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ نے نازل کیا۔ تو پھر قرآن نے اس اعتراض کا جو وہ لوگ کرتے تھے، جواب دیا اور فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ہم نے جب کبھی کسی رسول کو بھیجا حضورؐ سے پہلے بھی۔ ماضی کا صیغہ ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ۔ عربی نہ سمجھے تو قرآن کیا سمجھے گا؟ عربی کے بغیر کیا قرآن سمجھے گا؟ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ۔ تیس پارے قرآن کے ہیں، پڑھ لیں آپ، کسی سے پڑھوالیں، کہیں نہیں آتا وَمَا نُرْسِلُ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ۔ کیونکہ وَمَا نُرْسِلُ، یہ تو مضارع کا صیغہ ہے، مضارع حال کے لئے بھی آتا ہے، استقبال کے لئے بھی آتا ہے، یعنی آئندہ بھی جب کبھی کسی کو بھیجیں گے تو اس کی قوم کی زبان دے کر بھیجیں گے۔ یہاں فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا اے میرے حبیبؐ! آپؐ سے پہلے۔ یہ ماضی کا صیغہ ہے۔ آپؐ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ جتنے بھی ہم نے رسول بھیجے، اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ہم نے ان کو وہی بولی دے کر بھیجا جو ان کی قوم کی بولی تھی۔ تو آپؐ کی پہلی قوم جو مخاطب ہے آپؐ کی وہ کون ہیں؟ عرب ہیں۔ اس لئے آپؐ عربی ان کے ساتھ بولتے ہیں، آپؐ عربی ہیں ان کو

سمجھاتے ہیں اور قرآن مجید عربی میں ہی ہے، عربی ہی میں نازل ہوا۔

یہاں چھوٹی سی ایک بات عرض کروں میرے بزرگو! قرآن مجید کی بولی میں اور باقی بولیوں میں فرق ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی جو زبان ہے یہ اللہ کی زبان ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف ع۲) ہم نے یہ قرآن مجید جو نازل کیا ہے، یہ عربی زبان میں نازل کیا ہے یعنی قرآن منزل من اللہ عربی میں ہے۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہیں، معانی اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ نہیں سمجھے وہ لوگ جو قرآن کے نزول کا مفہوم نہیں سمجھتے۔ وہ ڈھل کر جس طرح بھی آئے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہیں، معانی اللہ تعالیٰ کے ہیں یہ جو فرمایا حضورؐ کو قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (اعراف ع۱۵۸) آپ کہہ دیجیے ..... تو کہلوانے والے کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہیں۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ۔ یہ میرا پیغام پہنچا دیجیے۔ الفاظ بھی من جانب اللہ معانی بھی من جانب اللہ اور اس کی تشریحات بھی من جانب اللہ کیونکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تفسیر فرمائی وہ بھی من جانب اللہ فرمائی۔ حضورؐ نے قرآن کی کسی آیت کی تشریح اپنے دل کی خواہش سے نہیں کی۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (النجم ع۱ تا ۴)

تو ہر نبی علیہ السلام پر جو وحی آئی تھی وہ نبی پر وحی کسی اور طریقے پر آئی، انھوں نے بیان اپنی قوم کے سامنے اپنی بولی میں کیا۔ لیکن حضورؐ پر جو قرآن نازل ہوا یہ عربی میں نازل ہوا اور حضورؐ نے بیان بھی عربی زبان میں کیا اس لیے ہمارے علمائے کرام نے لکھا ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے

الفاظ بھی معجزہ اور قرآن مجید کے معانی بھی معجزہ — لیکن باقی جتنی کتابیں ہیں تورات، انجیل، زبور، ان کے الفاظ معجزہ نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے الفاظ دنیا میں باقی نہ رہ سکے۔ قرآن دنیا میں باقی ہے، قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ تورات نہیں باقی رہی کیونکہ تورات کے جو الفاظ تھے وہ حضرت موسیٰؑ کے الفاظ تھے، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا۔ وہ کچھ اور ہے پھر بھی ترجمہ جو کیا، تشریح کی، وہ ٹھیک کیا آپ نے لیکن اللہ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ تلفظ اور ہوگا اور حضرت موسیٰؑ نے جو بیان کیا اپنی زبان سُریانی میں یا عبرانی میں وہ آپ نے تلفظ کیا۔ قرآن مجید کے متعلق یہ ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ کا ہی تلفظ ہے، اسی کو حضورؐ فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اَحِبُّوا الْعَرَبِیَّ لِثَلَاثٍ - اے میری امت کے لوگو! عربی بولی کے ساتھ تین وجہ سے محبت کرو۔ (۱) اَنَا عَرَبِیٌّ، میں خود عربی ہوں (۲) وَلِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ - اور جنتیوں کی زبان عربی ہے۔ (۳) وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ - اور قرآن عربی ہے — اور انگریزی؟ یہ کہیں بھی شمار نہیں ہے۔ یہ کیرئیر کا مسئلہ ہے۔ یہ پیٹ کا مسئلہ ہے یہ علم معاش ہے اور قرآن علم نجات ہے — علم معاش حاصل کیجئے لیکن یہ تو بھائی قبر کے دہانے تک ہے، پھر آگے نہیں ہے — اور قبر میں کب جانا ہوگا؟ ہے کوئی گارنٹی؟ کچھ بھی پتہ نہیں۔ ابھی میں نے سنا کہ آپ کی فیکٹری کے اچھے نیک آدمی تھے لفٹیننٹ کرنل محمد افضل صاحب چیف ایڈمنسٹریٹر آفیسر، وہ کل مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۸ء بروز ہفتہ بچارے اچانک فوت

ہو گئے، اللہ ان کو بھی جنّت نصیب فرمائے اور باقی مسلمانوں کو بھی جنّت نصیب فرمائے۔ اسی طرح ہمارے بھائی محمد اکرم صاحب، وہ تھوڑی دیر میں فوت ہو گئے۔ تو کچھ پتہ چل جاتا ہے؟ کہ ہم نے کس وقت جانا ہے؟ تو جو فانی چیز ہے اس کے لیئے تو اتنی لمبی لمبی ڈگریاں ہوں، ٹیوشنیں ہوں اور جناب رات دن ہم مارتے ہیں فانی زندگی کے لیئے، اس علم کے لئے جو علم معاش ہے اور اس کے ساتھ معاش کا ملنا یقینی بھی نہیں ہے ۔۔۔ اور جو علم نجات ہے، عربی پڑھ کر قرآن سمجھ آتا ہے، اللہ کی قسم ہے جو قرآن کے شیدا ہیں، ان کو قرآن کی ایک آیت کا ایک نکتہ سمجھ آ جائے وہ ہزار ہا کروڑ ہا دولتوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔

آپ نے پڑھا ہوگا مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر کو ـ "ترجمان القرآن" کو ــ اس کی پہلی جلد میں آپؒ نے لکھا ہے کہ میں اپنی تفسیر کا انتساب کرتا ہوں قندہار کے ایک طالب علم کی طرف۔ آپؒ لکھتے ہیں کہ میں رانچی میں نظر بند تھا۔ مغرب کی نماز جب میں پڑھ کر جیل خانے کی مسجد سے نکلا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا، "میں ایک طالب علم ہوں، قندہار سے تیرے پاس آیا"، "کیوں آیا؟" "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ تفسیر قرآن کو اچھا جانتے ہیں، میں آپ سے قرآن سیکھنا چاہتا ہوں گا۔ تو میں نے اس کو قرآن مجید پھر سکھایا۔ اور افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مجھے نام یاد نہیں کہ وہ کون تھا اس لیئے میں اپنی تفسیر کا انتساب اس کی طرف کرتا ہوں ــــ تو اللہ مجھے آپ کو بھی قرآن سمجھنے کے لیئے دور دور تک جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں کہنا تو نہیں چاہتا مگر بات آگئی۔ پچھلے درس میں بھی ہمارے میرپور خاص (سندھ) سے ایک بزرگ تشریف لائے تھے۔۔۔ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ زمیندار، کھانے پینے والے، اپنا کرایہ خرچ کر کے آئے قرآن سننے کے لئے۔ اس دن مجھے بھائی عثمان غنی صاحب نے بتایا کہ وہ پھر آنا چاہتے ہیں تو میں نے کہا ان سے عرض کر دیجئے آپ اتنی دور سے تشریف نہ لائیں، اگر آنا ہی ہو تو اگلے درس میں تشریف لائیں۔ لیکن اب میں نے دیکھا تو وہ پھر موجود ہیں۔ میرپور خاص سندھ سے تشریف لائے، اپنے پیسے خرچ کر کے قرآن سننے کے لئے۔ اللہ ان کے عمل کو قبول فرمائے۔ ان کی برکت سے ہمارے عمل کو بھی قبول فرمائے۔

تو میرے بزرگو! اللہ یہ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ہم نے جب کبھی کسی رسول کو بھیجا ہے تو اس نے اپنی امت کے ساتھ اپنی قوم کے ساتھ جو بات کی تو انہیں کی بولی میں کی۔ اس لئے آپ جو بات کر رہے ہیں یہ بھی انہیں کی بولی میں ہے لیکن آپ کی بولی میں اور پہلے نبیوں کی بولی میں فرق ہے۔ آپ کی وہی بولی ہے جو اللہ نے فرمائی۔ اور پہلے نبیوں نے جو قوم کے سامنے خطاب کیا اپنی زبان میں کہا، ان کی اپنی زبان اور تھی، الہامی زبان اور تھی۔ اس لئے ہمارے علمائے اسلام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جتنی وحی نازل ہوئی ہیں پہلے نبیوں پر وہ ساری کی ساری عربی میں تھیں۔ اور نبیوں نے پھر اپنی قوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا۔ انبیاء علیہم السلام نے پھر ان کو اپنی بولی میں بیان کیا۔ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝

(الشعراء ۱۹۵، ۱۹۶) کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ کہ ہر نبی علیہ السلام پر جب وحی آئی وہ عربی زبان میں آئی ہے۔ اور انہوں نے پھر اپنی امت کو یا اپنی قوم کو اپنی زبان میں کہا ہے۔ اور اس دعوے پر دلیل موجود ہے۔ تکذیب نہیں ہو سکتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ تورات نے نہیں بتایا میری بولی کونسی ہے۔ انجیل نہیں بتاتی میری بولی کونسی ہے، زبور نہیں بتاتا میری بولی کونسی ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ میری بولی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (یوسف ۲) میری بولی عربی ہے۔ اُن میں سے کسی نے نہیں بتایا کہ میری بولی عربی ہے۔ البتہ زبور، یہ بھی عربی کا لفظ ہے۔ انجیل، یہ بھی عربی کا لفظ ہے تورات، یہ بھی عربی کا لفظ ہے۔ تو جب کتابوں کے نام عربی ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی الہامی بولی بھی عربی ہو گی۔ اُن لوگوں کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کر دیں۔ ہمارے پاس دلیل ہے ہم نے وہ دلیل پیش کر دی۔

باقی یہ کہنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم دنیا میں جب تشریف لائے تو وہ عربی کیسے سمجھ گئے؟ اب مسلمان پوسٹ مارٹم کر رہا ہے دین کا۔ بجائے اس کے کہ دوسروں کو دین کی طرف بلاتا، خود دین میں کیڑے نکالتا ہے مسلمان۔ اللہ ہمارے ایسے بھائیوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ بجائے اس کے کہ ہم اسلام کی عظمت بیان کرتے ہم سے کسی نے کچھ بھی کہہ دیا تو ہم کہہ دیتے ہیں "ٹھیک کہا" ــــ "بھائی پانچ نمازیں نہیں، تین ہونی چاہیں" "جی ٹھیک کہا" ــــ یہ سمجھ گیا ہے اسلام کو، میرا باپ دادا مسلمان تھا، میں نہیں سمجھا، یہ سمجھ گیا ہے۔ کسی نے کہہ دیا "جی اسلام میں فلانی بات ......" "ہاں جی

بالکل ٹھیک ہے، نہیں ہونی چاہیے، آپ ٹھیک کہتے ہیں "۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔
میرے بزرگو! عمل نہ کرنا، اللہ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اسلام کے متعلق اپنے یقینوں
کو متزلزل کر دینا یہ خدا کے ہاں ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اللہ معاف نہیں کریں گے متزلزل
انسان کو۔ اس لیے سوال کرنے سے روکا۔ ایسی بات پر غور کرنے سے بھی روکا۔ تو یہ
شبہ کیا جا سکتا ہے ___ اور کرتے ہی رہتے ہیں ___ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بھائی حدیثوں
میں جو آتا ہے جب آدمی کوئی مرجاتا ہے تو قبر میں فرشتے پوچھتے ہیں (حدیث کے ساتھ
مذاق کرتے ہیں) مَنْ رَّبُّکَ۔ تیرا رب کون ہے؟ حضور نے فرمایا۔ اللہ کے سچے نبی
نے فرمایا۔ محمد رسول اللہ نے فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) جس پر بھی شاہد ہیں
مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ مَنْ نَبِیُّکَ تیرا نبی کون ہے؟ مَا دِیْنُکَ
تیرا دین کیا ہے؟ تین سوال ہوں گے۔ تین پرچے ہیں۔ اور الفاظ وہی ہیں کہ مَنْ
رَّبُّکَ عربی میں پوچھیں گے۔ اب یہاں شبہ کرنا کہ بھائی ہمیں تو عربی آتی نہیں
تو ہم سے کیسے پوچھیں گے؟ وہاں کوئی مترجم ہوگا؟ نہیں، آتا ہے ہماری کتابوں
میں کہ عربی وہاں خود آجائے گی۔ ہر مردہ عربی بولے گا۔ جس اللہ نے پنجابی بولنے
کی طاقت عطا فرمائی وہ عربی بولنے کی بھی طاقت عطا فرما دے گا۔ ہمارے ہاں
حدیثوں میں ہے تفسیروں میں بھی ہے اور سیرت کی کتابوں میں بھی ہے "بلاغ
مبین" حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے اکابر میں
سے تھے ___ علماء دیوبند سے ___ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "بلاغ مبین
فی مکاتیب سید المرسلین" جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
بادشاہوں کے نام خطوط لکھے ہیں ان خطوط کو انہوں نے جمع کیا ہے ___

پڑھا کیجئے۔ اگر کہیں مل سکے تو اچھی کتاب ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی کتابیں پڑھنے سے ایمان میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اندر یادِ عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ کتابوں میں بھی نور پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے۔ واللہ مجھے آپ کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ تو حضرت والا نے لکھا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو منتخب فرمایا کہ تم نے فلاں بادشاہ کے پاس جانا ہے، تم نے فلاں کے پاس جانا ہے، تم نے فلاں سے بات کرنی ہے، تم نے فلاں سے بات کرنی ہے۔ تو بعض نے عرض کیا " اللہ کے نبی! آپ ہمیں تبلیغ کے لئے تو بھیج رہے ہیں لیکن ہمیں تو اس ملک کی، اس قوم کی بولیاں نہیں آتیں "۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ سے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے سب صحابہ کو جو باہر جانے والے تھے وہ بولیاں آ گئیں۔ یہ کونسی بڑی بات ہے؟ بولی بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے کہ کوئی اور بنانے والا ہے؟ اس لئے یہ شبہ نہ کیا جا سکے کہ نبیوں نے پھر کیسے سمجھ لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی اپنی زبان عبرانی تھی، تو اگر الہام عربی میں ہوا تو عبرانی میں کیسے بنا لیا؟ کیسے سمجھ گئے۔ سمجھ جاتے ہیں جو اللہ نبوت دیتا ہے، جو اللہ رسالت دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنا قرب نوازتا ہے، وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ (مریم ۵۲) فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى (مریم ۵۱) اے میرے حبیبؐ! اس اپنی کتاب میں، قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے۔ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (مریم ۵۱) وہ میرا چنا ہوا انسان تھا۔ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ (مریم ۵۲) ہم نے اُسے آواز دی " ادھر آؤ موسیٰ!

جسے اللہ بلائے اپنے پاس، وہ کتنی شان کا مالک ہوگا؟ اس لئے انبیاء کے متعلق
کبھی بات چیت نہ کیا کیجئے۔ نبی بڑے مقرب ہیں، نبی اللہ تعالیٰ کے بڑے محبوب
ہوتے ہیں جس کو اللہ بلائے "اے موسیٰ ادھر آؤ میرے پاس" ۔۔۔
نَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ بھی آتا ہے (مریم ۵۲) اور
جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ بھی آتا ہے (طٰہٰ ۸۰) "اے موسیٰ! میرے پاس آ"
خود بلایا اللہ تعالیٰ نے ۔۔۔ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا (مریم ۵۲) فرمایا پوشیدہ
باتیں کرنے کے لئے ہم نے اسے اور بھی قریب کر لیا جس کے ساتھ اللہ
راز کی باتیں کرے، وحی کے ساتھ نوازے، اس کے مقام میں بحث کی جا سکتی
ہے؟ اور پھر وہ موسیٰ جس کے متعلق آقا محمد رسول اللہ یہ فرمائیں اگر آج وہ زندہ
ہوتے، دنیا میں ہوتے تو مجھ پر میرا کلمہ پڑھتے ۔۔۔ پھر امام الانبیاء کے مقام کا
حساب لگا لیں آپ کا کتنا اونچا مقام ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ۔ ہم نے
جب کبھی بھی کسی رسول کو بھیجا تھا تو اس کی قوم کی بولی دے کر بھیجا تھا ۔۔۔
لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط تاکہ ان کے سامنے بات کھول کر رکھ دے، کل وہ اعتراض نہ
کر سکیں کہ بات سمجھ نہیں آئی۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ
چوبیس ہزار صحابہ یا کم و بیش سے عرفات کے میدان میں پوچھا۔ "او
صحابہ! میں نے تم تک اللہ کا دین پہنچا دیا؟" ۔۔۔ سب نے کہا "ہاں! حضور
آپ نے پہنچا دیا" ۔۔۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک کھڑے کئے اور فرمایا
اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ۔۔۔ اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرا دین ان تک

پہنچا دیا۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط نبیؐ نے کھول کھول کر بیان کیا۔ اب نبیؐ تو کھول کر بیان کر گیا اور پیچھے کوئی بیٹھ کر یہ کہہ دے "دہ نہیں، فلانی گل رہ گئی اے، میں حل کرناں" ــــ تو نبی سے آگے ہوا یا نبی سے پیچھے ہو گیا؟ پھر امتی تو نہیں ہو سکتا۔ نبی علیہ السلام نے تو کھول کر بات بیان کر دی اور چودہ سو سال کے بعد یا بارہ سو سال کے بعد یا تیرہ سو سال کے بعد اگر کوئی کہتا ہے "نہیں جی! فلانی گل جہڑی اے اوہ رہ گئی اے، تے ایہہ میں حل کرناں، ایہہ ڈیوٹی میں دیناں" تے اوہ تے نبی کولوں اگے پیا ہوندا اے ــــ قرآن تو فرما رہا ہے لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (حجرات ۱) اللہ سے بھی آگے قدم مت اٹھاؤ نبی سے بھی آگے قدم مت اٹھاؤ۔ وہ امت ہے یا کہ وہ نبی ہے؟ امام آگے ہوتا ہے کہ مقتدی آگے ہوتا ہے؟ یہ ہمارے امام صاحبان جو ہم جیسے ہیں ہم ان کے پیچھے ہوتے یا امام کے آگے ہوتے ہیں؟ بلکہ علماء صاحبان بھی تشریف فرما ہیں، یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک آدمی بیت اللہ شریف میں بھی نماز پڑھتا ہے اور اس طرف کھڑا ہے جس طرف امام کھڑا ہے تو امام سے آگے اگر کھڑا ہو گیا بیت اللہ کے قریب ہو گیا، تو نماز نہ ہو گی۔ قریب تو بیت اللہ سے ہے لیکن امام سے آگے ہے۔ نماز نہ ہو گی لیکن دوسری جہت میں کھڑا ہے، بیت اللہ کے چاروں طرف حاجی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ مجھے آپ کو بھی حج نصیب فرمائے، جن دوستوں نے درخواستیں دی ہیں اللہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ایسی کیفیت پیدا کر دیں

کہ ہر عاشق رسول اپنی مرضی سے جب چاہے امام الانبیا کے دروازے پر سلام کر سکے) تو وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں چاروں طرف حاجی لوگ۔ تو فرمایا وہاں پھر امام جس جہت میں کھڑا ہے اگر مقتدی اس جہت میں امام سے آگے ہو گیا، بیت اللہ کے زیادہ قریب ہو گیا تو نماز نہیں ہو گی۔ بیت اللہ کے تو قریب ہو گیا، امام صاحب سے تو آگے ہے اور وہ جو نبیوں کے امام ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے آگے کوئی اپنی رائے پیش کرے تو پھر بتائیں وہ اللہ کو محبوب ہوگا؟ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط تاکہ نبی بات کھول کر بیان کر دے ۔ اور ہمارے امام الانبیاء نے ساری باتیں کھول کر بیان کر دیں۔ اس لئے کسی نے حضور کے بعد دین میں کمی بیشی نہیں کی ۔ اجتہاد اور چیز ہے ۔ استنباط اور چیز ہے ۔ دین کی بنیاد رکھنا، دینی نظام بنانا، اصول اور فروع مرتب کرنا، یہ اور بات ہے۔ نہ صدیق کر سکا، نہ عمر فاروق کر سکا، نہ عثمان غنی کر سکا۔ نہ علی مرتضیٰ کر سکا۔ نہ کوئی اور کر سکا۔ تو ہم کیسے بھائی آگے پیچھے کر سکتے ہیں؟ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تاکہ نبی بات کھول کر بیان کرے۔

لیکن پھر لوگوں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط پس اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دے دیتا ہے جسے چاہے۔ یہ اللہ کی اپنی مشیئت ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اور غالب ہے بڑی حکمت والا ہے۔ غالب ہے ۔ جو چاہے کر لیتا ہے۔ دنیا نہ مانے، سب نہ ہو کر لیتا ہے

حکیم ہے، جو کرتا ہے اس میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ عزیز ہے، غالب، جو چاہے کر لے، دنیا میں کوئی کر لیتا ہے۔ بھائی! کوئی اپنی موت چاہتا ہے کہ میں مر جاؤں؟ کوئی چاہتا ہے؟ پارٹی کرتا ہے کہ بھائی! میں نے کل مرنا ہے؟ کوئی نہیں چاہتا۔ لیکن جب موت آتی ہے مر جاتا ہے کہ نہیں مر جاتا؟ مر جاتا ہے ــــ حفاظتوں میں مر جاتا ہے، پہروں میں مر جاتا ہے، ڈاکٹروں کے پاس مر جاتا ہے، خود ڈاکٹر بھی مر جاتے ہیں، بو علی سینا مر گیا، سقراط مر گیا، بقراط مر گیا، ارسطو مر گیا ڈاکٹر بھی مرے، تو عزیز فرمایا کہ غالب صرف میری صفت ہے کہ میں جو چاہوں کر لوں۔ تم جو چاہو نہیں کر سکتے جب تک میں نہ چاہوں ــــ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (التکویر: ۲۹) تمہارے پروگرام تو میری مرضی پر چلتے ہیں۔ میں چاہوں تو چل سکیں نہ چاہوں تو نہیں چل سکیں ــــ اَلْحَکِیْمُ ــــ اور میں حکمت والا ہوں، جو کرتا ہوں اس میں بڑی حکمت ہوتی ہے میرے غلبے میں ظلم نہیں ہے، میرے غلبے میں ناانصافی نہیں ہے۔ اَلْحَکِیْمُ بڑی حکمت والا ہوں۔

آگے اللہ نے پھر تاریخی مثال بیان فرمائی۔ کیسا غالب ہوں؟ ۵۵

فرعون بے عون، جو یہ کہا کرتا تھا کہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النّٰزعٰت: ۲۴) میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں۔ دو بندے بھیج دیئے فرعون کو سمجھانے کے لئے ــــ دو نبی ــــ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (طٰہٰ: ۴۳) اے موسیٰ اور ہارون! تم دونوں جاؤ اور جا کر ذرا

فرعون کو سمجھاؤ، اِنَّهٗ طَغٰی ۔ وہ بڑا سرکش ہو چکا ہے، میرے مقابلے میں آ گیا ۔ کیا کہا نبیوں دونوں نے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رب العالمین! مجھے تو کوئی انکار نہیں ہے لیکن اے رب العالمین! وہ فرعون؟ اُس کے مقابلے میں ہم جائیں؟ فرمایا میں تمہیں ایک ہتھیار دیتا ہوں ۔ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ (طٰہٰ ۴۲) تم جا کر میرا ذکر کرنا، میرے ذکر میں کمی نہ کرنا، میں ذاکرین کے ساتھ ہو جاتا ہوں، پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

آج ذکر سے مسلمان مذاق کرتا ہے ۔ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۝ چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں تشریف لے جاتے ہیں ۔ تو اللہ اس واقعے کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اس فرعون بے عون کو کس نے ختم کیا؟ العزیز نے، اللہ کی ذات نے ۔ اور ختم کرنے میں حکمت تھی کہ فرعون کی گردن جھک جائے، لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ (یونس ۹۲) جب فرعون ڈوبنے لگا، غوطے کھانے لگا، تو پھر کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ (یونس ۹۰) او بنی اسرائیل کے خدا، او موسیٰ اور ہارون کے خدا! میری توبہ! میں مسلمان بن گیا، مانتا ہوں کہ خدا تو ہے، میں گپیں مارتا تھا ۔ اللہ نے فرمایا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (یونس ۹۱) او بے ایمان! اب توبہ کرتا ہے؟ پہلے میرے مقابلے میں رہا وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ شرارتیں کرتا رہا، فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ (یونس ۹۲) آج ہم تیرے بدن کو

بچالوں گا، تیری لاش قیامت تک محفوظ رہے گی تاکہ دنیا دیکھ لے کہ جو کہا کرتا تھا میں خدا ہوں، اُس کو خدا نے کیسا ذلیل کیا ہے؟ — آج بھی فرعون کی لاش موجود ہے۔ عجائب گھر میں موجود ہے۔ لندن میں ہے یا مصر میں ہے۔

تو فرمایا کہ میں نے حکمت رکھی اس میں تاکہ پتہ چل جائے کہ حکیم میں ہوں، عزیز میں ہوں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اور بیشک بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر، تورات دی، معجزات دیئے، کیوں بھیجا؟ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ کہ نکال تو اپنی قوم کو کفر کے، شرک کے، وہم کے، غلامی کے اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اور ان کو یاد دلا اللہ کے دن مصیبتوں کے دن، تکلیفوں کے دن، پہلی قوموں کے عذابوں کے دن اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ بیشک اس واقعے میں بھی بہت بڑی نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے کے لئے، ہر شکر گذار کے لئے۔

اللہ کی نعمتوں کے دو رخ ہیں میرے بزرگو! کبھی اللہ کی نعمت یوں آتی ہے کہ بندہ دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے — ہوتی وہ نعمت ہے، بندہ خوشی محسوس کرتا ہے، اس پر فرمایا وَاشْكُرُوْا لِىْ (البقرہ ۱۵۲) میرا شکر ادا کرو، تم کوئی ایسی بات سمجھو جو میں نے تم پر نازل کی، تمہارے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہو گیا جس کو دیکھ کر تم نے خوشی منائی، تو کیا کرو؟

میرا شکر ادا کرو، لَئِن شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراھیم ۷) تم میرا شکر کرو گے میں نعمتوں کو بڑھا دوں گا، اور چونکہ میں حکیم ہوں میری حکمت کا تقاضا ہے کہ کبھی کبھی میں تکلیف بھیج دیتا ہوں۔ ہوتی وہ بھی راحت ہے تمہارے لیئے لیکن تم تکلیف سمجھتے ہو۔ ڈاکٹر کہتا ہے بھائی ٹانگ میں ناسور ہو گیا ہے اور یہ کاٹنا ہی پڑے گا۔ ڈاکٹر رحمدلی کے ساتھ کہہ رہا ہے۔ بظاہر ٹانگ کٹ جائے گی لیکن باقی بدن بچ جائے گا۔ تو فرمایا تکلیف کی حالتوں میں صبر کرنے والے اور راحت کی حالت میں میرا شکر ادا کرنے والے، یہ تو قرآن مجید کو سمجھ سکتے ہیں میری ہدایات کو سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو انگوٹھی تھی بعض کتابوں میں آیا ہے اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ صبر اور شکر، یہ اللہ کی دو نعمتیں انسان کو کامیاب کر دیتی ہیں۔ اللہ کی نعمت آئے تو شکر ادا کرے، تکلیف آئے تو صبر کرے۔ صبر کا معنی کیا ہے؟ برداشت کرے، اللہ کے اور قریب ہو۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

(البقرہ ۱۵۳) صبر کرو، اور صبر کا مفہوم کیا ہے؟ اور نمازیں پڑھو میرے اور قریب ہو جاؤ۔" بھائی! راتیں نماز وچ نہیں آیا!" "جی میرا ذرا سر کھدا ہی تے میں نماز گھر اہی پڑھ چھوڑی سی" ــــ کٹ گیا خدا سے۔ سر دکھتا تو ضرور مسجد میں جاتا، اور خدا کے قریب ہوتا کہ اللہ! تو نے مجھے تکلیف دی لیکن میں ان تکلیفوں سے تیرا دامن چھوڑنے والا نہیں ہوں تیری طرف سے جو آئے، اللہ! میں صابر ہوں، اے رب العالمین! مجھے

صبر کی توفیق عطا فرما۔

تو فرمایا کہ جو لوگ صابر ہیں اور جو لوگ شاکر ہیں، اُن کے لیے اِن واقعات میں بہت بڑی نشانیاں ہیں — اور وہ کیا بنا پھر؟ وَاِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِہٖ اور جب فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، اے میری قوم! یاد کرو تم اللہ کا وہ احسان جو اللہ نے تم پر کیا کہ تم کو فرعون کی غلامی سے نکالا، تم کو فرعون کے ذریعے سے نکالا (جیسے اللہ نے ہمیں ہندوؤں سے نجات دی، اللہ نے سکھوں سے نجات دی، اللہ نے انگریزوں سے نجات دی آج ہم آزاد ہیں الحمد للہ، اللہ ہمیں اپنے انعامات کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ورنہ ہماری کیا طاقت تھی، اللہ ہی نے احسان فرمایا) اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ، جب اللہ نے تم کو نجات دی فرعونیوں سے، فرعونی کیا کرتے تھے؟ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ، وہ تمہیں پہنچاتے تھے بہت برا عذاب، وہ برا عذاب کیا تھا؟ (واؤ تفصیلیہ ہے) وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ، تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر دیتے تھے تاکہ نسل نہ بڑھے، نسل کشی کرتے تھے وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ گھروں میں کام کرتی رہیں، برتن بھانڈے وغیرہ مانجتی رہیں تمہارے مردوں کو ختم کرتے تھے وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس نعمت میں، جو اللہ نے بلا تمہارے کسی لڑائی جھگڑے کے فرعون کا بیڑا غرق کیا اور اللہ نے تم کو مصر کا بادشاہ بنایا، فلسطین کا بادشاہ بنایا، وَفِيْ ذٰلِكُمْ اس نعمت

میں تمہارے لئے بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ○ تمہارے رب کی طرف سے بخشش تھی بہت بڑی۔

لفظِ بلاء متضاد حروف میں سے ہے۔ اس کا معنیٰ نعمت بھی ہے، اس کا معنیٰ تکلیف بھی ہے، اس کا معنیٰ آزمائش بھی ہے۔ آزمائش یہ تھی کہ ہم دیکھتے تھے کہ تم اب کیا کرو گے؟ قرآن میں آتا ہے دوسری جگہ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ○ (یونس ۱۴) ہم دیکھیں تم کیا کرو گے؟ فرعون کی پیروی کرو گے کہ موسیٰ کی کرو گے؟ یہ ابتلاء بھی ہے — اور یہ بھی ہے کہ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ○ اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت تھی کہ فرعون کا بیڑا غرق ہوا اور تمہیں اللہ نے آزادی دی۔ اور بلاء کا معنیٰ مصیبت بھی ہے (یہ اشارہ پھر بعید کے لئے ہو جائے گا) وَفِیْ ذٰلِکُمْ اور اس بات میں — (ذالک اشارہ بعید ہے) اور اس بات میں جو فرعون تمہارے ساتھ یہ کرتا تھا تمہارے بچوں کو قتل کرنا، تمہاری بچیوں سے بڑے کام کرانا، ذلت کے کام کرانا، اس میں تمہارے لئے بہت بڑی مصیبت تھی۔ خدا نے تم کو اس مصیبت سے چھڑا لیا۔

اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں قرآن مجید کے ساتھ لگاؤ نصیب فرمائے، اللہ ہمیں اپنی نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)
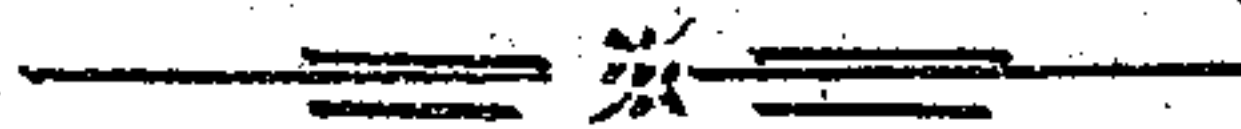
دینی اور روحانی انقلاب لانیوالی کتابیں

اگر آپ چاہتے ہیں کہ تعلیمات قرآن مجید کی روحانی برکات حاصل کریں تو واہ کینٹ کا درس قرآن مجید مطالعہ فرمائیں یہ درس بحمد اللہ چار سالوں کا علیحدہ علیحدہ جلدیں شائع ہو چکا ہے ہر درس کے مجموعہ کی قیمت تین روپیہ ہے۔

انوار الحدیث سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں وہ اثر اور تعلیمات ہیں کہ جن سے خوش بختوں کو دونوں جہانوں کی سعادت مل گئی اس کتاب میں وہ درس حدیث ہے جو واہ کینٹ میں درس قرآن مجید کے ساتھ دیا جاتا ہے
مجموعہ سال اول قیمت صرف روپیہ

رحمت کائنات ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت اور اعلیٰ عقیدت رکھے۔ اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کی نبوت قیامت تک ہے اور آپ حیات النبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔
پانچویں بار۔ قیمت دو روپے

خلاصہ فقہ اسلامی جس کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے مفید ہے بار سوم قیمت ایک روپیہ

دینی لغات۔ قرآن مجید، احادیث، تفسیر اور کتب فقہ کی تمام لغات کا حل اردو زبان میں پہلی دفعہ پہلی جلد "ش" تک، قیمت صرف پانچ روپے۔

یاد فرمائی کا پتہ:۔
حافظ قاضی محمد ارشد الحسینی۔ دار الارشاد۔ کیمبل پور